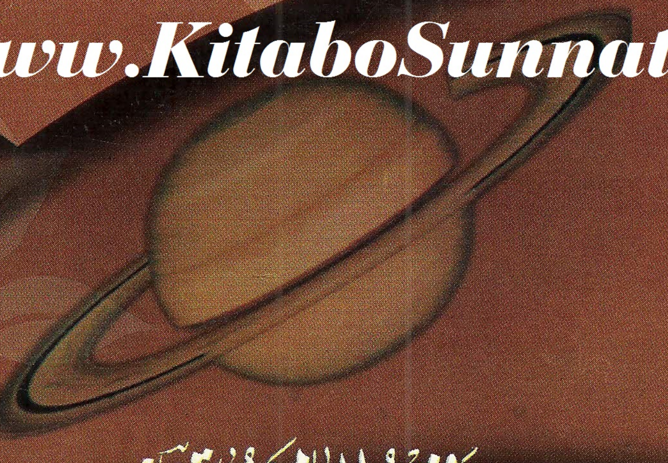
کھانے پینے کے اسلامی آداب

اور

جدید سائنس



رفیع اللہ مسعود تیمی

کھانے پینے کے

اسلامی آداب

اور جدید سائنس

رفیع اللہ مسعود تیمی

نام کتاب	:	کھانے پینے کے اسلامی آداب اور جدید سائنس
مؤلف	:	رفیع اللہ مسعود تیمی
صفحات	:	۲۶۴
سن اشاعت	:	۲۰۱۰ء
تعداد	:	2200
قیمت	:	90روپے
کمپوزنگ	:	فرحان گرافکس، دہلی
ناشر	:	**سلفی بک سروسز**

۵۸۴۱، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی

شہاب الدین خان نے ''الہدی پبلیکیشنز''

کے لئے طباعت کیا۔

ای میل:shihablig@yahoo.com

ملنے کا پتہ

☆ الہدی پبلیکیشنز، 5841، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۔۶

☆ مکتبہ ترجمان، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۔۶

☆ الکتاب انٹرنیشنل، دہلی

☆ عفاف پبلشرز، دہلی

☆ دار الکتب السلفیہ، دہلی

فہرست مضامین

☆☆☆

تقدیم

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، الصلاة والسلام على رسوله الكريم، وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد:

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل وکرم ہے کہ اس نے جن وانس کی ہدایت کے لئے دین اسلام کو منتخب فرمایا۔ محمد ﷺ کو اپنا رسول ونبی بنایا۔ آپ ﷺ پر قرآن کریم نازل فرمایا۔ اور اس کی تفسیر وتبیین کے لئے حدیث شریف کی وحی فرمائی۔ آپ ﷺ نے ۲۳ سال کی مختصر مدت میں صحابہ کی جماعت کی تربیت فرمائی جو دنیا کی سب سے افضل اور مثالی جماعت ہے۔ اسلام کی یہ ایک عظیم خصوصیت ہے کہ اس کی تعلیمات کی عملی صورت عصر نبوت سے آج تک برابر موجود رہی ہے۔ اور کسی بحرانی وقت میں بھی ایسا نہیں ہوا کہ یہ عملی صورت دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو۔

اسی طرح اسلام کی یہ بھی قابل ذکر خصوصیت ہے کہ اس کی تعلیمات کا کوئی جزئیہ کسی بھی دور میں علم وعقل کے خلاف نظر نہیں آیا۔ شروع دور سے ہی معترضین نے کوشش کی کہ اسلام کو انسانی مصلحتوں کے خلاف بتائیں، یا اس کے احکام کا علم وعقل کے مسلمات سے تصادم ثابت کریں، لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان کو ہمیشہ ناکامی رہی۔ آج کے دور میں بھی اس طرح کی کوششیں کہیں کہیں نظر آتی ہیں، لیکن ان میں عناد کا پہلو زیادہ اور علم کا پہلو کم ہے، کیونکہ سائنس وٹکنالوجی کی ترقی کے اس عہد میں اسلام کی بیشتر تعلیمات کی فلاسفی علمی نظریات وتجربات سے ثابت ہوگئی ہے، لہذا جواب کے لئے ذہنی کاوش کی زیادہ ضرورت نہیں، پھر بھی اسلامی تعلیمات کے ہر پہلو کو اس کے فوائد ومصالح کے ساتھ انسانیت کے سامنے لانا ہے تاکہ ماننے والوں اور انکار کرنے والوں میں سے کسی کے پاس کوئی عذر نہ رہے۔

اسی مقصد کے لئے علماء اسلام نے قدیم عہد سے اس موضوع پر توجہ دی، اور کتب تفسیر وحدیث میں حسب موقع احکام شریعت کی مصلحتوں کو واضح فرمایا، اور اپنے عہد کے

ثقافتی معیار کا لحاظ کرتے ہوئے تشفی بخش بحث کی۔ عہد عباسی میں معتزلہ کی تعقل پسندی شباب پر تھی، اورانہوں نے طاقت کے سہارے اور عقلیات میں تفوق کے سبب سادہ لوح لوگوں کو کسی حدتک مرعوب بھی کرلیا، لیکن علماء اسلام اور محدثین کرام نے خالص علمی اور سنجیدہ انداز میں ان کا جواب دیا، اور ثابت کیا کہ اسلام کا کوئی حکم عقل سلیم یا انسانی مصلحت کے خلاف نہیں، اللہ تعالی کا شکر ہے کہ اعتزالی اعتراضات ہوا میں تحلیل ہو گئے، اور ائمہ دین کی علمی کاوشیں آج بھی زندہ ومفید ہیں۔ ذلک فضل اللہ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے درء تعارض العقل والنقل نامی ایک کتاب لکھی، اور انسانی ذہن میں جو اعتراضات پیدا ہو سکتے تھے ان کی تشفی کا سامان فراہم کیا، شیخ الاسلام کے اسلام پر بہت سے احسانات ہیں، لیکن اس احسان کی اہمیت کچھ اور ہے، خوشی کی بات ہے کہ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ (ریاض) نے چند برس قبل اس کتاب کو اور شیخ الاسلام کی متعدد دوسری کتابوں کو بھی تحقیق و تعلیق کے بعد دیدہ زیب انداز میں شائع کیا ہے۔

شیخ الاسلام کے شاگرد علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے بھی اپنی مختلف تصنیفات میں احکام شریعت کی حکمتوں پر بحث کی ہے۔ ان کے قلم کی شگفتگی نے اس موضوع کی گفتگو کو بہت زیادہ تشفی بخش بنا دیا ہے۔ استاد شاگرد دونوں کی کوشش یقیناً اس درجہ کی ہے کہ اس سے شریعت کا مطالعہ کرنے والوں کی پوری تشفی ہو جائے گی، اعلام الموقعین اور زاد المعاد وغیرہ کتب میں جو مباحث موجود ہیں ان پر اضافہ مشکل ہے۔

جدید دور میں بھی مصالح احکام اور اسرار شریعت کے موضوع پر علماء اسلام کی توجہ برقرار رہی، اور انہوں نے احکام کی حکمت اور اعتراضات کے جواب پر مشتمل قابل قدر ذخیرہ تیار کر دیا۔ خوشی کی بات ہے کہ علمی دنیا اس موضوع کے تعلق سے بھی ہندوستان کا نام لیتی ہے۔ حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ کے نام سے جو کتاب تصنیف کی اسکا شہرہ علمی دنیا میں آج بھی ہے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بڑی بالغ نظری سے مصالح احکام پر گفتگو کی ہے، اور شریعت کے ہر حکم پر اس کے پس منظر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بحث کی ہے، یہ کتاب آج بھی اپنے موضوع پر عرب وعجم کا مرجع ہے۔

اس مقام پر ایک ازہری مصری عالم شیخ علی احمد الجرجاوی کی کتاب "حکمة التشریع وفلسفته" کا نام بھی لینا چاہتا ہوں۔ موصوف نے مصالح احکام کو نمایاں کرنے میں اچھی کوشش کی ہے، اور خصوصیت کے ساتھ مغربی مصنفین کے حوالہ سے اور مغرب سے شائع ہونے والے مضامین اور رپورٹوں کے حوالہ سے اسلامی احکام میں مصالح کے پہلو کو واضح کیا ہے۔

مصر ہی کے ایک اور عالم عبدالرزاق نوفل کا ذکر بھی ضروری ہے۔ موصوف کی ایک کتاب "بین الدین و العلم" اور دوسری کتاب "الله و العلم الحدیث" ہے۔ دونوں کتابوں میں مصنف نے قرآن کریم کی بعض آیات اور اسلام کے مسلمہ عقائد واحکام کا ذکر کر کے اسی سے متعلق سائنس کا نظریہ ذکر کیا ہے۔ اس کوشش کا مقصود یہ نہیں کہ سائنس سے اسلام کے لئے تصدیق فراہم کی جائے، بلکہ دین اسلام کی فطری حیثیت اور قدرت خداوندی کا اظہار ہے۔

برصغیر میں نصرانی مبلغین، آریہ سماجی معترضین اور متبعین مرزا قادیانی کی طرف سے اسلام پر بہت زیادہ اعتراضات کئے گئے۔ برصغیر کے علماء اسلام نے ان اعتراضات کے جواب میں بڑے اخلاص ومحبت کا ثبوت دیا، اور مخالفین کو پوری طرح خاموش کر دیا۔ علماء اسلام کے ان جوابات میں ایک بڑا حصہ احکام کی فلاسفی سے متعلق ہے۔ علماء نے انسانی فطرت اور شرعی احکام کے تناظر میں ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو جس طرح کے احکام کا پابند کیا ہے، سیرت کی تعمیر اور اخروی ودنیوی نجات وکامیابی کے لئے ان سے بہتر کا تصور نہیں کیا جا سکتا بات احکام شریعت میں کسی طرح کی کمی کی نہیں، بلکہ ان کی مخلصانہ پابندی کی ہے۔ غور کیجئے کہ خالق کائنات نے اپنا دین نازل فرما کر امت انسانی سے اپنے اوپر ایمان اور ان احکام پر عمل کا مطالبہ فرمایا، لیکن لوگوں نے اس کا جواب کفر وشرک اور بت پرستی ونفس پرستی سے دیا۔

اس مقام پر رابطہ عالم اسلامی کے تحقیقی ادارہ "هيئة الاعجاز العلمي للقرآن والسنة" کی جانب اشارہ بھی ضروری ہے۔ عرصہ سے یہ ادارہ تحقیقی خدمت انجام دے رہا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ قرآن وسنت کے نصوص میں اگر کوئی ایسا مسئلہ ہے

جو سائنس کا بھی موضوع ہے، تو دونوں جگہ مسئلہ کا مطالعہ کیا جائے، اور جو نتیجہ اخذ ہو اس کو شائع کیا جائے، اس ادارہ سے اس نوع کی متعدد خدمات سامنے آچکی ہیں۔

کتب حدیث وفقہ کی تبویب پر نظر ڈالئے تو اندازہ ہوگا کہ احکام شریعت میں کتنی وسعت اور تنوع ہے۔ اللہ تعالی نے دین اسلام کو جامع بنا کر بھیجا ہے، اور چونکہ یہ دین رہتی دنیا تک کے لئے ہے، اس لئے قیامت تک انسانی معاشرہ میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل اس دین میں موجود رہنا چاہیے، ورنہ اس کے کمال ودوام کا دعوی درست نہ ہوگا۔ اہل علم جانتے ہیں کہ نصوص کتاب وسنت کی روشنی میں اجماع وقیاس کے ذریعہ انسانی معاشرہ میں ہر دور میں رونما ہونے والے مسائل کا حل تلاش کرنا توفیق الٰہی سے آسان ہے۔

زندگی کے مختلف شعبوں میں خورد ونوش کا شعبہ اہمیت کا مالک ہے۔ حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی اسلام میں بڑی تاکید ہے، اور یہ تاکید محض زندگی کو مقید اور تنگ بنانے کے لئے نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ غذا سے جو جسم نمو پذیر ہوتا ہے، اور جو عقل وفکر وجود پذیر ہوتی ہے وہ اسی صورت میں پاکیزہ ونافع ہوگی جب جسم اور اس میں موجود دل ودماغ حلال غذا سے نمو پائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حرام غذا سے پلنے والے جسم کے لئے جہنم کی آگ ہی مناسب ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کو محض وعید کی شکل میں نہ دیکھا جائے، بلکہ اس میں تمدن ومعاشرت کے ایک اہم کلیہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

موجودہ معاشرہ میں حرام اشیاء اور غلط طریقوں کے فروغ سے ایک حقیقت پسند انسان کے لئے بڑی دشواری ہے، وہ یہ نہیں سمجھ پاتا کہ کس طرح اپنا دامن بچا کر اپنی ذمہ داری ادا کرے، مگر یہ مسئلہ گھبراہٹ کا نہیں، مومن کی بصیرت سے کام لینے اور اللہ پر توکل کرنے کا ہے۔ شرعی احکام پر عمل کی راہ میں اگر مشقت کا احساس ہو تو انعزال کی پالیسی کے بجائے معاشرہ میں رہ کر عملی ذمہ داری اور دعوتی فریضہ انجام دینے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اسلام ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ آپ گھٹن کی زندگی بسر کریں، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وقت کے دھارے کو موڑنے کی کوشش کریں، اور جس بامقصد دعوت اور پاکیزہ تعلیم کے آپ حامل ہیں اس سے اپنے معاشرہ کو روشناس کرائیں۔

دنیا جس بدامنی، بے چینی، بدچلنی، خوف ودہشت اور تباہی وبربادی کا شکار ہے کیا اس کا یہ سبب نہیں ہوسکتا کہ انسانی معاشرہ نے اللہ تعالی کی بات سننے اوراس پر عمل کرنے کی راہ چھوڑ دی ہے۔ اب اس کے یہاں نہ دین کا احترام ہے نہ اخلاق کا، نہ عدل واحسان کے اصولوں کی اہمیت ہے نہ اچھے برے کی تمیز، ایک انارکی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے، اورانسان بے چینی وبدحواسی کے عالم میں اپنا راستہ طے کررہا ہے اللہ تعالی نے اپنے رسولوں کو قرآن کریم میں پاکیزہ کھانے اور نیک عمل کرنے کا حکم دیا ہے، کیا اس حکم میں عام انسانیت کے لئے کوئی پیغام نہیں؟ غذا اور جنس کے سلسلہ میں انسان نے جو راہ اختیار کی ہے اس کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔

کسی خوش فہمی کی بنا پر نہیں بلکہ حالات کے اپنے ناقص مطالعہ کی روشنی میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ دور میں تدین کا رجحان بڑھا ہے، لوگ سائنسی تحقیقات کی روشنی میں مختلف مذاہب اور بالخصوص اسلام کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں، ادیان سماویہ کے مابین تقابل سے متعلق بعض کتابیں شائع ہوچکی ہیں، اور کسی کسی کتاب میں اسلام کے تعلق سے مبنی بر انصاف خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کتب میں متعدد ایسی کتابیں ہیں جن میں سائنسی نقطۂ نظر سے اسلامی احکام کا جائزہ لیا گیا ہے، اور یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس دین کے ہر حکم میں انسانی مصلحت کا پہلو موجود ہے، اور چونکہ یہ زمانہ سائنس وٹکنالوجی کی ترقی کا ہے، اس لئے مذکورہ مباحث میں سائنس دانوں کی تحقیقات کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ ایسا اس لئے نہیں کہ اسلام کو کسی انسانی علم ونظریہ کی تصدیق کی ضرورت ہے، بلکہ اس لئے کہ انسان واقعات وتجربات کے مشاہدہ کے بعد اور قلبی اطمینان حاصل ہونے کے بعد اسلام قبول کرے۔ یقین مانئے، پوری دنیا کی تحقیق اوراس کے تجربات ایک طرف ہوں، اوراسلامی تعلیمات دوسری طرف تو بھی اللہ کے بندے اسلام کی حقانیت کے سلسلہ میں اپنے ایمان ویقین پر قائم رہیں گے، کیوں کہ یہ دین اللہ تعالی کا نازل کیا ہوا برحق دین ہے۔

میں نے اشارہ کیا کہ اس دور میں اسلامی احکام کو سائنسی ترقی کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش میں اضافہ ہوا ہے، اوراس میں اردو زبان کا حصہ بھی معتد بہ ہے، خود جامعہ سلفیہ کے

کتب خانہ میں اس موضوع پر پچاس سے زائد کتابیں موجود ہیں۔اسی نوعیت کی کتابوں میں ایک کتاب ہمارے عزیز مولانا رفیع اللہ مسعود تیمی کی ہے، جس کا عنوان ہے" کھانے پینے کے اسلامی آداب اور جدید سائنس" اس کتاب کی فہرست مضامین میرے سامنے ہے، اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ عزیز موصوف کی موجودہ معاشرہ پر نظر ہے، اور انہوں نے اپنی کتاب کے مضامین میں دعوتی پہلو بھی ملحوظ رکھا ہے، اور یہ ایک مصنف کی خوبی ہے۔فہرست مضامین کے بعض عناوین ملاحظہ فرمایئے تا کہ اندازہ ہو کہ مصنف نے کس طرح موضوع کا احاطہ کیا ہے۔

کتاب کو موصوف نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، ایک کا تعلق" کھانے کے اسلامی آداب اور جدید سائنس" سے ہے، اور دوسرے کا تعلق" پینے کے اسلامی آداب اور جدید سائنس ہے"" پینے" کا لفظ جب مطلق استعمال کیا جاتا ہے تو کسی اور طرف ذہن چلا جاتا ہے، لیکن یہاں یقیناً مشروب حلال مراد ہے۔

پہلی قسم کے بعض عناوین یوں ہیں: تندرستی ہزار نعمت ہے، تحفظ صحت کے رہنما اصول، حلت وحرمت کا اسلامی ضابطہ، بعض عمدہ کھانوں کا بیان، کھانا کب کھایا جائے؟ کھانے میں اسراف سے بچنا، بسم اللہ پڑھنے کا وجوب، تندرستی کے لحاظ سے کھانے کے اوقات، دستر خوان کی اہمیت وافادیت، میزبان پر مہمانوں کے حقوق، سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت، برکت نبوی اور جدید سائنس، کھانے کے بعد کی دعائیں وغیرہ۔

دوسری قسم کے بعض عناوین یہ ہیں: داہنی طرف سے پلانا اسوہ محمدی ہے، برتن کا انتخاب اور ان کے ڈھکنے کی حکمت، مشرکین کے برتنوں کے استعمال کا حکم، انسانی زندگی میں پانی کی اہمیت، پانی اور جدید سائنس، شراب ام الخبائث ہے، زمزم کا پانی اور جدید سائنس، دودھ اللہ کی عظیم ترین نعمت ہے، ماں کا دودھ قدرت کا انمول تحفہ ہے، بکری، اونٹنی، گائے اور بھینس کا دودھ وغیرہ۔کھانے والے حصہ میں عناوین کی تعداد (۹۲) اور پینے والے حصہ میں (۳۲) ہے۔

ہر چند کہ مصنف نوعمر ہیں، لیکن کتابوں کی تالیف وتصنیف کا ان کو تجربہ ہے، ان کی بعض کتابیں شائع ہو چکی ہیں، ان کے تعارف میں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ انہوں نے تعلیمی سلسلہ مکمل کرنے کے بعد چند سال جامعہ اسلامیہ دریا آباد، یوپی میں

تدریسی سلسلہ جاری رکھا، پھر مرکزی جمعیت دہلی سے وابستگی اختیار کرلی، اور اسی کی نگرانی میں کام کررہے ہیں، ان کے مضامین جریدہ ترجمان میں برابر شائع ہوتے ہیں، اور لوگ انہیں پسند کرتے ہیں، انسان کا کسی بڑے ادارہ سے وابستہ ہوجانا اس کی ترقی کی علامت ہے، تدریس ودعوت کے پہلو سے دیکھا جائے تو کسی ادارہ سے وابستہ ہونا اچھا ہے، اس طرح آدمی کو ایک جہت مل جاتی ہے، اور وہ کسی طرح کے انتشار کا شکار ہوئے بغیر علمی ودعوتی خدمت انجام دیتا رہتا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ عزیز موصوف مطالعہ کا سلسلہ جاری رکھیں گے، اور اس راہ میں قابل ذکر مقام حاصل کرنے کے لئے محنت کا سلسلہ ترک نہ کریں گے۔

اللہ تعالی سے میری دعاء ہے کہ زیر تعارف کتاب کو قبول عام عطا فرمائے، اور مصنف وناشر کو اجر جزیل سے نوازے، آمین والحمد للہ رب العالمین۔

(ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری)

صدر جامعہ سلفیہ، بنارس ۲۷/ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ

مقدمہ

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو پاکر اس کی جتنا بھی شکر گزاری کی جائے کم ہے۔ ہمارے پاس اس قدر نہ قوت ہے کہ اس کا کما حقہ شکر ادا کرسکیں اور نہ ایسی صلاحیت جس کے استعمال پر ہم اس کا دعویٰ کرسکیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی خوشیوں کو کلی طور پر حاصل کرنے کے اہل ہیں۔ ہاں! اتنا ہی ممکن ہے کہ حتی الوسع اس کی نعمتوں کو پاکر شکر بجالائیں۔ خوردنی اشیاء اور مشروبات کا تعلق بھی اللہ کی نعمتوں سے ہے۔ ان کو پانا اور ان کا استعمال کرنا، صحیح طریقہ سے ہضم کرنا اور صحت وتندرستی کو بحال رکھنا بہت بڑی کامیابی ہے۔

کسی چیز کو یونہی کھانا پینا کوئی کمال کی بات نہیں ہے بلکہ ماکولات ومشروبات کو شرعی آداب کے مطابق استعمال کرنا عظیم کامیابی اور بیماریوں سے حفاظت کی ضمانت ہے۔ یوں تو جانور بھی کھاتے پیتے رہتے ہیں، لیکن ان کا کھانا پینا شرعی آداب کے مطابق نہیں ہوتا ہے۔ ہاں! اتنا تو ضرور ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق ہی کھاتے ہیں۔ آج دنیا کے مسلمان کھانے پینے کی چیزوں میں شرعی اصول وآداب کو معمولی جان کر یا دانستہ طور پر قرآن وسنت کی تعلیمات سے لگاؤ نہ ہونے کی وجہ سے نظر انداز کردیتے ہیں جس کے نتیجہ میں بہت ساری خرابیاں لاحق ہوجاتی ہیں۔ اولاً تو قرآن وحدیث پر عمل نہ کر کے اللہ کی ناراضگی کو دعوت دیتے ہیں، اور اپنی عاقبت کو خراب کرتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ غلط طریقہ کار کے سبب کسی حادثہ یا جان لیوا بیماری کا شکار ہوجاتے ہیں۔

کھانے پینے میں شرعی آداب سے پہلو تہی کے بڑھتے رجحان کو دیکھ کر میں نے ایک کتاب لکھی جس میں کھانے پینے کے صحیح آداب-قرآن وحدیث کی روشنی میں اجمالاً بیان

کیا تھا۔ کتاب گرچہ چھوٹی تھی لیکن اس کی افادیت سے انکار ناممکن تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس باب میں جدید سائنسی تحقیقات اور اطباء وحکماء کے جدید تجربات قرآن وسنت کی تعلیمات کے عین موافق ہیں تو یہ داعیہ پیدا ہوا کہ میں اس میں حسب ضرورت اضافہ کروں اور جدید سائنسی تحقیقات کو بیان کرکے قارئین کرام کے لئے دلچسپی کا سامان فراہم کروں۔ عین ممکن ہے کہ یہ چیزیں کھانے پینے کے باب میں قرآن وسنت کی تعلیمات کو معمولی سمجھنے اور ان سے انحراف کرنے کے بڑھتے رجحانات کو ختم کرنے میں معاون ثابت ہوسکیں۔ کھانے پینے کے صحیح آداب کو جاننے اور ان کو عملی جامہ پہنانے کا ان میں قلبی شغف پیدا کردے۔ اس کتاب میں قدرے تبدیلی کرنی پڑی، کچھ مضامین کا اضافہ کرنا پڑا اور اس کی ترتیب کو بدلنا پڑا۔

بڑے افسوس کے ساتھ یہ عرض کرنا پڑ رہا ہے کہ میں نے ان مشائخ کا پہلے مقدمہ میں تحریری طور پر شکریہ ادا نہ کرسکا۔ یوں تو میں نے زبانی طور پر ان کا شکریہ ادا کیا تھا۔ کتاب بڑی عجلت میں آگئی جس کی وجہ سے یہ کام رہ گیا۔ میں ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس رحمہ اللہ کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں وہ کم ہے کہ انہوں نے بڑے انہماک کے ساتھ اس کی تصحیح فرمائی تھی اور اس کے سلسلے میں مفید مشوروں اور گراں قدر ملاحظات سے نوازا تھا جن کی روشنی میں میرے قلم کو حرکت وتوانائی نصیب ہوئی تھی۔ اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا کرے۔

ہمیں قوی امید ہے کہ یہ کتاب قارئین کرام کے لئے نفع بخش ثابت ہوگی اور قرآن وحدیث پر عمل کرنے والے لوگوں میں ماکولات ومشروبات کے اسلامی آداب کی معرفت کے لئے رغبت پیدا کرنے میں اہم رول ادا کرے گی۔ اس کے ذریعہ معاشرے میں بے راہ روی کا ماحول اور بے برکتی کا جو سماں پیدا ہوگیا ہے وہ ختم ہوگا۔

میں اپنے استاد محترم شیخ ارشد فہیم الدین مدنی (نائب رئیس جامعۃ الامام ابن تیمیہ، چندن بارہ، بہار) اور شیخ فضل اللہ انصاری صاحب کا بھی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب پر نظر ثانی کا فریضہ انجام دیکر میری حوصلہ افزائی فرمائی تھی۔

میں فضیلۃ الدکتور مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کے لئے ایک وقیع مقدمہ تحریر فرمایا۔اور اب وہ ہمارے درمیان نہیں رہے اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔

میں ان تمام حضرات کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے اس کتاب کو منظر عام پر لانے میں میرا تعاون کیا ہے اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا ہے۔خصوصا جناب وکیل پرویز صاحب (ناگپور)، جناب مولانا عبدالقدوس عمری صاحب (سرہ ایم۔پی)، جناب راشد الحسن صاحب (بھوپال)، جناب احسان اللہ صاحب (چنئی) وغیرہم کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی طباعت واشاعت میں مختصر ہی سہی اپنا گراں قدر تعاون پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو جزائے خیر دے اور ان کے مخلصانہ تعاون کو قبول فرمائے۔آمین۔

میں اپنے مخلص بھائی جناب شہاب الدین صاحب کا بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کو اپنے ادارہ سے شائع کرنے کی ذمہ داری قبول کی اور اس کو بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اور جملہ انسانوں کے دلوں میں شرعی اصول وآداب کی پاسداری کا جذبہ پیدا فرمادے۔

رفیع اللہ مسعود تیمی

جریدہ ترجمان، دہلی

(۲۰۱۰ء)

سخنہائے گفتنی

اسلام ایک ہمہ گیر و آفاقی مذہب ہے۔ دائمی نظام حیات اور دین فطرت ہے۔ اس کا ہر پیغام کامل و اکمل ہے۔ اس نے دنیاوی اور دینی زندگی کو ہم آہنگ کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اس نے زندگی گزارنے کے بہترین اصول و ضوابط وضع کیے ہیں۔ طہارت و پاکیزگی اور حفظان صحت کے اصولوں کو مرتب کر کے انہیں جز و ایمان قرار دیا ہے اور انہیں انسانی زندگی کے ہر موڑ پر برتنے کی تاکید کی ہے۔

جملہ ادیان و ملل میں مذہب اسلام امتیازی خصوصیات کا حامل ہے۔ اس نے جہاں اسلامی معاشرے کو صالح بنانے کے لئے بہترین ضابطے وضع کیے وہیں حقوق و معاملات، اخلاقیات اور کھانے پینے کے صحیح آداب کو بھی حسین قالب میں ڈھال کر امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا ہے۔

درحقیقت نظافت و طہارت، صحت و تندرستی کے اصولوں کو برتنے پر اسلام کی خصوصی توجہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مسلمانوں کو محض مادی اعتبار سے ہی قوی دیکھنا پسند نہیں کرتا بلکہ انسانوں کے جسموں کو ایسا دیکھنا چاہتا ہے جن کی رگوں میں دم عافیت کی روانی ہو، لوگ مکمل طور سے نشاط انگیز ہوں، کمزوری اور نقاہت سے عاری ہوں، اور برے امراض کے شکار نہ ہوں۔ یہ اوصاف جن کے اندر پائے جائیں گے وہ معاشرے کی صالحیت کو برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوں گے۔

اسلام نے بیماریوں سے بچنے کی جملہ تدابیر کو بیان کر کے اس امر کا واضح ثبوت دیا ہے کہ حفظان صحت کے اصول بڑے ہی مہتم بالشان ہیں اور اللہ تعالی کی نازل کردہ نعمتوں سے ان کا تعلق استوار ہے۔ چنانچہ ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان اصولوں کی پاسداری کرے تاکہ اس کے ذریعہ بڑے بڑے امور انجام پاسکیں اور جسمانی قوی مضمحل بھی نہ ہوں۔ ان کی ناقدری کرنا چشم زدن میں انسانی صحت کی پائیدار عمارت کو مسمار

کرنے کے مترادف ہے۔ ان سے چشم پوشی کرنا بہتر ہے اور نہ ہی مقررہ حدود کو پھلانگنا کہ انسان جانوروں کی طرح زندگی گزارنے کا مصداق قرار پائے۔

دین فطرت نے جسمانی اور روحانی صحت و تندرستی کی بقا کے لئے اسلامی عبادات کی بجا آوری کا حکم دیا ہے۔ پاکیزہ اشیاء کا استعمال جائز قرار دیا ہے۔ ان راہوں کو بند کر دیا ہے جن پر چل کر انسانی صحت خطرے میں پڑ سکتی ہے۔

شرعی احکام اسرار و حکم سے لبریز ہیں، یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام نے اس قاعدہ کلیہ ''اَلْاَصْلُ فِي الْاَ شْيَاءِ الْاِبَاحَةُ ''، اور قرآنی آیت ''هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِیْعًا ''، کی رو سے زمین پر پائی جانے والی تمام چیزوں کو حلال قرار دیا ہے۔ بجز ان چیزوں کے جن پر شریعت نے حرمت کی مہر ثبت کر دی ہے۔ حرام کردہ چیزوں کی حرمت میں حکمت یہ ہے کہ انسان کی صحت بحال رہے، دماغ فساد سے محفوظ رہے، اضمحلال وضعف کا شکار نہ ہو۔

مختصر یہ کہ تمام چیزوں میں اعتدال و اقتصاد انمول شئی ہے اور اعتدال پسندی قانون فطرت ہے۔ اگر انسان مہلک بیماریوں سے دائمی نجات کا طالب ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ''كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ''، کے فلسفہ و اصول کو اپنائے اور راہ اعتدال اختیار کرے۔

حکماء کا بیان یہ ہے کہ بھوکے رہنے کی عادت صحت مندی کی علامت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان احساس بھوک کے بغیر کوئی چیز نہ کھائے اور نہ پیئے ورنہ بلا ضرورت کھانے کا عادی بننا معدے کو خراب کرنے، زود ہضمی کی صفت کو ختم کرنے اور صحت و تندرستی کی انمول نعمت سے محروم ہونے کے مترادف ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیزوں کے استعمال کا کیا طریقہ ہونا چاہیے۔ پاکیزہ اور حلال اشیاء کے کھانے اور پینے میں کس طرح رضاء الٰہی مل سکتی ہے کھائی ہوئی چیزیں بحالی صحت میں کس طرح معاون ثابت ہو سکتی ہیں؟ اور اسلامی آداب کیا ہیں جن کو کھانے اور پینے میں بروئے کار لا کر اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید کی جا سکتی ہے؟

جب اسلامی معاشرے کا جائزہ لیں گے تو بے ساختہ زبان سے یہ آواز نکل پڑے گی کہ لوگوں کے اندر سے اللہ کی نعمتوں کی قدر دانی کا جذبہ بالکل ختم ہو چکا ہے اور وہ اسلامی آداب سے بہت ہی غافل ہو چکے ہیں۔ بالخصوص کھانے پینے کے آداب کا پاس ولحاظ نہیں گرچہ اس کے اندر بعض آداب استحباب کا درجہ رکھتے ہیں، تاہم " لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "، کے اندر شامل ہیں اور ان کی تعمیل باعث اجر وثواب ہے ۔ یہ دیکھ کر کہ لوگ اللہ کی نعمتوں پر شکر گزاری سے دور اور کھانے پینے کے آداب سے ناواقف اور خیر و برکت سے محروم ہیں، میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ میں ایک ایسی کتاب ترتیب دوں جو کھانے پینے کے صحیح آداب پر مشتمل ہو۔ صحیح احادیث کی روشنی میں تمام باتوں کو بیان کرنے کا التزام ہو۔ چنانچہ اللہ تعالی کی توفیق وتائید سے یہ کام شروع کیا اور اس کا نام " کھانے پینے کے اسلامی آداب اور جدید سائنس " رکھا۔

یہ میری پیہم کاوش کا نتیجہ اور دیرینہ آرزو کی تکمیل ہے ۔ یاد رہے کہ میرے اجزائے ترکیبی خطا ونسیان سے پاک نہیں، اس لئے اس میں غلطیوں کے صدور کا عین امکان ہے۔ اسلامی جذبہ اور دینی غیرت وحمیت نے اس کتاب کو ترتیب دینے کی جرأت بخشی ہے۔ چنانچہ میرے جذبے کی قدر کرتے ہوئے میری کوتاہیوں کی نشاندہی کریں۔ اگر میں اپنی شکستہ تحریروں کے ذریعہ اللہ تعالی سے اجر جزیل کا امیدوار ہوں تو انشاء اللہ آپ بھی کسی طرح سے میرا تعاون کر کے بدلے سے محروم نہیں ہوں گے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو عوام وخواص کے لئے مشعل راہ، ہمارے لئے ذخیرہ آخرت اور وسیلہ نجات بنائے۔ نیز کتاب کی تصحیح اور طباعت واشاعت میں حصہ لینے والوں کی مغفرت فرمائے۔ مسلمانوں کے اندر اسلامی آداب کی پاسداری کا جذبہ پیدا کرے۔

آمین اللهم آمین۔

رفیع اللہ مسعود تیمی

کھانے کے اسلامی آداب

اور

جدید سائنس

تندرستی ہزار نعمت ہے

تندرستی ایک انمول رتن اور ایک گنج گراں مایۂ الٰہی ہے۔ یہ دنیا کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ایک ہے۔ بقول شخصے: تندرستی ہزار نعمت ہے۔ یہ سچ ہے کہ حیات مستعار کا لطف و مزہ وہی آدمی اٹھا سکتا ہے جو صحت مند، تنومند اور جملہ بیماریوں سے محفوظ ہو۔ اور جس کا دماغ صحیح و سالم ہو۔ اگر کوئی شخص بے پناہ مال و دولت کا مالک ہے، اس کے پاس سامان راحت و آسائش کی ریل پیل ہے، خدام اور لونڈیوں کی کثرت ہے، صنعت و حرفت، دکان و مکان کا مالک ہے۔ اس کے سر پر جہاں بانی و حکمرانی کا تاج ہے، لیکن وہ تندرستی جیسی بیش بہا نعمت سے محروم ہے تو جان لو کہ ایسے شخص کی ہستی بیکار ہے، اسے ایام شباب اور پیرانہ سالی میں غیروں کا تعاون درکار ہے اور غیر صحت مند انسان اس بے حس و حرکت محتاج و لاچار آدمی کے مانند ہے جو دنیاوی مال و دولت کی لطف اندوزی سے یکسر محروم ہوتا ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے خوب کہا ہے۔

عیاں سب پہ احوال بیمار کا ہے
کہ تیل اس میں جو کچھ تھا سب جل چکا ہے
موافق دوا ہے نہ کوئی غذا ہے
ہزال بدن ہے زوال قوی ہے
مگر ہے ابھی یہ دیا ٹمٹماتا
بجھا جو کہ ہے یاں نظر سب کو آتا

ایک صحت مند آدمی دنیاوی اسباب و دولت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے ہر آن و ہر لحظہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ وہ اپنے لئے بھی مفید اور غیروں کے لئے بھی نفع بخش ہوتا ہے۔ بڑے بڑے امور کی انجام دہی میں وہ جوانمردی و بلند ہمتی کا مظاہرہ

کرتا ہے۔ وہ اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ دوسروں کی ضرورتیں پوری کرنے میں نشیط ہوتا ہے۔

صحت وتندرستی کی نعمت سے محروم شخص۔ خواہ وہ شیش محلوں میں ٹھاٹ باٹ کی زندگی کیوں نہ گزار رہا ہو۔ اس کی زندگی بالکل بیکار ہے۔ اس سے بہتر وہ شخص ہے جو تندرستی جیسی انمول شئی سے مالا مال جھونپڑیوں میں زندگی گزارتا ہے۔ اس کا ہر لمحہ صحت وعافیت کے منبع شیریں میں ڈوبا ہوتا ہے۔ اس کے چہرے پر خوشیوں کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہر ایک کا فرض بنتا ہے کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی شکرگزاری کرے اور اس کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کی قدر کرتے ہوئے اوقات زیست کی موتیوں کو اعمال صالحہ کی لڑیوں میں پرودے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنَ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَةُ وَ الْفَرَاغُ ''۔ [بخاری: ۱۱/۶۴۱۲، کتاب الرقاق]

یعنی دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے اندر بیشتر لوگ ٹوٹے میں مبتلا ہیں۔ ایک تندرستی اور دوسری فرصت وفراغت۔

عظیم ترین نعمت تندرستی کے بارے میں قیامت کے دن سوال یقینی ہے۔ اس کے بارے میں دانائے راز حضرت محمد ﷺ کے الفاظ بایں طور منقول ہیں:

''اِنَّ اَوَّلَ مَا يُسْئَلُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِيْ اَلْعَبْدَ مِنَ النَّعِيْمِ اَنْ يُّقَالَ لَهُ اَلَمْ نُصِحَّ لَكَ جِسْمَكَ وَ نُرَوِّيَكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ''۔

(یہ حدیث صحیح ہے۔ دیکھئے: صحیح سنن ترمذی: ۳/۱۳۴ (۳۵۹۶) صحیح ابن حبان: ۱۶/۳۶۴-۳۶۵، امام حاکم نے اسے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے اور علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ شعیب ارناؤوط اور علامہ البانی نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ اس کے لئے دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۲/۷۶ (۵۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ قیامت کے دن بندہ سے صحت وعافیت جیسی نعمت کے بارے میں سوال ہوگا۔ اس سے کہا

جائے گا: کیا ہم نے تمہارے جسم کو صحت منداور تندرست نہیں بنایا؟ کیا ہم نے تجھ کو ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا؟

یہ خیر الوری خاتم المرسلین کے وہ الفاظ تھے جن کو صحابہ کرام سنتے تھے تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے، ان کے بدن میں رعشہ پیدا ہو جاتا تھا، اضطراب و پریشانی میں وہ مبتلا ہو جاتے اور ان کے اندر عطا شدہ نعمتوں کی قدر دانی کا داعیہ پیدا ہو جاتا۔ لیکن آج معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ انسان اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر گزاری کے بجائے ان کی ناقدری کرتا ہے اور تندرستی و فرصت کے ساتھ بے توجہی و غفلت شعاری کا سلوک روا رکھتا ہے، جبکہ ایسے مواقع کو غنیمت شمار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ، شَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سَقَمِکَ وَ غِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ وَ فَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَ حَیٰوتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ''۔

(امام حاکم نے ''مستدرک: ۵/۴۳۵'' میں بیان کرنے کے بعد امام بخاری ومسلم کے شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ کنزل العمال: ۱۵/۸۷۹ (۴۳۴۹) میں مذکور ہے کہ امام مناوی نے فیض القدیر: (۱/ ۱۵) میں اور علامہ البانی نے صحیح الجامع الصغیر: ۱/۲۴۳ (۱۰۷۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔)

اس کی ترجمانی ایک عربی شاعر نے یوں کی ہے:

بَادِرْ شَبَابَکَ اَنْ یَهْرَمَا وَصِحَّةَ جِسْمِکَ اَنْ یَسْقَمَا
وَ اَیَّامَ عَیْشِکَ قَبْلَ الْمَمَاتِ فَمَا دَهْرُ مَنْ عَاشَ اَنْ یَسْلَمَا
وَ وَقْتَ فَرَاغِکَ بَادِرْ بِهٖ لَیَالِیْ شُغْلِکَ فِیْ بَعْضِ مَّا
وَ قَدِّمْ فَکُلُّ امْرِءٍ قَادِمٌ عَلَی بَعْضِ مَا کَانَ قَدْ قَدَّمَا

تم جوانی ڈھلنے سے پہلے اپنا کام کرلو اور بیمار ہونے سے پہلے اپنی صحت کی حالت میں کام کرلو۔ اور موت سے پہلے اپنی زندگی میں کام کرلو کیوں کہ کسی زمانہ میں بھی جس نے بھی زندگی گزاری ہے وہ محفوظ نہیں رہا ہے۔ فراغت کے وقت میں کام کرلو قبل ازیں تمہیں رات میں کام کرنا پڑے۔ اور کچھ عمل آگے بھیج دو اس لئے کہ ہر آدمی ان میں سے بعض عمل پر آنے والا ہے جو اس نے

آ گے بھیجا ہے۔

علامہ الطاف حسین حالی نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے
فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے
اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے
فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت
جو کرنا ہے کر لو کہ تھوڑی ہے مہلت

بعض مفسرین کرام کا سورۂ تکاثر کی آیت کریمہ "لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ"، میں نعیم کی تفسیر صحت وتندرستی سے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس بیش بہا نعمت کے متعلق قیامت کے دن سوال ہونا یقینی امر ہے۔ چنانچہ ہر کس وناکس کو اس کی قدر کرنی چاہیے اور اللہ تعالی سے صحت وعافیت کا طلب گار بننا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس رضی اللہ عنہما! اللہ تعالی سے دنیا اور آخرت کے اندر عافیت طلب کیجیے۔

(مسند احمد: ۱/۳ (۲۰۹)، صحیح ترمذی: ۵/۵۳۴ (۳۵۱۴)، کتاب الدعوات۔ یہ حدیث یزید بن زیاد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام احمد نے اسے کئی طرق سے روایت کیا ہے لیکن کوئی طریق مجہول راوی سے خالی نہیں ہے۔ البتہ مستدرک حاکم: ۱/۵۲۹ میں ہلال عن حباب عن عکرمہ عن عبداللہ بن عباس کے طریق سے ایک روایت "اَكْثِرُوا الدُّعَاءَ بِالْعَافِيَةِ" اور مسند احمد: ۱/۳، ۵ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت "سِلُوا اللّٰهَ الْمُعَافَاةَ فَاِنَّهُ لَمْ يُؤْتَ اَحَدٌ بَعْدَ الْيَقِيْنِ خَيْرًا مِنَ الْمُعَافَاةِ" مروی ہے۔ ان کے ذریعہ مذکورہ حدیثوں کی تائید ہوجاتی ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے "صحیح ابن ماجہ: ۲/۳۲۸ (۳۸۴۹-۳۱۰۴) میں صحیح قرار دیا ہے۔)

ان مذکورہ بالا احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ انسانی زندگی میں صحت وعافیت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی کی عطا کردہ نعمتوں کی ہر لحہ قدر دانی کرنا ہمارا اولین فریضہ ہے۔ اور اس کی ناقدری کرنا موجب عذاب الہی ہے۔ لمحات زندگی کو یونہی غفلت و مستی میں گزرنے سے بچالینا دانائی اور عقلمندی کی دلیل ہے کیوں کہ کوئی شخص حقیقت موت

سے واقف نہیں ہے کہ موت کب اپنا خونخوار پنجہ نصب کردے اور زندگی کی گاڑی آخرت کے لئے چل پڑے۔ چنانچہ جو بھی لمحہ میسر ہے اس سے بیش از بیش فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ ہمیشہ اپنے اور اپنے ساتھیوں کی صحت کا خیال رکھتے تھے تاکہ ان کی قوت وطاقت بحال رہے اور اسلام کی سربلندی میں وہ مدد ومعاون بن سکیں۔ اس کا اندازہ ام منذر بنت قیس انصاریہ کی اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے۔ وہ کہتی ہیں:

''دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ،وَمَعَهُ عَلِيٌّ نَاقِهٌ ،وَلَنَا دَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَامَ عَلِيٌّ لِيَأْكُلَ ، فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لِعَلِيٍّ:"مَهْ إِنَّكَ نَاقِهٌ، حَتّٰى كَفَّ عَلِيٌّ ،قَالَتْ : وَصَنَعْتُ شَعِيْرًا وَ سِلْقًا ،فَجِئْتُ بِهِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ،يَا عَلِي ! أَصِبْ مِنْ هٰذَا فَهُوَ أَنْفَعُ لَكَ". (سنن ابی داود:۳۸۵۶،یہ حدیث حسن ہے)

راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے، آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور علی پر نقاہت طاری تھی، ہمارے پاس کھجور کے خوشے لٹک رہے تھے، رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر انہیں کھانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹھہرو (تم نہ کھاؤ) کیوں کہ تم ابھی کمزور ہو یہاں تک کہ علی رک گئے، میں نے جو اور چقندر پکایا تھا اسے لے کر میں آپ کی خدمت میں آئی تو آپ نے فرمایا: علی! اس میں سے کھاؤ یہ تمہارے لئے مفید ہے۔

عمر بن احمد بن محمد نے اپنے ان اشعار میں صحت وتندرستی کے راز کو یوں واضح کیا ہے۔

أَنْتَ فِيْ غَفْلَةِ الْأَمَلِ   لَسْتَ تَدْرِيْ مِنَ الْأَجَلِ
لَا تَغُرَّنَّكَ صِحَّةٌ   فَهُوَ مِنْ أَوْجَعِ الْعِلَلِ
كُلُّ نَفْسٍ لِيَوْمِهَا   صِحَّةٌ تَقْطَعُ الْأَمَلَ
فَاعْمَلِ الْخَيْرَ وَاجْتَهِدْ   قَبْلَ أَنْ تَمْنَعَ الْعَمَلَ

تو غفلت امید کے اندر مبتلا ہے۔ تجھے پتہ نہیں کہ موت کب آئے گی۔ صحت و تندرستی تجھ کو دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ وہ تکلیف دہ اسباب وعلل میں سے ایک علت ہے۔ کار خیر (بھلائی کا کام) انجام دو اور کوشش کرتے رہو قبل ازیں کہ تجھے عمل سے باز رکھا جائے۔

تحفظ صحت کے رہنما اصول وضابطے

صحت وتندرستی انمول نعمت ہے اور اسلامی شریعت نے بھی اس کی حفاظت اور اس کے بحالی کی تاکید کی ہے، اس کو بحال رکھنے کے کچھ رہنما اصول وضع کیے ہیں، ماہرین بحث وتحقیق نے اپنے تجربات ومشاہدات کی روشنی میں زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے کچھ قوانین بنائے ہیں جن کی تعمیل کے بعد ہی ہم دنیاوی نعمتوں کا لطف اٹھا سکتے ہیں۔ صحت دن بدن بگڑتی جائے، کھانے اور پینے میں بڑا احتیاطی زیادہ ہو تو کسی مرض کے لاحق ہونے کا زیادہ خدشہ ہوتا ہے جب صحت مند وتوانا انسان مریض بن جاتا ہے تو ساری نعمتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ ان کی نگاہوں کے سامنے متنوع غذائیں ہوتی ہیں لیکن وہ اپنی بڑھتی بیماری اور ضعف ونقاہت کے پیش نظر ان کے استعمال سے ڈرنے لگتا ہے یا صحت کی بحالی کے لئے ڈاکٹروں کے مشورے پر کاربند ہو جاتا ہے۔ کھانے اور پینے میں یا ہر عمل میں احتیاط کو اولیت دیتا ہے حالانکہ نبی ﷺ نے بہت زمانہ قبل احتیاطی تدابیر اور تحفظ کے رہنما اصول بتائے ہیں اور جدید سائنسی تحقیقات نے انکی تصدیق کر دی ہے۔ ہاں! اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، اگر اس نے کوئی مرض پیدا کی ہے تو اس کا علاج بھی پیدا کر دیا ہے "لکل داء دواء" سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی ایسی بیماری نہیں ہے جس کا علاج موجود نہ ہو۔ ہاں! یہ اور بات ہے کہ انسانی عقل کی رسائی ان اسباب وعلاج تک نہ ہو سکے اور ان کی تحقیق وتفتیش میں صدیاں گزر جائیں لیکن صحت کے اصول (Principles of Health) پر برابر توجہ رکھنی چاہیے اور احتیاطی تدابیر سے کبھی چشم پوشی نہیں کرنی چاہیے۔ صحت بخش طریقہ پر قائم رہنے کے لئے درج ذیل اصول سودمند ہیں۔

اپنی تندرستی پر دھیان دینا: جس شخص کو اپنی تندرستی کے بارے میں جتنا خیال ہوگا وہ اتنا ہی اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرے گا، اللہ کی نصرت واعانت بھی ساتھ ہوگی اور وہ تحفظ صحت میں کامیاب بھی ہوگا لیکن احساس ختم ہو جائے بداحتیاطیاں عروج پر ہوں تو بگڑتی صحت کا وہ خود ذمہ دار ہے۔

بیماری کی وجہ سے ناامیدی کا شکار نہ ہونا بلکہ مقابلہ کی طاقت رکھنا: صحت وتندرستی کو باقی رکھنے میں اپنی کوششیں جاری رکھنی چاہئیں۔ اگر کوئی خرابی لاحق ہو تو ہار تھک کر بیٹھنا مناسب نہیں ہے بلکہ اپنے کاموں میں مصروف رہنا اور اپنے مقاصد کو بلند رکھنا بہتر ہے۔ بہت سارے واقعات ایسے موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے مرض کے باوجود بھی حالات سے کافی مقابلہ کیا اور اپنے کاموں میں لگے رہے، ابھی ایک اخباری رپورٹ یہ تھی کہ ایک خاتون کینسر کا شکار ہوگئی۔ اس نے اپنے گھر بھی نہیں بتلایا بلکہ اپنے کاموں میں ہمت وحوصلہ کے ساتھ لگی رہی۔ بے فکری نے اس کو اپنے کاموں سے رغبت ودلچسپی کو برقرار رکھا، اپنے کاموں میں لگی رہی یہی وجہ ہے کہ وہ حالات سے مقابلہ کرتی رہی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اسے یہ مہلک مرض لاحق ہی نہیں ہوا ہے۔ چنانچہ مایوس کن حالات سے مقابلہ کی عادت ڈالنا بھی ضروری ہے۔

فطری چال چلنا: آدمی برابر اپنی رفتار پر چلتا رہے، نہ کبھی تیز نہ بالکل سست رفتار، بلکہ قدرت نے جو چال عطا کیا ہے اس پر رواں دواں رہے، اور یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ایک زمانے تک اس پر قائم رہے تا کہ ہماری صحت میں خرابی در نہ آئے۔

آدمی جب ورزش کرے گا یا صحت کو بحال رکھنے کے لئے کوئی تدبیر اپنائے گا تو لامحالہ اس کے اندر تھوڑی پریشانیاں آئیں گی اور اس کو درد محسوس ہوگا لیکن اس سے بالکل بیزار نہ ہو جائے اور ایسا کرنا نہ چھوڑ دے بلکہ اپنا عمل جاری رکھے۔

نشہ آور اشیاء سے دور رہ کر زندگی کو پر لطف بنانا: ہمارا معاشرہ بگاڑ کے درپے ہے۔ ہر طرح کی نشیلی اشیاء کا استعمال تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ حیات بخش وصحت بخش اشیاء کے استعمال سے اسے لاپرواہی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارا معاشرہ بیماریوں کا آماجگاہ بن چکا ہے اور صحت وتندرستی کو بڑے پیمانے پر خسارہ لاحق ہے۔ اس کے اندر تبدیلی لانے کی ضرورت ہے تا کہ معاشرہ کی فضاء کو خوشگوار بنایا جائے۔ انسان آلودگیوں سے محفوظ رہے۔ ہر اعتبار سے چست رہے اور تندرستی کو بحال رکھ کر اپنی زندگی کو پرلطف بنائے۔

اپنی تندرستی کے لوٹنے کی امید رکھنا: اگر کھانے اور پینے

میں بد پرہیزی ہو جاتی ہے یا نفس ایسی غذاؤں کی طرف مائل ہے جن کے استعمال سے صحت کو نقصان پہنچ سکتا ہے تو انسان کو بگڑتی صحت سے فوراً مایوس ہو کر اپنی تدبیروں سے دست کش نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ خیال کرنا چاہیے کہ میں دن بدن اچھا ہو رہا ہوں اور آئندہ مزید صحت و تندرستی کے لوٹ جانے کی امید ہے۔

بد احتیاطی اور لا پرواہی سے بچنا: انسان کو جب بھی اس کا علم ہو کہ ہماری کاوشوں سے ہماری صحت واپس آسکتی ہے اور جب احتیاطی تدبیریں اپنائی جائیں تو موذی امراض سے نجات مل سکتی ہے اور اصول صحت پر عمل پیرا ہو کر زندگی کو فرحت بخش بنا سکتے ہیں۔ اس میں تاخیر نہ کرے اور نہ لا پرواہی سے کام لے بلکہ جتنا جلد ہو سکے ان تدابیر کو اختیار کرے جن سے صحت کو لوٹ جانے کی امید ہو۔ کسی انسان کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنی عمر کو دیکھے اور زیادتی عمر کی وجہ سے وہ ان تدابیر کو اپنانے سے باز آجائے جن سے صحت یابی کی مکمل توقع کی جاسکتی ہے۔ تو یہ اچھا نہیں ہے۔ اسلامی شریعت اس سے منع کرتی ہے کہ انسان اللہ کی رحمتوں سے ناامید ہو کر بیٹھ جائے اور علاج کی کوئی تدبیر نہ اپنائے۔

حلت و حرمت کا اسلامی ضابطہ

بلا شبہ صحت و تندرستی تمام انسانوں کے لئے بے حد ضروری ہے۔ یہ ایک انمول نعمت الٰہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام لوگ ایسی غذاؤں کی فراہمی میں اس طرح خون پسینہ ایک کیے رہتے ہیں کہ گلہائے تندرستی کی پژمردگی کا امکان معدوم ہو جایا کرتا ہے اور مختلف قسم کی بیماریاں حصار صحت و عافیت کے قریب اپنا پر نہیں مار پاتیں۔ دنیاوی رنج و غم اور تکالیف و مشاکل کے جھمیلوں سے نجات مل جاتی ہے۔ کیف و سرور اور شادمانی و مسرت کے چشم صافی سے سیرابی کا موقع ہاتھ آجاتا ہے۔

مذہب اسلام سے قبل دور جاہلیت میں حلت و حرمت کا معیار بالکل غلط تھا۔ اس کے اندر اباحیت کی آمیزش تھی۔ حرمت کا نشان معدوم تھا۔ عزت و آبرو برے ماحول کی اسیر بن چکی تھی۔ برائیوں کا دور دورہ تھا۔ لین دین اور دنیاوی معاملات میں لوگ خرد برد کے عادی

بن چکے تھے۔ الغرض جملہ فواحش اور غلط کاموں نے معاشرتی نظام کو درہم برہم کر دیا تھا۔

حلت وحرمت کے معاملے میں جو بے راہ روی اور سرد مہری عام ہو چکی تھی، مذہب اسلام نے اس کا انسداد کیا۔ حلال وحرام کا میزان مقرر کیا۔ اصول تشریع وضع کر کے یہ اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تمام چیزیں اصلاً حلال ہیں اور یہی قرآن کا واضح اعلان ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا''۔ [البقرہ:۲۹]

وہ وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔

دوسری جگہ فرمایا: ''اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَافِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً''۔ [لقمان:۲۰]

کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور تمہیں اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو انسان کے تابع بنا کر یہ واضح کر دیا کہ وہ ان سے آزادانہ طریقہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور یہ اللہ کا اپنے بندوں پر زبردست احسان ہے۔ اس نے محض ان چیزوں کو حرام قرار دیا ہے جو انسانوں کے جسم میں لاعلاج بیماریاں پیدا کرنے والی ہیں۔ ان کے عقلوں میں فتور پیدا کرنے والی، اسلامی معاشرے میں بدبودار خباثت پھیلانے والی اور اسلامی شکل وصورت کو داغدار بنانے والی ہیں۔ شریعت کے اندر حرام چیزیں کسی خاص علت اور مصلحت کے پیش نظر حرام ہیں۔ شریعت مطہرہ کے اندر محرمات کا دائرہ بہت ہی تنگ ہے اور حلت کا دائرہ نہایت ہی کشادہ ہے۔ پاکیزہ اور نفیس چیزیں جائز اور ناپاک ونقصان دہ چیزیں حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فلسفۂ حلت وحرمت کی وضاحت کی ہے اور پاکیزہ چیزوں کو اپنانے کی سخت تاکید کی ہے۔

ارشاد ہے۔ ''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ''۔ [البقرہ:۱۷۲]

اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ، پیو اور

اللہ تعالیٰ کا شکر کرو، اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو۔

اس میں اہل ایمان کو ان تمام پاکیزہ چیزوں کے کھانے کا حکم ہے، جو اللہ نے حلال کی ہیں اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کی تاکید ہے۔ اولاً معلوم ہوا کہ اللہ کی حلال کردہ چیزیں ہی پاک اور طیب ہیں۔ حرام کردہ چیزیں پاک نہیں۔ خواہ وہ نفس کو کتنی ہی مرغوب ہوں جیسے اہل یورپ کو سور کا گوشت بڑا مرغوب ہے۔ [سورہ البقرہ:۱۶۷]

نیز فرمایا: ''یَا اَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ''۔ [البقرہ:۱۶۸]

اے لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ، پیو اور شیطانی راہ پر نہ چلو۔ وہ یقیناً تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

یعنی شیطان کی تابعداری کر کے اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کرنا شریعت کے ساتھ کھلی بغاوت ہے۔ اور وہ تو چاہتا ہے کہ انسان کس طرح راہ شریعت سے برگشتہ ہو جائے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''میں نے اپنے بندوں کو صحیح و درست دین پر پیدا کیا۔ چنانچہ شیطان نے ان کو ان کے دین سے برگشتہ و گمراہ کر دیا اور جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال کی تھی اس نے ان پر ان چیزوں کو حرام کر دیا''۔ (صحیح مسلم: کتاب الجنۃ وصفۃ نعیم اھلھا)

نیز فرمایا: ''وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ''۔ [المائدہ:۸۸]

اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تمہارا ایمان ہے۔

ایک جگہ اپنے رسولوں کو بلیغ انداز میں اس کی تاکید کی: ''یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ''۔ [المومنون:۵۱]

اے رسولو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، تم جو کچھ کر رہے ہو، اس سے میں بخوبی واقف ہوں۔

اس آیت کے ضمن میں حافظ صلاح الدین یوسف نے یہ لکھا ہے :

''ہر پاکیزہ چیز اللہ نے حلال قرار دی ہے اور ہر حلال چیز پاکیزہ، اور لذت بخش ہے۔ خبائث کو اللہ نے اسی لئے حرام کیا ہے کہ وہ اثرات و نتائج کے لحاظ سے پاکیزہ نہیں ہیں ، گو خبائث خور قوموں کو اپنے ماحول اور عادت کی وجہ سے ان میں ایک گونہ لذت ہی محسوس ہوتی ہو۔ عمل صالح وہ ہے جو شریعت یعنی قرآن و حدیث کے موافق ہو نہ کہ وہ جسے لوگ اچھا سمجھیں کیوں کہ لوگوں کو تو بدعات اچھی لگتی ہیں ۔ بلکہ اہل بدعت کے ہاں جتنا اہتمام بدعت کا ہے اتنا فرائض و واجبات اسلام اور سنن و مستحبات کا بھی نہیں ہے ۔ اکل حلال کے ساتھ عمل صالح کی تاکید سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور یہ ایک دوسرے کے معاون ہیں ۔ اکل حلال سے عمل صالح آسان اور عمل صالح انسان کو اکل حلال پر آمادہ اور اسی پر قناعت کرنے کا سبق دیتا ہے۔ اسی لئے اللہ نے تمام پیغمبروں کو ان دونوں باتوں کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام پیغمبر محنت کر کے حلال روزی کمانے اور کھانے کا اہتمام کرتے رہے جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے۔'' کَانَ یَاْکُلُ مِنْ کَسْبِ یَدِہٖ'' (صحیح بخاری : البیوع ، باب کسب الرجل و عمله بیده) وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے ۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں، میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قراریط (سکّے) کے عوض چراتا رہا ہوں۔ (صحیح بخاری ، کتاب الاجارۃ ، باب رعی الغنم علی قراریط) آج کل بلیک میلروں، اسمگلروں، رشوت خوروں وسود خوروں اور دیگر حرام خوروں نے محنت مزدوری کر کے حلال روزی کھانے والوں کو حقیر اور پست طبقہ بنا کر رکھ دیا ہے ۔ دراں حالانکہ معاملہ اس کے بر عکس ہے، ایک اسلامی معاشرے میں حرام خوروں کے لئے عزت و شرف کا کوئی مقام نہیں، چاہے وہ قارون کے خزانوں کے مالک ہوں، احترام و تکریم کے مستحق صرف وہ لوگ ہیں جو محنت کر کے حلال کی روزی کھاتے ہیں ، چاہے روکھی سوکھی ہو۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ: ''اللہ تعالی حرام کمائی والے کا صدقہ قبول نہیں فرماتا ہے، نہ اس کی دعا ہی ''۔ (صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ ، باب قبول الصدقه من

الکسب الطیب) ۔[قرآن مجید مع ترجمہ وتفسیر:۹۴۹-۹۵۰]

کسی شاعر نے یہ سچ کہا ہے:

حلال آدمی پر ہے نہ کھانا نہ پینا نہ ہو ایک جب تک لہو اور پسینہ

سہل بن عبداللہ تستری کا بیان ہے کہ بندے کی حقیقت ایمان تک رسائی اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک اس کے اندر چار خصلتیں پیدا نہ ہوجائیں ۔ وہ فرائض کو سنت کے ساتھ ادا کرے، حلال چیزوں کو تقوی و پرہیز گاری کے ساتھ کھائے، اپنے ظاہرو باطن سے منع کردہ چیزوں سے پرہیز کرے اور اس پر موت تک صبر کرے۔ جس نے حرام کھایا اس کے اعضاء اس کی معصیت کریں گے خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے، خواہ اسے علم ہو یا نہ ہو اور جس کا کھانا حلال ہے اس کے اعضاء اس کی بات مانیں گے اور اسے اچھے کاموں کی توفیق ملے گی۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

إِنَّ الْحَيَاةَ مَزْرَعٌ فَازْرَعْ بِهَا مَا شِئْتَ تَحْصُدُ

وَالنَّاسُ لَا يَبْقَى سِوَى آثَارِهِمْ وَالْعَيْنُ تَفْقَدُ

وَالْمَالُ إِنْ أَصْلَحْتَهُ يَصْلُحُ وَإِنْ تُفْسِدْهُ يَفْسُدُ

یعنی زندگی ایک کھیتی ہے، چنانچہ جو کاٹنا چاہتے ہو اسے اس میں بوؤ، لوگوں کے صرف آثار باقی رہ جائیں گے اور آنکھ انہیں کھودے گی۔ مال کو اگر اچھے طریقے سے رکھو گے تو وہ اچھی طرح تمہارے پاس رہے گا اور اگر خراب کردو گے تو وہ خراب ہوجائے گا۔

بعض وہ چیزیں جن کی حلت وحرمت کی وضاحت شریعت کے اندر نہیں ہے۔ ان کے بارے میں اسلامی ضابطوں کی رو سے یہ کہنا درست ہے کہ وہ اصلا جائز ہیں الا یہ کہ ان کی حرمت پر کوئی نص صریح وارد ہوجائے اور جو مشتبہ امور ہیں ان سے گریز کرنا ہی اصل دین ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔''إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَالْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَ بَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ، لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ

الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ .أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى،أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهُ ،أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ ،وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ". [بخاری:۱/۱۲۶،مسلم:۱۵۹۹]

’’حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے۔اور جوان کے درمیان ہیں وہ مشتبہ امور ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔جو شخص شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو شبہات میں گر پڑا تو وہ حرام کاموں میں گرفتار ہو گیا۔وہ چرواہے کے مانند ہے جو چراگاہ کے اردگرد چراتا ہے،قریب ہے کہ وہ چراگاہ میں چرانے لگ جائے۔ خبردار!ہر بادشاہ کی چراگاہیں ہوتی ہیں۔خبردار!اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں ۔خبردار!بے شک جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جائے گا تو تمام جسم درست رہے گا اور جب وہ خراب ہو جائے گا تو تمام جسم خراب ہو جائے گا۔سنو وہ ٹکڑا دل ہے۔‘‘

بلاشبہ کسی چیز کو حلال اور کسی چیز کو حرام قرار دینا محض اللہ کا حق ہے۔مخلوقات میں سے کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ حلت وحرمت کا اسلامی ضابطہ اور تشریعی اصول وضع کرے۔اگر کوئی شخص ایسا کرنے کی جسارت کرتا ہے تو وہ شریعت کی نظر میں قابل مذمت ہی نہیں بلکہ بہت بڑا مجرم ہے کیوں کہ جس چیز کا حقدار خالق حقیقی ہے اس کو وہ اپنے قبضۂ اختیار میں لینے کی بے جا کوشش کرتا ہے۔اللہ تعالی نے بھی ایسے شخص کی مذمت میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

’’ قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ اللّٰهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُونَ ‘‘. [یونس:۹۰]

آپ کہہ دیجیے کہ یہ تو بتاؤ کہ اللہ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حصہ حلال قرار دے لیا۔آپ پوچھیے کہ کیا تم کو اللہ نے حکم دیا تھا یا اللہ پر افتراء ہی کرتے ہو۔

نیز فرمایا:’’وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلَالٌ وَهٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ‘‘. [النحل:۱۱۶]

یعنی کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے۔ یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لو۔ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ پر بہتان بازی کرنے والے کامیابی سے محروم ہی رہتے ہیں۔

جو لوگ حلت و حرمت کا قاعدہ از خود وضع کرتے ہیں اس کے پاداش میں اللہ اپنی عطا کردہ نعمتیں ان سے سلب کر لیتا ہے اور بہت سی پاکیزہ چیزیں ان پر حرام کر دیتا ہے جیسا کہ بنو اسرائیل پر ایسا کر کے ایک عبرت و موعظت کا نمونہ قائم کر دیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: " فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا۔ [النساء:۱۶۰]

جو نفیس چیزیں ان کے لئے حلال کی گئی تھیں وہ ہم نے ان پر حرام کر دیں ان کے ظلم کے باعث اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اکثر لوگوں کو روکنے کے باعث۔

دوسری جگہ فرمایا: " وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُوْنَ "۔ [الانعام:۱۴۶]

اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے و بکری میں سے ان دونوں کی چربیاں ان پر ہم نے حرام کر دی تھیں، مگر وہ جو ان کی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو یا جو ہڈی سے ملی ہو ان کی شرارت کے سبب ہم نے ان کو یہ سزا دی اور ہم یقیناً سچے ہیں۔

اسلام کے اندر ان آیات و احادیث کی روشنی میں یہ قاعدہ کلیہ ثابت ہو گیا کہ روئے زمین پر پائی جانے والی پاکیزہ چیزیں حلال ہیں اور عبادات و عادات سے متعلق ناپاک وخبیث چیزیں حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حلت و حرمت کے بارے میں قانون سازی کا دروازہ مطلقاً بند کر دیا ہے۔ ائمہ اسلام اور فقہائے کرام کو صرف کتاب و سنت کی روشنی میں حلال و حرام کے اصولوں کی وضاحت کا اختیار حاصل ہے۔ ان کی ذمہ داری قانون دانی ہے نہ کہ قانون سازی۔ یہ اختیار تو محض اللہ تعالیٰ کو ہے۔ انبیاء اور رسولوں کو بھی یہ اتھارٹی حاصل نہیں بلکہ انہیں اللہ کے حکم سے حلال و حرام کو بیان کرنے کا اختیار حاصل تھا

اور اس کے برعکس عمل کرنے پر سخت تنبیہ کی گئی۔

ارشاد ربانی ہے: ”یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ، تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. [التحریم: ۱]

اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے اسے آپ کیوں حرام کرتے ہیں۔ آپ اپنی بیویوں کی رضا مندی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

ایک جگہ عام مومنین کو مخاطب کر کے انہیں دائرہ اعتدال میں رہنے کی تاکید کی گئی اور پاکیزہ چیزوں کو حرام کرنے سے روک دیا گیا۔

ارشاد الٰہی ہے: ”یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ“. [المائدہ: ۵: ۸۷]

اے ایمان والو! اللہ تعالی جو پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو حرام مت کرو اور حد سے آگے مت نکلو۔ بے شک اللہ تعالی حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالی نے تحلیل و تحریم کے فعل کو شرک اور ایک شیطانی عمل قرار دیا ہے اور محکم آیات کے ذریعہ مسلمانوں کو حدود الٰہی پر گامزن رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تادم آخر اس فریضہ الٰہی کی انجام دہی میں کوتاہی نہیں کی۔ جب کبھی اس طرح کی بات ان کے علم میں آئی کہ کسی نے شرک کر کے جری ہونے کا ثبوت دیا ہے تو فوراً اس کے انسداد میں پورے طور پر لگ جاتے اور ایسے افراد کو برابر قرآن و حدیث سے اکتساب فیض کی تاکید کرتے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اَطِیْعُوْنِیْ مَا کُنْتُ بَیْنَ اَظْهُرِکُمْ وَ عَلَیْکُمْ بِکِتَابِ اللّٰهِ، اَحِلُّوْا حَلَالَهٗ وَحَرِّمُوْا حَرَامَهٗ“. (طبرانی، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع: ۱/۲۳۶ اور الصحیحہ: ۲: ۱۴۷ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)

یعنی میری بات مانو جب تک میں تمہارے درمیان ہوں اور کتاب اللہ کو لازم پکڑو، اس کے حلال کردہ چیزوں کو حلال جانو اور اس کے حرام کردہ چیزوں کو حرام جانو۔

ایک بار ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ اے اللہ کے

رسول! جب میں گوشت کھاتا ہوں تو نفسانی خواہشات کا مجھ پر غلبہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کرلیا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ نبی ﷺ کی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ اس کو حلال چیز کو حرام کرنے سے روکا۔ قرآنی ہدایات کے بارے میں فہم و تتبع کی دعوت دی اور اس کو اصول سازی سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے وعید الٰہی سے ڈرایا اور بتایا کہ ایسا کرنے سے انسانی معاشرے کا نظام بگڑ جائے گا اور اللہ کے وضع کردہ اصول وقوانین کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔

الغرض حلت وحرمت کے باب میں قرآن مجید اور حدیث رسول تمام لوگوں کے لئے مشعل راہ ہیں جو شریعت میں حلال کی گئی ہیں وہ حلال ہیں اور جو حرام کی گئی ہیں وہ حرام ہیں اور اس کا حکم عام ہے جس کے اندر عرب وعجم سب داخل ہیں اور تا قیامت یہ اپنی اصلی ساخت پر قائم رہے گا۔

غذا کی اہمیت وافادیت

انسانی جسم عموماً غذاؤں کا آئینہ دار ہوا کرتا ہے۔ اگر جسم کو مناسب مقدار میں بہترین غذائیں نہ ملیں تو اس کی تمام تر توانائیاں ختم ہو جائیں گی اور ہر عضو اپنا کام چھوڑ دے گا۔ گویا غذا انسانی جسم کے لئے ایندھن کی طرح ہے کہ جس کے بغیر کسی چیز کی تیاری نامکمل ہی رہتی ہے اور گاڑی اپنی منزل مقصود تک پہنچنے میں ناکام ہوا کرتی ہے۔

تندرستی کے حصول میں غذا کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ غذا اور غذائیت دونوں لازم ملزوم ہیں۔ غذائیت کے بغیر غذا بالکل بیکار شئی ہے اور غذا کے بغیر غذائیت کا حصول ناممکن ہے۔

غذا انسانی جسم کی ایک ایسی سخت ضرورت ہے جس کے بغیر جینا محال ہے۔ خوردنی اشیاء (کھانے کی چیزیں) اپنے اندر ہضم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتیں بلکہ انہیں ہضم کرکے جسموں کے لئے کارآمد بنانے اور گوشت پوست کی شکل میں تبدیل کرنے میں جسمانی قوی کو بڑی کوشش کرنی پڑتی ہے۔

بلاشبہ غذا ہر ایک کے لئے بے حد ضروری ہے اور ہر ایک کے اندر یہ صلاحیت

ودیعت ہے کہ وہ دیگر عبادات۔ جن کی بجا آوری پر اجر وثواب ملتا ہے۔ کی طرح غذا کو مستقل عبادت خیال کرے تو غذا کے استعمال میں اجر وثواب کا ملنا عین ممکن ہے لیکن اسے زمرۂ عبادت میں شامل کرنے کے لئے چند چیزوں کا پاس ولحاظ رکھنا ضروری ہے۔

غذا کے استعمال میں نیت خالص ہونی چاہیے۔ نیت کے خالص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کھانا پینا اس نیت کے ساتھ ہو کہ غذائیں حلال طریقے سے حاصل کی گئیں ہیں۔ اور ان کے ذریعہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنی ہے۔ غذا کا استعمال کرنے والا اللہ رب العزت کا تابعدار ہو۔ اس کے دل میں خوف الٰہی سا جو ہر آبدار ہو۔ وہ ہمیشہ کھانے پینے میں اللہ سے اجر وثواب کا امیدوار ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى ''. [بخاری: ۱/۹، کتاب بدء الوحی، ۳/۱۵۱۵، کتاب الامارۃ]

جملہ اعمال نیتوں پر موقوف ہیں۔ ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

انسان جو بھی عمل کرنا چاہے، اگر اس کے اندر حسن نیت کا دخل ہے، تو اس کا اجر وثواب اسی پر موقوف ہوگا۔ خوردنی اشیاء کے استعمال سے ایک انسان کا مقصد مضبوط و طاقتور بن کر راہ الٰہی میں جنگ کرنا، اعلاء کلمہ حق کی خاطر اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرنا اور اپنی صحت وتندرستی کو بحال رکھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کرنا ہے۔ تو یقیناً غذا کا استعمال ایک عبادت ہے اور اس پر اجر وثواب کا ملنا یقینی ہے۔

علامہ نووی کا بیان ہے: ''وَيَتَضَمَّنُ ذٰلِكَ أَنَّ الْإِنْسَانَ إِذَا فَعَلَ شَيْئًا أَصْلُهُ عَلَى الإِبَاحَةِ وَ قَصَدَ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ تَعَالَى يُثَابُ عَلَيْهِ ،وَذٰلِكَ كَالْأَكْلِ بِنِيَّةِ التَّقْوىٰ عَلَى طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالَى ،وَالنَّوْمِ لِلْإِسْتِرَاحَةِ لِيَقُوْمَ إِلَى الْعِبَادَةِ نَشِيْطًا''. [المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج: ۱۱/۸۱]

اصل میں یہ چیز شامل ہے کہ انسان جو بھی چیز انجام دے اصلا مباح ہوتی ہے اور اس سے مقصود رضائے الٰہی کا حصول ہے جس پر ثواب و بدلہ ہے اور اسی جیسا کھانا بھی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی طاعت وفرمانبرداری تقویت کی نیت سے کھایا جائے اور آرام کی خاطر

سونا تا کہ نشیط ہوکر عبادت انجام دی جائے۔

خوردونوش میں سنت محمدی کے گل بوٹوں کو تلاش کرنا، ان اسلامی آداب کا پاس ولحاظ رکھنا جن کی صحت شرعی نصوص سے ثابت ہے، احیاء سنت رسول کے جذبہ سے سرشار انہیں عملی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کرنا دراصل خوشنودی الٰہی کو حاصل کر لینا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاْكُلَ الْاَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا وَ يَشْرِبَ الشُّرْبَةَ فَيَحْمِدَهُ عَلَيْهَا''. [صحيح مسلم: ۵۹۰۲/۴، كتاب الذكر والدعاء، باب استحباب حمد الله تعالى]

اللہ تعالیٰ بندہ سے اس وقت راضی ہوتا ہے جب وہ کھانے پینے پر اللہ کی حمد وشکر کرتا ہے۔ گویا بندہ رات یا دن کے کسی حصہ میں کھا پی کر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت پر شکر ادا کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل ہو جاتی ہے۔

غذا میں تغذیہ کی اہمیت

سائنس اور ٹکنالوجی کے اس ترقی یافتہ دور میں اہل یورپ کی کورانہ تقلید پر سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے۔ اور یہ عمل حیرت واستعجاب کا باعث بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عقل اور فہم وفراست عطا کی ہے۔ قوت تمیز سے نوازا ہے۔ تاہم انسان ہر عمل میں ان کے نقش قدم کی پیروی میں محو نظر آتا ہے۔ خواہ وہ ملبوسات وماکولات میں ہو یا زندگی کے کسی گوشہ کو زیب وزینت بخشنے میں ہو۔ ان میں سے قابل ذکر بات یہ ہے کہ آج اشیاء خوردنی کے تحفظ کے مختلف وسائل وذرائع اپنائے جارہے ہیں۔ کمپنیاں مرکباتی اجزاء اور کیمیاوی چیزوں کی آمیزش سے متنوع کھانوں کو تیار کر رہی ہیں اور ان کی پیکنگ کر کے بازاروں میں سپلائی کر رہی ہیں۔ ان پر رنگ برنگ کے ٹریڈ مارک لگے رہتے ہیں اور وہ مہر بند ملتی ہیں۔ ہوٹلوں، ریسٹورینٹوں اور دکانوں میں اس طرح کی دستیاب اشیاء کا کھانا قدرتی نعمتوں سے خود کو محروم کر کے غذاؤں اور کھانے پینے کی چیزوں سے صرف فیشن، نقالی یا

چٹور پن کی عادت ڈالنا یا چٹخارے کی وجہ سے لطف اندوز ہونا ہے۔ انسان فطرتاً خوشنما چیزوں کی طرف جلد مائل ہوتا ہے۔ نمائشی پیکنگ اور سجاوٹ شدہ مہر بند غذاؤں کی طرف دلوں کا میلان زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن ان کی ضرر رساں اثرات سے انسان یکسر غافل ہوتا ہے۔ بعض ماہرین نے ایسی غذاؤں کو نہایت نقصان دہ قرار دیا ہے کیوں کہ ان غذاؤں سے وہ تمام چیزیں ختم ہو جاتی ہیں جو غذائیت کہلاتی ہیں اور ان میں طاقت دینے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ ہاں ان سے زندگی کی رمق تو باقی رہ سکتی ہے لیکن قویٰ کا اضمحلال دور نہیں ہوتا ہے اور نہ غذاؤں میں تغذیہ کی صلاحیت مفقود ہونے کی وجہ سے انسان طاقت و توانائی کی امید رکھ سکتا ہے۔ بعض حضرات نے اپنی تحریروں کے ذریعہ انسانوں کو اس بات سے آگاہ کیا ہے اور صحیح غذاؤں کی رہنمائی کی ہے بلکہ اس سلسلے میں بہت ساری کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جن سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

بعض ماہرین لکھتے ہیں: ''آج کل مزے دار صحیح غذاؤں کی وبا عام ہے جس کے نتیجہ میں لوگ مصنوعی حیاتین شکر اور نشاستے سے پُر اور ثقیل حلوے اور غذائیں جو عام طور سے مہر بند ملتی ہیں، خریدتے ہیں اور کھاتے ہیں۔ ان سے کئی طرح کے نقصانات ہوتے ہیں مثلاً امراض قلب اور آنتوں کی بیماریاں، ذیابطیس، گردوں کی خرابی، دوران خون کے امراض وغیرہ۔ ایسی غذاؤں سے حیات بخش حیاتین کی بھی جسم میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان میں سے بعض مصنوعی یا نیم مصنوعی غذائیں خون میں کولیسٹرول کی سطح کو بلند کر دیتی ہیں جن سے شریانوں اور قلب کے امراض جنم لیتے ہیں۔

اللہ نے ہم کو عقل دی ہے پھر اس کے ساتھ ہی ماہرین طب اور معالجین کے مشورے اور ابلاغ عامہ کی سہولتیں عام ہیں۔ اس لئے ہمیں مصنوعی غذاؤں کی اشتہا بازی کے دام میں نہیں آنا چاہیے۔ ہمیں تازہ پھل، سبزیاں، ترکاریاں خاص طور سے جڑ اور ہرے پتے والی سبزیاں کھانی چاہیے۔ مثلاً سلاد، گاجر، مولی، شلجم، چقندر اور پالک وغیرہ۔ بعض سبزیاں اور ترکاریاں بہ طور خاص کچی کھانی چاہیے۔ مثلاً ٹماٹر، گاجر، مولی اور کچھ پھلیاں مثلاً چنے کے ہرے بونٹ اور مٹر وغیرہ جو حیاتین ای سے بھرپور ہوتے ہیں۔ کچھ اناج بھی نرم کچی حالت

میں کھائے جا سکتے ہیں مثلاً کچے چنے، اناجوں اور گوشت کو ضرورت سے زیادہ پکانے سے ان کے حیاتین ضائع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سبزیوں، گوشت اور خاص طور سے مچھلی کو بھی دھیمی آنچ پر اور کم مدت تک پکانا یا فرائی کرنا چاہیے۔

جب ہم اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے سادہ غذا کے استعمال پر زور دیا ہے اور بالخصوص ایسی غذاؤں کے استعمال پر توجہ دلایا ہے جن میں تازگی ہو اور حیاتین سے بھرپور ہو۔ ایسی غذاؤں کے استعمال سے باز رہنے کی تعلیم دی ہے جن کے استعمال سے نقصان کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اس کھانے سے منع کیا ہے جس کے ذائقہ میں تبدیلی آگئی ہو۔ کسی چیز کا زیادہ ذائقہ دار ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زیادہ صحت جسمانی کے لئے سودمند ہے۔ اور کسی غذا کا بالکل ذائقہ سے عاری ہونا یا سادہ ہونا تغذیہ سے خالی ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام کی حیات طیبہ کے دراسہ سے ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگیوں میں تازہ دودھ، تازہ پھل، گوشت اور زیتون کا تیل، شہد اور دیگر مقوی غذائیں استعمال کیا کرتے تھے۔ کبھی درخت کی پتیاں کھا کر گزارہ کرتے تھے اور کبھی بکری کے دودھ پینے پر اکتفا ہوتا تھا۔ ان کی زندگی میں فیشن زدہ اور چٹخارے والی چیزیں میسر نہیں تھیں۔ لیکن اس سادگی میں قوت وتوانائی حد درجہ موجود تھی کہ پیٹ پر پتھر بندھا ہوتا لیکن میدان کارزار میں دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹے رہتے تھے۔ یہ دراصل ان غذاؤں کے استعمال کا نتیجہ تھا جن میں غذائیت سب سے زیادہ ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ آج ہمیں غذاؤں کے انتخاب میں بے حد احتیاط برتنی چاہیے تاکہ متنوع مہلک امراض سے گلوخلاصی مل سکے اور ہم زندگی کا صحیح لطف اٹھا سکیں۔

غذا اختیار کرنے میں سنت نبوی اور جدید سائنس

کھانے والی غذاؤں سے انسانی جسم کی نشو ونما ہوتی ہے۔ خون، گوشت اور ہڈیاں انہی سے بنتی ہیں۔ لیکن ان کے لئے ضروری ہے کہ ان چیزوں کی رعایت کی جائے جو ماہرین اطباء نے لکھا ہے کیوں کہ ان کی پاسداری شریعت کے منافی نہیں

ہے۔ یہاں وہ غذائیں قابل ذکر ہیں جن میں سائنسی تحقیقات کے مطابق جسمانی نشو ونما کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔

گوشت، مچھلی، انڈا، سب قسم کی دالیں، دودھ، پنیر وغیرہ میں نائٹروجن یا البیومن (Albumin) موجود ہوتے ہیں۔ گھی، مکھن، تل، سرسوں، بادام، اور ناریل وغیرہ میں روغنی اجزاء زیادہ ہوتے ہیں۔ ان سے جسم کی چربی بنتی ہے اور جسم کو گرمی پہنچتی ہے۔ گڑ، چینی، گندم، چاول، مکئی، آلو اور کئی قسم کی سبزیوں میں کاربوہائیڈریٹس (Carbohydrates) پائے جاتے ہیں۔ متنوع پھلوں، سمندر کے پانی اور پہاڑی چیزوں سے نمک حاصل کیا جاتا ہے۔

مکھن، گھی، انڈے کی زردی اور سبز ترکاریوں میں وٹامن اے (VitaminA)۔ اناج، سبز ترکاریوں، پھلوں اور انڈے کی زردی میں وٹامن بی (VitaminB)۔ رس دار پھلوں اور سبزیوں میں وٹامن سی (VitaminC)۔ سبز ترکاریوں اور انڈے کی زردی میں وٹامن ڈی (VitaminD)۔ خربوزہ، بادام، پستہ وغیرہ میں وٹامن ای (VitaminE) پایا جاتا ہے۔ یہ وٹامن خاص طور سے عورتوں کے شکم میں موجود بچوں کی نشو ونما کے لئے معاون ہے۔ اسی لئے اس کا کھانا ان کے لئے بہت زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔ وٹامن ایف (VitaminF) یہ وٹامن ای کے قبیل سے ہے اور وٹامن جی (VitaminG) یہ وٹامن بی کے خاندان کا حصہ ہے۔

ان تمام وٹامنز کے حصول کے لئے ان چیزوں کو گاہے بگاہے کھانا ضروری ہے جن میں یہ پائی جاتی ہیں تاکہ ہر طرح کی قوت و توانائی ملتی رہے اور کسی وٹامن کی کمی سے کسی مرض کے پیدا ہونے کا امکان معدوم رہے۔

بعض عمدہ کھانوں کا بیان

ثرید کی فضیلت

دنیا کے اندر بہت سارے کھانے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر کھانا حلال ہے اِلاَّ یہ کہ شریعت نے صراحت کے ساتھ کسی کھانے کو نہ کھانے کا حکم دیا ہو۔ میں ان کھانوں کی بات کرنے جارہا ہوں جن کی فضیلت حدیثوں کے اندر بیان کی گئی ہے ان میں سے پہلا ثرید ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم کے اندر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ساری عورتوں پر ایسی ہے جیسا کہ ثرید کی فضیلت سارے کھانوں پر ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: (۱۰۴۵) میں حضرت سلمان فارسی کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: برکت تین چیزوں میں ہے۔ جماعت، ثرید، اور سحری۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد: (۴/۲۹۵) میں لکھا ہے کہ ثرید روٹی اور گوشت سے بنایا جاتا ہے چنانچہ روٹی تمام کھانے کی چیزوں میں افضل ہے اور گوشت سب سے بہتر سالن ہے۔ پھر جب وہ دونوں اکٹھا ہو جائیں تو ان دونوں کے بعد کسی کی حاجت نہیں ہے۔

مدینہ کے عجوہ کھجور کی فضیلت

کھجور بھی اللہ کی عظیم ترین نعمت ہے کھجور کھایا اور پانی پی لیا تو بھوک و پیاس ختم ہو جاتی ہے۔ عہد رسالت میں لوگ کھجوروں پر زندگی بسر کرتے تھے۔ غلہ جات کی کثرت سے پیداوار نہ تھی بلکہ اس وقت کھجور ہی عربوں کی اصل خوراک تھی۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بَیْتٌ لاَتَمْرَ فِیْهِ جِیَاعٌ اَهْلُهٗ'' (صحیح مسلم (۲۰۴۶) بحوالہ صحیح الجامع: ۲۸۴۴) کہ جس گھر میں کھجور نہ ہو اس کے گھر والے بھوکے رہ گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانے میں بھوک کو ختم کرنے والی چیزوں میں سب سے افضل چیز یہی تھی اور اس کا ہر گھر میں پایا جانا ضروری تھا۔ اگر کسی کے یہاں نہ ہوتا تو اس کو بھوکا شمار

کیا جاتا تھا۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: (۱۷۷۶) میں عبیداللہ بن رافع جو اپنی دادی سلمی سے روایت کرتے ہیں بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں کھجور نہ ہو وہ اس گھر کی مانند ہے جس میں کھانا نہ ہو۔

سنن بیہقی میں ایک روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سب سے عمدہ کھجور البرنی کو قرار دیا ہے اور اس لئے کہ وہ بیماریوں کو رفع کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کھجور میں کوئی بیماری نہیں ہوتی ہے۔ (صحیح الجامع: ۳۳۰۳)

نبی اکرم ﷺ نے کھجور کو مومن کے لئے بہترین سحری قرار دیا ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۵۶۲)۔ تمام کھجوروں میں مدینہ کے عجوہ کھجور کی جو فضیلت ہے وہ کسی کھجور کی نہیں ہے۔ سب سے افضل ترین کھجور عجوہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو صبح کھالی پیٹ عجوہ کھجور سات عدد کھالے تو دن بھر اس کو نہ جادو نقصان پہنچائے گی نہ ہی زہر اس کے لئے ضرر رساں ثابت ہوگی۔ (مسند احمد بحوالہ السلسلۃ للالبانی: ۲۰۰۰)

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عمدہ عجوہ کھجور میں شفاء ہے یا اسے صبح سویرے کھانا تریاق ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی شاہد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع روایت بھی ہے جس میں ہے کہ جس نے کھالی پیٹ مدینہ کے دونوں سنگلاخ سوختوں کے درمیان کی سات کھجوروں کو کھالیا تو اس کو اس دن شام تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔ (بخاری: ۵۴۴۵، مسلم: ۲۰۴۷)

کھجور جتنا نیا ہوگا اتنا ہی لذیذ اور فائدہ مند ہوگا۔ جب کھجور پیش کیا جائے تو دیکھ لینا چاہئے کہ زیادہ پرانا تو نہیں ہے جس کے کھانے سے نقصان کا اندیشہ اغلب ہو۔ اگر ایسا ہو تو صحت کا خیال کرتے ہوئے چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ پرانے کھجوروں کو کھایا کرتے تھے تو اس میں پڑے کیڑوں کو ڈھونڈھ کر نکال دیا کرتے اور انہیں کھا جاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: "اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِتَمْرٍ عَتِیقٍ، فَجَعَلَ یُفَتِّشُهُ یُخْرِجُ السُّوسَ مِنْهُ" ۔ (ابوداود: ۴/۲۷۵-۲۷۶، ابن ماجہ: ۴/۴۱ (۳۳۳۳)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے)۔

مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ پرانے کھجور کو پیش کیا جاتا تو اس میں سے کیڑے کو ڈھونڈھ کر نکال دیتے۔

مختصر یہ کہ کھجور اللہ کی عظیم ترین نعمت ہے۔ اور عمدہ کھانا بھی ہے۔ اس میں ایسے عناصر موجود ہیں جن سے بہت ساری بیماریوں سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ عجوہ کھجور کھانے سے کسی بھی قسم کے جادو سے نہ نقصان ہوگا اور نہ ہی زہر انسانی جسم میں سرایت کرتا ہے۔ کھجوروں کے کھانے میں آدمی کو دیکھنا چاہیے کہ سب سے خراب کھجور اگر مل جائے جس میں کیڑے پڑ چکے ہوں تو ان کے کھانے سے صحت و سلامتی کی حفاظت ممکن ہو تو کیڑے نکال کر کھالے ورنہ ان کے کھانے سے پرہیز کرے۔

شہد عمدہ غذا ہے

شہد اللہ تعالی کا ایک انعام ہے اور بندوں کے لئے بہترین غذا ہے۔ اس کے اندر بہت ساری بیماری کے لئے شفاء ہے۔ اس کی فضیلت سورہ نحل: (۶۸/۶۹) کی اس آیت سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے۔ ,,وَأَوْحَى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ".

ترجمۃ: آپ کے رب نے شہد کے مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں درختوں اور لوگوں کی بنائی ہوئی اونچی اونچی عمارتوں میں اپنا گھر بنا اور ہر طرح کے میوہ کھا اور اپنے رب کی آسان راہوں میں چلتی پھرتی رہ ان کے پیٹ سے رنگ برنگ مشروب نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اور جس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے غور و فکر کرنے والوں کے لئے

اس میں بہت بڑی نشانی ہے۔

اللہ نے دنیا میں تمام لوگوں کے لئے شہد کو عمومی طور پر کھانا بنایا ہے اور اس میں بڑی شفاء رکھی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ شہد کی مکھیاں مختلف پھلوں کے رس کو چوس کر آتی ہیں اور جو پیٹ میں مشروب لاتی ہیں ان میں کئی طرح کے وٹامنز اور قوت و توانائی عطا کرنے والے اور بیماریوں سے بچانے والے اجزاء ہوتے ہیں۔ سب سے دلچسپ اور عمدہ بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کو جنتیوں کا کھانا مقرر کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ,, وَاَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى وَ لَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ " (محمد : ۱۵) ۔

اور (جنت میں) شہد کی نہریں ہیں جو بہت صاف ہیں اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔

ابن ماجہ کی صحیح روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہد سے ہر بیماری کے لئے شفاء حاصل کرو۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دو چیزوں کو لازم پکڑو جس میں شفاء ہے وہ شہد اور قرآن ہے۔

شہد کے اندر ایسی شفاء ہے جس سے اللہ کے قدرت کاملہ پر انسان کا یقین پختہ و کامل بن جاتا ہے اور بہت ساری بیماریوں سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ,, إِنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : أَخِي يَشْتَكِي بَطْنَهُ ، فَقَالَ : اَسْقِهِ عَسَلاً ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ ، فَقَالَ : اَسْقِهِ عَسَلاً ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ ، فَقَالَ : اَسْقِهِ عَسَلاً ، ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ : فَعَلْتُ ؟ فَقَالَ : صَدَقَ اللّٰهُ وَ كَذِبَ بَطْنُ أَخِيكَ ، أَسْقِهِ عَسَلاً فَقَالَ فَبَرِأَ ". (صحیح بخاری: ۱۹۶۴)۔

ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا بھائی پیٹ کی تکلیف میں مبتلا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ' پھر وہی دوسری اور تیسری بار حاضر ہوا اور آپ ﷺ نے فرمایا: شہد پلاؤ۔ چوتھی بار حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے حکم

کے مطابق عمل کیا (لیکن شفاء نہ ہوئی) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ انہیں پھر شہد پلاؤ چنانچہ انہوں نے شہد پھر پلایا اور وہ اسی سے صحت یاب ہوگیا۔

زیتون۔فوائد و خصوصیات

زیتون ایک ایسا درخت ہے جس کا پھل اور تیل کھایا جاتا ہے۔ یہ بابرکت درخت ہے اور جس سرزمین میں اگتا ہے وہ بھی بابرکت ہوا کرتی ہے۔

قرآن کریم نے اس کے بارے میں بیان کیا ہے: ,,اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ' مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ 'اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ 'اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ 'يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ' يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ 'نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ 'يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ". (النور:۳۵)۔

اللہ آسمان اور زمین کا نور ہے اس کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہو اور شیشہ مثل چمکتے ہوئے روشن ستارے کے ہو وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ مشرقی ہے اور نہ ہی مغربی خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی دینے لگے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے' نور پر نور ہے' اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے چاہے' اللہ تعالیٰ یہ مثالیں لوگوں کے لئے بیان فرمارہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے۔

اس کے سلسلے میں امام رازی (۶۰۶ھ) بیان فرماتے ہیں:"وَصَفَ اللّٰهُ تَعَالٰى زَيْتَهَا بِاَنَّهٗ يَكَادُ يُضِيْئُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ لِاَنَّ الزَّيْتَ اِذَا كَانَ خَالِصًا صَافِيًا ثُمَّ رُوِيَ مِنْ بَعِيْدٍ يُرٰى كَاَنَّ لَهٗ شُعَاعًا ، فَاِذَا مَسَّهُ النَّارُ ازْدَادَ ضَوْءًا عَلٰى ضَوْءٍ كَذٰلِكَ يَكَادُ الْمُؤْمِنُ يَعْمَلُ بِالْهُدٰى قَبْلَ اَنْ يَاْتِيَهُ الْعِلْمُ ،فَاِذَا جَاءَهُ الْعِلْمُ ازْدَادَ نُوْرًا عَلٰى نُوْرٍ وَ هُدًى عَلٰى هُدًى". (تفسیر کبیر:۲۳/۲۲۷)

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے زیتون کے تیل کا آگ چھوئے بغیر ہی روشن ہو اٹھنے کا وصف اس لئے بیان کیا ہے کہ جب وہ تیل خالص اور صاف شفاف ہو اور اس کو دور سے دیکھا جائے تو ایسا محسوس ہو گویا اس کی شعاع ہو اور جب اس کو آگ سے جلایا جائے تو اس کی روشنی دوبالا ہو جاتی ہے۔ مومن کا بھی یہی حال ہے کہ وہ بغیر علم ودلائل کے بھی ہدایت پر عمل پیرا رہتا ہے اور جب اس کے پاس علم اور براہین آجاتے ہیں تو اس کا نور ہدایت بھی اسی طرح روشن اور دوبالا ہو جاتا ہے۔

اس آیت کے ضمن میں حافظ صلاح الدین یوسف صاحب' حاشیہ: (ص/۸۴۱) میں لکھتے ہیں: یعنی جس طرح ایک طاق میں ایسا چراغ ہو جو شیشے کی قندیل میں ہو اس میں ایک بابرکت درخت کا ایسا خاص تیل ڈالا گیا ہو کہ آگ (دیا سلائی) دکھائے بغیر ہی بذات خود روشن ہو جانے کے قریب ہو یوں یہ ساری روشنیاں ایک طاق میں مجتمع ہو گئیں اور وہ بقعہ نور بن گیا اسی طرح اللہ کے نازل کردہ دلائل وبراہین کی حیثیت ہے کہ وہ واضح بھی ہیں اور ایک سے بڑھ کر ایک بھی۔ یعنی نور علی نور جو مشرقی ہے نہ مغربی' کا مطلب ہے وہ درخت ایسے کھلے میدان اور صحراء میں ہے کہ اس پر دھوپ صرف سورج کا، پھل بہت عمدہ ہوتا ہے اور اس سے مراد زیتون کا درخت ہے جس کا پھل اور تیل سالن کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے اور چراغ میں تیل کے طور پر بھی۔

قرآن میں سورہ التین کے اندر اللہ تعالیٰ نے زیتون کی قسم کھا کر اس کی اہمیت کو دو چند کر دی ہے۔ مفسرین کے تمام اختلاف کے باوجود سب سے صحیح تفسیر یہی ہے کہ وہ ایسا درخت ہے جس کا پھل کھایا جاتا ہے اور بہت عمدہ ہوتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے ,,ترجمان القرآن: (۵/۶۲۷) میں لکھا ہے۔

چنانچہ امام ابن جریر (ج۳/ص ۱۵۴) کا بھی یہی خیال ہے۔ تمام روایتیں جمع کر کے لکھتے ہیں:

,,وَالصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ فِیْ ذٰلِکَ عِنْدَنَا مَنْ قَالَ : اَلتِّیْنُ هُوَالَّذِیْ یُؤْکَلُ الزَّیْتُوْنَ هُوَالزَّیْتُوْنُ الَّذِیْ یَعْصُرُمِنْهُ الزَّیْتُ لِاَنَّ ذٰلِکَ هُوَ الْمَعْرُوْفُ

عِنْدَ الْعَرَبِ الْآنَ يَقُوْلُ قَائِلٌ أَقْسَمَ رَبُّنَا بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَالْمُرَادُ مِنَ الْكَلَامِ الْقَسَمِ بِمُنَابَتِ التِّيْنِ وَمَنَابَتِ الزَّيْتُوْنِ فَيَكُوْنَ ذٰلِكَ مَذْهَبًا"۔

اس بارے میں ہمارے نزدیک انہی لوگوں کا قول ٹھیک ہے جنہوں نے کہا کہ تین وہی ہے جو کھایا جاتا ہے اور زیتون وہی زیتون کا درخت ہے جس سے تیل نکلتا ہے کیونکہ عرب میں یہ معروف تھا اور اس نام کے کسی پہاڑ کو وہ نہیں جانتے تھے' ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کہے کہ اللہ تعالی نے تین اور زیتون کی قسم کھائی' مگر مقصود اس سے تین اور زیتون کے پیدائش کے مقامات کی قسم کھانا ہے سو اگر یہ کہا جائے تو یہ ایک مذہب ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ تین و زیتون سے یہی پھل اور درخت مراد لیتے ہیں ان کو صرف اس سے انکار ہے کہ کسی ملک یا پہاڑ کا نام تین و زیتون نہیں ہے اور یہ بالکل صحیح ہے لیکن اس سے وہ انکار نہیں کرتے کہ ان چیزوں سے ان چیزوں کی پیدائش کی سرزمین مراد نہ ہو۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ زیتون میں بہت نفع ہے۔اس کے تیل سے چراغ جلایا جاتا ہے۔ وہ سالن ہے اسے جسم میں ملا جاتا ہے اس سے دباغت دی جاتی ہے۔ وہ ایندھن ہے اس کی لکڑی کو جلایا جاتا ہے۔ اس کے ہر چیز میں نفع ہے یہاں تک کہ اس کی راکھ سے ریشم دھویا جاتا ہے۔ یہ پہلا درخت ہے جو دنیا میں اگا ہے۔ اور پہلا درخت ہے جو طوفان کے بعد اگا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے مقامات اور ارض مقدسہ میں اگا ہے۔ اس کے لئے ستر انبیاء کرام نے برکت کی دعا کی ہے جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ بھی ہیں۔

آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو زیت و زیتون میں برکت دے۔ ایسا آپ نے دو مرتبہ فرمایا۔ حضرت ابواسید انصاری کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم زیتون کا تیل کھاؤ اس لئے کہ وہ مبارک ہے اور اسے سالن بناؤ اور اسے جسم پر ملو اس لئے کہ وہ مبارک درخت سے نکلتا ہے۔ (مسند احمد' ترمذی' دارمی' بحوالہ سلسلہ الاحادیث الصحیحہ: ۳۷۹)

اس کے مختلف فوائد و خصوصیات کے بارے میں علامہ ابن قیم نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''زاد المعاد: (۳۱۶/۴) میں لکھا ہے:

,,اَلزَّيْتُ حَارٌّ رَطْبٌ فِي الْأَوْلٰى 'وَغَلَطَ مَنْ قَالَ يَابِسٌ 'وَالزَّيْتُ بِحَسْبِ زَيْتُوْنِهٖ' فَالْمُعْتَصِرُ مِنَ النَّضَجِ أَعْدِلَهُ وَأَجْوَدَهُ 'وَمِنَ الْفَجِّ فِيْهِ بُرُوْدَةٌ وَيُبُوْسَةٌ وَمِنَ الزَّيْتُوْنِ الْأَحْمَرِ مُتَوَسِّطَةٌ بَيْنَ الزَّيْتَيْنِ 'وَمِنَ الْأَسْوَدِ يَسْخَنُ وَيَرْطَبُ بِاِعْتَدَالٍ ' وَيَنْفَعُ مِنَ السَّمُوْمِ 'وَيُطْلَقُ الْبَطْنُ 'وَيَخْرُجُ الدُّوْدُ وَ الْعَتِيْقُ مِنْهُ أَشَدُّ تَسْخِيْنًا وَتَحْلِيْلاً 'وَمَاءٌ اِسْتَخْرَجَ مِنْهُ بِالْمَاءِ 'فَهُوَ أَقَلُّ حَرَارَةً 'وَأَلْطَفُ وَ أَبْلَغُ فِي النَّفْعِ ' وَجَمِيْعُ اَصْنَافِهٖ مُلَيِّنَةٌ لِلْبَشْرَةِ وَتَبْطِئُ الشَّيْبَ ''وَمَاءُ الزَّيْتُوْنِ الْمَالِحِ يَمْنَعُ مِنْ تَنَفُّطِ حَرْقِ النَّارِ ' وَيَشُدُّ اللُّثَّةَ 'وَوَرَقُهٗ يَنْفَعُ مِنَ الْحُمْرَةِ 'وَالنَّمْلَةِ 'وَالْقُرُوْحِ الْوَسْخَةِ 'وَالشَّرٰى 'وَيَمْنَعُ الْعِرَقَ وَمَنَافِعُهٗ اَضْعَافُ مَا ذَكَرْنَا''.

یعنی زیتون شروع میں گرم اور مرطوب ہوتا ہے اور جس نے یہ کہا ہے کہ وہ خشک ہوتا ہے اس کا کہنا درست نہیں ہے۔اس کے تیل کی مختلف قسمیں ہیں اگر اس کا پھل پک جائے اور پکنے کے بعد اس سے تیل نچوڑا جائے تو وہ سب کے لئے عمدہ ہوتا ہے اور اگر اسکا پھل کچا ہو اور اس سے تیل نچوڑا جائے تو وہ ٹھنڈا اور خشک ہوتا ہے۔سرخ زیتون سے جو تیل نکلتا ہے وہ ان دونوں کے درمیان رہتا ہے یعنی معتدل ہے۔اور کالے زیتون سے جو تیل نکلتا ہے وہ گرم کیا جائے اور اسے ملنے کے بعد پٹی باندھ دی جائے تو وہ زہر کو ختم کرتا ہے اور قبض کو دور کرتا ہے۔ پیٹ سے کیڑوں کو نکالتا ہے۔ان میں جو پرانا ہو جائے اسکو زیادہ گرم اور تحلیل کیا جائے اور اس سے جو پانی نکالا جاتا ہے اس میں حرارت کم ہوتی ہے۔زیادہ لطیف ہوتا ہے اور زیادہ نفع بخش ہوتا ہے۔اسکی ساری قسمیں چمڑے کو ملائم بناتی ہیں اور اس کو سر میں لگانے سے سر کا بال دیر سے پکتا ہے۔زیتون کا نمکین پانی آگ سے جلنے کے بعد بدن میں آبلہ نکلنے نہیں دیتا۔وہ مسوڑھوں کو مضبوط بناتا ہے اس کا پتا بدن پر دانے پھنسی ' زخم اور چھالے کو ختم کرتا ہے اور پسینے کو روکتا ہے۔اس سے منافع اس کے کئی گنا ہیں جو ہم نے بیان کیا ہے۔

عبداللطیف بغدادی اپنی کتاب ''الطب من الکتاب و السنه'': (ص/۱۱۴)

میں لکھتے ہیں:

''یہ ٹھنڈا اور مرطوب ہوتا ہے۔ یہ جس قدر پرانا ہوگا اس کی حرارت اسی قدر زیادہ ہوگی۔ اس کے تیل کی مالش بالوں اور اعضائے جسمانی کو مقوی بناتی ہے اور بڑھاپے کی آمد میں تاخیر کا سبب بنتی ہے۔ وہ جسمانی زہروں کے لیے تریاق کا کام کرتا ہے۔ پیٹ صاف کرتا ہے۔ اس کے دردوں کو ختم کرتا ہے اور اس کے کیڑوں کو نکالتا ہے۔ اس کے منافع بے شمار ہیں۔ زیتون کے تیل کے علاوہ تمام قسم کے تیل معدہ اور آنتوں کو کمزور کرتے ہیں''۔

محققین اطباء نے زیتون کے فوائد میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ نہار پیٹ دو چمچہ زیتون کا تیل مزمن قبض، پتہ کی نقاہت اور کمزوری کو دور کرتا ہے۔ پتھری کے لیے یہ انتہائی مفید ہے، یہ پتہ میں چکنے مادے کی زیادتی کر کے صفراوی مادے کی کمی کو دور کرتا ہے۔ زیتون کا تیل نوزائدہ بچوں کی ہڈیوں کی نشوونما کے لیے بھی مفید ہے۔ جلدی امراض کا ازالہ کرتا ہے۔ بوڑھے اشخاص کے اعصابی امراض اور ہڈیوں کی نقاہتوں کے ازالہ میں معاون ہے۔ زیتون کے پتے انگلیوں کے سوجن میں ہیں۔ اس عرق سے بالوں کی حفاظت ہوتی ہے۔ یہ پھوڑے پھنسیوں، خارش، چھپاکی اور سوکھے زخموں کو مٹاتا ہے۔ زیتون کا پانی لنگڑی، پٹھوں اور جوڑوں کے درد کے لیے مفید ہے۔

کھانے میں بھی حکمت درکار ہے

جب بھی کوئی چیز کھائی جاتی ہے تو وہ ہضم ہو کر جزو بدن بن جاتی ہے۔ عمدہ ہاضمہ اور عمدہ تندرستی کے لئے چبانے کا فن جہاں رسول نے بتایا وہاں جدید سائنسی تحقیقات نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ کھانے کو بغیر چبائے نہیں نگلنا چاہیے۔ جو لوگ کھانے والی چیزوں کو بغیر چبائے نگل جاتے ہیں۔ وہ اطباء کے بیانات اور جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں دبلا پتلا اور بہت ہی کمزور ہوا کرتے ہیں۔ اکثر ایسے لوگ ضعف معدہ کے شکار ہو جایا کرتے ہیں۔

کھانے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ جو نوالہ منہ میں ڈالا جائے اس کو اچھی طرح سے

چبالیا جائے تاکہ منہ کا لعاب کھانے میں شامل ہو کر اس کو ملائم کر دے۔ کیوں کہ لعاب دہن غذا کو اس کی مزید تغیرات کے لئے تیار کرنے میں بڑا کام دیتا ہے۔ یہ کھانے والے کے لئے نہایت ضروری امر ہے کہ ملائم سے ملائم غذا بھی منہ کا لعاب شامل کیے بغیر معدہ میں نہ داخل کیا جائے۔

بعض ماہرین کا خیال یہ ہے کہ چبا کر کھانے والا عمر دراز ہوا کرتا ہے اور توانا و تندرست بھی۔ اس کے گوشت پوست اور اس کی ہڈیاں مضبوط ہوا کرتی ہیں۔

اس سلسلے میں بسیار خوری جان لیوا ہوسکتی ہے اور تندرستی کے لئے نقصان دہ بھی۔ آپ نے حضرت امام مسلم رحمہ اللہ کا واقعہ ضرور سنا ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک حدیث کی تلاش و جستجو میں اس قدر منہمک ہوئے کہ بغل میں رکھی کھجور کی ٹوکری کے تمام کھجور کھا گئے۔ اور ان کو اس کا اندازہ بھی نہ ہوا۔ بالآخر یہ ان کی موت کا سبب بن گیا۔ واللہ اعلم

چنانچہ ہر شخص شب و روز میں اپنے اوقات خورش کو بانٹ لے۔ اور کم خوری کی عادت ڈالے تاکہ وزن ہلکا رہے اور بدن میں چستی و پھرتی باقی رہے۔

کھانے اور پینے میں نیت کرنا

انسانی زندگی میں کاموں کا ہجوم ہے اور کوئی بھی کام ہو سب سے پہلے انسان اس کا ارادہ کرتا ہے۔ بعض کام ایسے ہیں جن میں نیت خالص ہو اور ارادہ نیک ہو تو اس پر اجر و ثواب ملتا ہے۔ یوں تو ہر عمل کا مدار ہی نیت پر ہے، اس میں صالحیت رہی تو عمل صالح ہو گا، اس میں فساد رہا تو عمل بھی فاسد ہوگا۔ عمر بن خطاب کی حدیث سے یہی پتہ چلتا ہے۔

ارشاد نبوی ہے: "اِنَّمَا الْاَ عْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِیٍٔ مَّا نَوٰی ،فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُهَا اَوْاِمْرَاَةٍ یَنْکِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰی مَاهَا جَرَ اِلَیْهِ" (بخاری: ۱/۱۲۔ الفتح، مسلم: ۱۳/۵۵)

ترجمہ: عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی (اچھی یا بری) نیت کے مطابق (اچھا یا برا) بدلہ ملے گا۔ پس جس کی ہجرت، اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی،

اس کی ہجرت انہی کی طرف سمجھی جائے گی اور جس نے دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت انہی مقاصد کے لئے ہوگی۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وَاِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ عَلَيْهَا ، حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فِيْ امْرَاَتِكَ "۔ (بخاری: ۱/۱۸۰، مسلم: ۱۱/۷۹)

تم جو بھی اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرو گے تو اس پر تمہیں اجر ملے گا حتی کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے (اس پر بھی ثواب ملے گا)۔

معلوم یہ ہوا کہ ہر اس مباح اور جائز کام کے ذریعہ اللہ کی خوشی تلاش کی جائے تو وہ طاعت ہے اور اس کے کرنے پر انسان کو اجر و ثواب ملے گا۔

امام نووی شرح صحیح مسلم: (۱۱/۸۱) میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ انسان جب کوئی کام کرے تو اس عمل کی اساس اباحت ہے۔ اس سے مقصود رضائے الٰہی ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے، اسی طرح کھانا اور پینا بھی ہے جس سے مقصد اللہ کی اطاعت و بندگی پر مضبوط و توانا ہونا ہے اور سونا بھی ایک عمل ہے جس سے استراحت مقصود ہے تاکہ صبح بیدار ہو تو وہ عبادت میں نشیط رہے۔

اس سے نیت یہی ہو کہ ہم صحت مند اور طاقت ور بن جائیں اور اس سے اللہ کی بندگی ہو اور اللہ کا کلمہ بلند ہوتا رہے۔ گویا دین کے کاموں میں اپنی طاقت و صحت سے فائدہ پہنچاتا رہے، کھانے اور پینے سے محض لذت کوشی اور عیش پرستی نہ ہو بلکہ اس سے مقصود مطیع اور فرمانبردار ہونا ہو، ایسے لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو کھانے اور پینے ہی کو اپنی زندگی سمجھتے ہوں اور اس سے ان کا مقصد صرف لذت حاصل کرنا ہو، اللہ تعالی نے کافروں کی مذمت فرمائی ہے جو شکم سیر ہو کر کھاتے ہیں اور عیش و عشرت کی زندگی میں مست رہتے ہیں۔

فرمایا: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ" (سورہ محمد: ۱۲)۔

اور جو لوگ کافر ہوئے وہ دنیا ہی کا فائدہ اٹھا رہے ہیں اور مثل چوپایوں کے کھا رہے ہیں

ہیں انکا اصل ٹھکانہ جہنم ہے۔

"یعنی جس طرح جانوروں کو پیٹ اور جنس کے تقاضے پورے کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہوتا ہے یہی حال کافروں کا ہے۔ان کا مقصد زندگی بھی کھانے پینے کے علاوہ کچھ نہیں، آخرت سے وہ بالکل غافل ہیں اس سے ضمنا کھڑے کھڑے کھانے کی ممانعت کا بھی اثبات ہوتا ہے جس کا آج کل دعوتوں میں عام رواج ہے کیوں کہ اس میں بھی جانوروں سے مشابہت ہے جسے کافروں کا شیوہ بتلایا گیا ہے۔ احادیث میں کھڑے کھڑے پانی پینے سے نہایت سختی سے منع کیا گیا ہے، جس سے کھڑے کھڑے کھانے کی ممانعت بطریق اولی ثابت ہوتی ہے اس لئے جانوروں کی طرح کھڑے ہوکر کھانے سے اجتناب کرنا نہایت ضروری ہے۔(دیکھئے: زادالمعاد)۔

اس سے کسی کو انکار نہیں کہ طعام وشراب انسانی ضروریات زندگی کا ایک اہم حصہ ہیں اور بقائے حیات کا سامان ہیں لیکن ان میں زبانی ولفظی نیت کی ضرورت نہیں بلکہ محل نیت دل ہے نہ کہ زبان اور یہ تمام عبادتوں میں ہے۔اگر کوئی زبانی نیت کرتا ہے تو باتفاق علماء و مسلمین یہ نیت نہیں ہوگی اور نیت میں اخلاص ہو اور مقصد اللہ کی طاعت و بندگی پر قدرت پانا ہو۔نفسانی خواہشات کی تکمیل اور کھانے پینے کی ایک عام سی عادت نہ ہو تو اللہ تعالی ہر نیک نیتی پر ثواب دے گا۔

بھوک سے پناہ مانگنا

بھوک لگنا اچھی صحت کی علامت ہے۔ جب انسان بھوک محسوس کرے اور بقدر ضرورت کھائے اور پیئے تو اس کی صحت بہت اچھی رہتی ہے، اگر بھوک ہی ختم ہو جائے اور انسان کھاتا رہے تو کسی بھی بیماری میں مبتلا ہوسکتا ہے اور بھوک کا احساس نہ ہونے کی وجہ سے وہ کھائے ہی نہیں تو یہ بھی صحت کے لئے بہتر نہیں ہے۔اس سے یہ خطرہ ہے کہ آدمی آہستہ آہستہ نہ کھانے کی وجہ سے نحیف ولاغر ہو جائے اور ایک دن لقمہ اجل بن جائے۔

اطباء وحکماء کے بیان کے مطابق خواہش کے مطابق کھانا، بقدر ضرورت کھانا، چبا چبا

کر کھانا ہی بحالی صحت کا راز ہے۔

ہاں! بھوک ایسی نہ ہو کہ برابر انسان کھانے ہی میں لگا رہے اور دن رات کے اکثر اوقات کھانے ہی میں گزر جائیں اگر کسی کو بھوک کی بیماری لاحق ہوگئی ہو تو بھی بہتر نہیں ہے اس کو اس سے پناہ طلب کرنی چاہیئے۔

ایک مسلمان کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ بھوک سے پناہ مانگے اس لئے کہ اس سے عبادات میں کمی پیدا ہوتی ہے اور برے افکار و خیالات پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُوْعِ ، فَاِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِیْعُ ،وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخِیَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ". (علامہ البانیؒ نے اس کو ابن ماجہ: ۲۷۲۳ میں حسن قرار دیا ہے۔

نسائی: ۶۵۶/۸ (۵۴۸۳) ابن ماجہ: ۵۰/۴ (۳۳۵۴)

بھوک کی حد کیا ہے۔ اس میں قدرے اختلاف ہے۔ اول یہ کہ کسی کو ایک روٹی کی خواہش ہو، جب وہ سالن طلب کرے تو یہ سمجھا جائے کہ وہ بھوکا نہیں ہے۔ دوم یہ کہ اس کی تھوک زمین پر گرے تو اس پر مکھی نہ آئے۔ صحیح بات یہ ہے کہ بھوک کی حد لوگوں کے حالات کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے۔ ہر شخص کو اس کی صحت کے مطابق ہی بھوک لگتی ہے۔ ہاں! نبی اکرم ﷺ ایسی نفس سے بھی پناہ طلب کرتے تھے جس کو آسودگی نہ ملے۔ چنانچہ ہر انسان کو ایسی بھوک اور نفس سے پناہ مانگنی چاہیئے۔

کھانا کب کھایا جائے؟

یہ بات گزر چکی ہے کہ کھانا اسی وقت کھایا جائے جب بھوک لگی ہو اور کھانے کی خواہش ہو۔ دن میں تین بار اور زیادہ سے زیادہ چار بار، لیکن اس میں بھی ہلکی اور زود ہضم غذاؤں کا انتخاب ضروری ہے۔ لیکن مجھے یہاں بتانا یہ ہے کہ قضاء حاجت سے فارغ ہو کر کھانا کیسا ہے؟ کیا بغیر طہارت حاصل کیے کھانا درست نہیں ہے؟ میں اس سلسلے میں کہوں گا کہ پیشاب یا پاخانہ سے فارغ ہو کر کھانا تناول کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اور نہ کھانے سے

پہلے وضو کرنا ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت سے فارغ ہو کر باہر آئے۔ ان کے پاس کھانا لایا گیا تو صحابہ کرام نے وضو کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "أُ رِيْدُ أَنْ أُصَلِّيَ فَأَتَوَضَّأُ"؟ کیا میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں کہ وضو کروں؟۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لئے گئے جب واپس تشریف لائے تو ان کے سامنے کھانا پیش کیا گیا اور ان سے عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! "أَلاَ تَوَضَّأُ"؟ قَالَ : لِمَ؟ أَلِلصَّلاَةِ ؟ اے اللہ کے رسول! کیا وضو نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا۔ کیا نماز کے لئے؟

تیسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی حاجت پوری کی " فَقُرِبَ اِلَيْهِ طَعَامٌ فَأَكَلَ وَ لَمْ يَمسّ مَاءً "، کھانا آپ کو پیش کیا گیا، آپ نے تناول فرمایا اور وضو نہیں کی۔ [صحیح مسلم: ۱/۲۸۲، ۲۸۳]

اس سے معلوم ہوا کہ بیت الخلاء اور مقام قضاء حاجت سے نکلنے کے بعد بغیر وضو کھانا تناول فرمانا مکروہ نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص وضو کر کے کھاتا ہے تو اس کا یہ عمل سنت رسول کے مخالف بھی نہیں ہے۔ یہ تو ایک جواز کی حد قائم کی گئی ہے تا کہ معاشرے میں کوئی ایسا کر لے تو اسے کراہیت کی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ حالانکہ عام طور سے باوضو رہنا ایک محبوب عمل ہے تاہم سنت رسول یہ بھی ہے کہ اگر کوئی آدمی قضاء حاجت سے فارغ ہو کر بغیر وضو کھانا تناول کرے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور خیال رہے کہ کھانے میں اپنا دایاں ہاتھ ہی استعمال کرے۔ بایاں ہرگز نہیں۔ ورنہ مہلک جراثیم کے منہ کے اندر چلے جانے کا امکان قوی ہوگا۔

کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا خیر کا حامل ہے

اسلام کے اندر نظافت و طہارت پر بڑا زور دیا گیا ہے اور اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ کپڑوں کی صفائی کے ساتھ ساتھ جسم کو بھی صاف رکھا جائے۔ اعضائے جسم کے اندر

لگی نجاست وغلاظت کا ازالہ کر لینا شریعت مطہرہ میں نہایت ہی پسندیدہ امر ہے۔ کام کرنے کی وجہ سے ہاتھوں کا غبار آلود ہونا متحقق ہے۔ اور دوسری گندگیوں کے لگ جانے کا گمان غالب ہے۔ اب اس حالت میں ایک باشعور انسان کھانا کھائے تو وہ بذات خود اس وقت گھن محسوس کرے گا۔ جب اس کی نظر غبار و گندگی میں ملوث انگلیوں پر پڑے گی اور ایسا کرنے پر معاشرے کے اندر بھی لوگ اچھا کام نہیں خیال کرتے ہیں، بلکہ ایسے شخص کی معیت میں لوگ کھانے سے کتراتے ہیں۔ جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق ایسی حالت میں کھانے سے اس کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور انسان کے جسم میں مختلف طرح کے جراثیم (Bacterios) پیدا ہو جاتے ہیں اور ان کی وجہ سے بہت سی بیماریاں (جن سے بچاؤ کرنا مشکل ہو جاتا ہے) اپنی جڑیں مستحکم کرنے لگتی ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

''رسول اللہ ﷺ جب بھی سونے کا قصد کرتے اور جنبی ہوتے تو نماز کی طرح وضو کرتے اور جب بھی جنابت کی حالت میں کھانے کا ارادہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو دھولیا کرتے تھے''۔

[باب الوضوء قبله وبعده ۔سنن ابی داؤد:۴/۱۳۶(۳۷۶۱)،کتاب الاطعمة ،باب فی غسل الید قبل الطعام۔سنن ترمذی:۴/۲۸۱-۲۸۲۲۲(۱۸۴۶)،کتاب الاطعمة،باب ماجاء فی الوضوء قبل الطعام وبعده۔اس حدیث کو ابوداود، ترمذی، ذھبی اور عراقی نے ضعیف قرار دیا ہے۔دیکھئے :شرح السنة للبغوی مع تحقیق شعیب ارناؤوط:۱۱/۲۸۳۳]

فقہاء کا اتفاق ہے کہ جب ہاتھوں میں گندگیاں لگیں ہوں تو ان کو کھانے سے پہلے اور کھانے سے فارغ ہوکر دھویا جائے۔ الفواکه الدوانی: (۲/۴۱۹) میں ہے:

''اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ قَدْ حَلَّ بِھَا اَذًی –اَیْ قَذِرٌ – وَ لَوْ طَاهِرًا ،فَإِنَّهُ یَطْلُبُ غُسْلَهُ وَجُوْبًا اِنْ كَانَ نَجِسًا ،وَنُدْبًا اِنْ كَانَ طَاهِرًا ،وَرُبَّمَا يَجِبُ اِنْ كَانَ عَدَمَ الْغُسْلُ يُؤْذِیْ غَیْرَهُ ،كَمَا لَوْ كَانَ یَتَمَخَّطُ بِیَمِیْنِهِ وَاَرَادَ الْاَكْلَ بِھَا، فَیَجِبُ عَلَیْهِ عِنْدَ الْاَكْلِ مَعَ غَیْرِهِ غَسْلَھَا ،ھٰكَذَا یَنْبَغِیْ ،وَلَا فَرْقَ فِیْ جَمِیْعِ

ذٰلِکَ بَیْنَ کَوْنِ الطَّعَامِ رَطْبًا اَوْ یَابِسًا، حَارًا اَوْ بَارِدًا، لِاِمْتِهَانِ الطَّعَامِ عِنْدَ تَنَاوُلِهٖ بِالْیَدِ الْقَذِرَةِ"۔

ترجمہ: اس میں گندگی لگی ہو، گرچہ وہ پاک ہو، اگر ہاتھ ناپاک ہو تو ان کو دھونا واجب ہے۔ اگر پاک ہو تو دھونا مستحب ہے۔ بسا اوقات نہ دھونے کی صورت میں دوسرے کو اذیت پہنچتی ہے۔ اس کے ہاتھ کسی چیز میں لت پت ہوں اور اس سے کھانا کا ارادہ کرے تو دوسرے کے ساتھ کھاتے وقت ان کا دھونا واجب ہے اور ایسا کرنا مناسب ہے۔ کھانا تر رہے یا خشک، گرم رہے یا ٹھنڈا ان تمام میں کوئی فرق نہیں ہے اور ایسا اس لئے کہ گندے ہاتھوں سے کھانا تناول فرمانے سے کھانے کی توہین ہوتی ہے۔

جو لوگ ایسی حالت میں ہاتھوں کے دھونے کی وجوبیت کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل درج ذیل حدیثیں ہیں:

۱. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اِذَا نَامَ اَحَدُکُمْ وَفِیْ یَدِهٖ غَمَرٌ، فَلَمْ یَغْسِلْ یَدَهٗ، فَاَصَابَهٗ شَیْئٌ، فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ. [ابوداود: ۳۸۵۲، ترمذی: ۱۸۰، دارمی: ۲/۱۴۲، علامہ البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ: ۳/۱۲۵ میں اسے صحیح قرار دیا ہے]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اس طرح ہو جائے کہ اس کے ہاتھ میں گوشت کی چکناہٹ یا اس قسم کی کوئی چیز لگی ہو اور اسے دھویا نہ ہو اور کوئی چیز اسے لاحق ہو جائے تو وہ اپنے آپ کی ملامت کرے۔

۲. عَنْ اَبِیْ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَلَا! لَا یَلُوْمَنَّ امْرَءٌ اِلَّا نَفْسَهٗ، یَبِیْتُ وَفِیْ یَدِهٖ غَمَرٌ. [ابن ماجہ: ۴/۲۵ (۳۲۹۶)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں "حسن بمابعدہ" فرمایا ہے۔ صحیح سنن ابن ماجہ: ۳/۱۲۴ (۲۶۸۱)]

ابو فاطمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار! کوئی آدمی اپنے آپ کی ملامت کرے۔ وہ اس حال میں رات گزارتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں کسی بھی چیز کی چکناہٹ لگی ہوئی ہو۔

اگر ہاتھوں میں گندگی نہ لگی ہوتو ان کو دھونے کے بارے میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں۔

پہلا قول: حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک کھانے سے پہلے ہاتھوں کو دھونا مستحب ہے۔ اگر ان میں گندگی نہ لگی ہو۔ انہوں نے چند ضعیف اور موضوع حدیثوں سے استدلال کیا ہے۔

۱۔عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَکْثُرَ اللّٰهُ خَیْرَ بَیْتِهٖ ، فَلْیَتَوَضَّا اِذَا حَضَرَ غِدَائُهٗ ،وَاِذَا رُفِعَ. [ابن ماجہ:۴/ ۹ (۳۲۶۰) علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ:۱/ ۲۳۷-۲۳۸ اور ضعیف سنن ابن ماجہ: ۶۴۲ میں اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ اس کے گھر زیادہ خیر و برکت والا بنائے تو جب کھانا حاضر ہو اور جب اٹھایا جائے تو وضو کرلے (یا ہاتھ دھولے)۔

۲. عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ: قَرَاتُ فِی التَّوْرَاةِ اِنَّ بَرَکَةَ الطَّعَامِ الْوَضُوْءَ قَبْلَهٗ ،فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: بَرَکَةُ الطَّعَامِ قَبْلَهٗ وَالْوَضُوْءُ بَعْدَهٗ. [ابوداؤد:۳/ ۳۵۴ (۳۷۶۱)، ترمذی:۶/ ۱۸۴۶، علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ و الموضوعۃ:۱/ ۳۰۹-۳۱۲ میں ضعیف قرار دیا ہے]

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے تورات میں یہ پڑھا کہ کھانے کی برکت اس سے پہلے وضو کرنے میں ہے۔ میں نے یہ بات نبی ﷺ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: کھانے کی برکت اس کے پہلے اور اس کے بعد وضو کرنے میں ہے۔

۳۔ایک قول نبی ﷺ کی طرف یہ منسوب ہے۔"اَلْوَضُوْءُ قَبْلَ الطَّعَامِ وَ بَعْدَهٗ یَنْفِی الْفَقْرُ ، وَ هُوَ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ". [علامہ البانی رحمہ اللہ نے "ضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ: ص/ ۸۸۹ (رقم ۶۱۲۶) میں موضوع قرار دیا ہے]۔

کھانے سے پہلے اور اس کے بعد وضو کرنا محتاجگی کو ختم کر دیتا ہے اور یہ مرسلین کی سنت ہے۔

۴. عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَکَلَ عِرْقًا اَوْ

لَحْمًا ثُمَّ صَلَّى وَ لَمْ يَتَوَضَّا وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً. [مسلم:۴/۲۶۷(۷۸۹-مع النووی، یہ حدیث کھانے سے فارغ ہوکر ہاتھوں کو نہ دھونے کی وجوبیت پر دلیل ہے۔]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ہڈی کا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی، وضو نہ کیا اور نہ پانی چھوا۔

۵. عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ : اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ شِعْبٍ مِنَ الْجَبَلِ ،وَقَدْ قَضَى حَاجَتَهُ وَ بَيْنَ اَيْدِيْنَا تَمْرٌ عَلَى تُرْسٍ اَوْ جُحْفَةٍ فَدَعَوْنَاهُ فَاَكَلَ مَعَنَا وَمَامَسَّ مَاءً. [ابوداود:۳/۳۵۴،علامہ البانی نے ضعیف سنن ابی داود،ص/۳۰۱ میں ضعیف الاسناد قرار دیا ہے]۔

جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہاڑ کی ایک گھاٹی سے آئے، قضائے حاجت کی، ہمارے سامنے ڈھال یا جحفہ پر کھجور پڑا تھا، ہم نے ان کو بلایا، ہمارے ساتھ کھایا اور پانی بھی نہ چھوا یعنی نہیں دھویا۔

دوسرا قول: مالکیہ اور بعض حنابلہ کے نزدیک پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھوں کو نہ دھویا جائے جب ان میں گندگی نہ لگی ہو۔ قاضی ابویعلی نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے ان کا استدلال بھی حدیث جابر سے ہے۔ لیکن ان کا اس سے استدلال صحیح نہیں ہے اس لئے بعض ایسی روایتیں ملتی ہیں جن سے یہ صریحا ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کھانے سے قبل ہاتھوں کو دھویا ہے۔ جو لوگ کھانے سے قبل ہاتھوں کے دھونے کو عجمیوں کا فیشن قرار دیتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہاتھوں کا دھونا حسن ادب ہے اور عجمیوں کا ہر عمل مذموم نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں پانی کی بربادی ہے۔

ان تمام بیانات کے بعد صحیح بات یہ ہے کہ ہاتھوں کی پاکیزگی کا یقین ہو، تو ہاتھوں کو دھونا مستحب ہے۔ کھانے سے ہاتھوں پر اس کے اثرات باقی رہنے کی وجہ سے کھانے کے بعد بھی ہاتھوں کو دھونا مستحب ہے الا یہ کہ کھانا خشک ہو اور اس کے کھانے سے ہاتھوں پر اس کے اثرات باقی نہ رہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں شیخ محمد ابراہیم آل شیخ کی یہ بات قابل ذکر ہے جو انہوں نے ایک

سوال کے جواب میں تحریر کیا ہے:

"لَقَدْ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَى عِبَادِهِ بِأَنْوَاعِ النِّعَمِ ،وَأَمَرَهُمْ بِشُكْرِهَا وَمِنْهَا نِعْمَةُ الْأَطْعِمَةِ وَالْأَشْرِبَةِ ،قَالَ تَعَالَى: "كُلُوْا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهُ"[سورہ سبا:۱۵] فَيَجِبُ عَلَى الْعَبْدِ شُكْرُ هٰذِهِ النِّعَمِ ،وَمِنْ شُكْرِهَا أَنْ لَا يَسْتَخِفَّ بِهَا ، وَلَا يَمْتَهِنَهَا أَوْ يُلْقِيَهَا فِي الْمَوَاضِعِ الْقَذِرَةِ،وَأَمَّا تَغْسِيْلُ الْأَيْدِيْ بَعْدَ الطَّعَامِ فِيْ هٰذِهِ الْأَحْوَاضِ الْمَذْكُوْرَةِ فَفِيْهِ تَفْصِيْلٌ:فَإِنْ كَانَ مَعَهَا شَيْئٌ مِنَ الطَّعَامِ وَ تَعَمُّدُ الْقَائِهِ فِيْ تِلْكَ الْمَوَاضِعِ فَهٰذَا لَا يَحِلُّ ،وَلَا يَجُوْزُ ؛ لِأَنَّهُ مِنْ اِمْتِهَانِ النِّعَمِ وَ عَدَمِ تَوْقِيْرِهَا ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا تِلْكَ الْأَشْيَاءُ الَّتِيْ عَلِقَتْ بِالْيَدِ أَوْ بِالْإِنَاءِ بِدُوْنِ أَنْ يَتْبَعَهَا شَيْئٌ مِنْ أَجْزَاءِ الطَّعَامِ،وَفُتَاتُ الْخُبْزِ وَ نَحْوَهُ ،فَلَابَأْسَ بِغُسْلِهَا فِيْ أَيِّ مَوْضَعٍ شَاءَ؛ لِأَنَّ مَا يَجْتَمِعُ مِنْهَا شَيْئٌ وَسَخٌ لَاقِيْمَةَ لَهُ ، وَلَا أَحَدٌ يَرْغَبُ تَنَاوُلَهُ ؛بَلْ هُوَ مِنْ أَوْسَاخِ الْيَدَيْنِ اللَّزِجَةُ الَّتِيْ لَوْ جَمَعْتُ فِيْ إِنَاءٍ لَمْ يَكُنْ لَهَا رَاغِبٌ مَهْمَا بَلَغَ الْجُوْعُ وَ الْعَطَشُ ،وَكَذٰلِكَ أَنْ تَبِعَهَا شَيْئٌ يَسِيْرٌ يَشُقُّ التَّحَرُّزَعَنْهُ كَحَبَّاتِ أَرُزٍّ وَنَحْوِهَا". (فتاوی ورسائل للشیخ محمد: ۱۰/۲۶۴-۲۶۵)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مختلف نعمتوں سے نوازا ہے اور ان کو شکر گزاری کا حکم دیا ہے۔ان میں سے کھانے اور پینے کی بھی نعمتیں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے رب کی روزی کھاؤ اور اس کی شکر گزاری کرو(سورہ سبا:۱۵) بندے کے اوپر ان نعمتوں کی شکر گزاری واجب ہے اور ان کا شکر یہ ہے کہ ان کی توہین واستخفاف نہ کی جائے اور نہ ہی ان کو گندی جگہوں میں ڈالا جائے۔کھانے کے بعد ان مذکورہ مقامات میں ہاتھوں کو دھونے میں تفصیل ہے۔

اگر ہاتھوں میں کھانا لگا ہوا ور ان جگہوں میں ڈالنے کا ارادہ ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ ایسا کرنا نعمتوں کو حقیر سمجھنے اور ان کو پامال کرنے کے مترادف ہے، اگر ایسی چیزیں ہوں جو ہاتھ یا برتن پر لگی ہوئی ہوں مثلاً کھانے کے اجزاء اور روٹی کے چورے تو ان

کو جہاں چاہے دھوئے اس لئے کہ جو چیز اس میں جمع ہے وہ گندگی ہے جس کی کوئی قیمت نہیں اور نہ اس کو تناول کرنا کوئی پسند کرتا ہے بلکہ وہ ہاتھوں کی لیسدار گندگیاں ہیں کہ اگر برتن میں جمع ہو جائیں تو بھوک و پیاس لگنے پر بھی کوئی ان کو کھانے کی خواہش نہیں کرے گا۔ اسی طرح ان میں چاول کے دانے وغیرہ جیسی معمولی چیز لگی ہو تو ان سے بچاؤ کرنا بہت مشکل ہے۔

اس باب میں حدیث گرچہ ضعیف ہے لیکن اس کے باوجود یہ امر متحقق ہے کہ آدمی کھانے کی ابتدا سے پہلے اپنے ہاتھوں کو دھو لیتا ہے تو کسی طرح کا وہم وگمان اور شبہ نہیں ابھرے گا اور ذہن میں ہاتھوں کو نہ دھونے کی صورت میں کسی طرح کی غلاظت ونجاست کے موجود رہنے کا خیال پیدا ہوگا تو لا محالہ کھانے اور پینے یا کھانے پینے والی چیزوں کے اٹھانے میں کراہیت محسوس ہوگی۔ اگر کھانے پینے کی حالت میں ایسی گندگیاں نظر آگئیں تو طبعی طور پر کھانے سے ہاتھ کھینچ لے گا اور کوئی نوالہ اس کے منہ میں نہیں جائے گا۔ اطمینان قلب اور ہاتھوں میں لگے مہلک جراثیم سے بچاؤ کے لئے ہاتھوں کو دھو لینا بہتر ہے لیکن ضروری نہیں ہے۔

سائنسی تحقیق اور ایک عبرتناک واقعہ

کھانے سے پہلے سائنسی تحقیقات کی روشنی میں ہاتھ دھونا بے حد ضروری ہے۔
حکماء فرماتے ہیں کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا انسانی زندگی کے معمولات میں سے ہے۔
انسان کا ہاتھ اِدھر اُدھر گھومتا رہتا ہے کبھی کہیں اور کبھی کہیں جا پہنچتا ہے اور ہاتھوں پر جراثیم چپکے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لئے حکم شرعی ہے کہ ہاتھوں کو پانی سے دھولو۔

شریعت اسلامیہ نے خصوصاً سو کر اٹھنے پر یونہی کھانے پینے کی تعلیم نہیں دی بلکہ سب سے پہلے ہاتھوں کو دھونے کی تعلیم دی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهٖ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا، فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ"۔ (بخاری ومسلم)

پھر دوسرا حکم یہ ہے کہ اس کو کپڑے وغیرہ سے صاف نہ کرو اس لئے کہ اس

کپڑے پر لگے ہوئے جراثیم پھر کہیں ہاتھوں کو نہ لگ جائیں۔ اسی لئے شریعت اسلامیہ نے ہاتھوں کو محض کپڑوں سے صاف کر کے کھانے کا حکم نہیں دیا۔

حکیم محمود طارق کی کتاب ''سنت نبوی اور جدید سائنس :۱/۸۹'' میں ایک ٹرک ڈرائیور کا واقعہ مذکور ہے: ایک ٹرک ڈرائیور نے کھانے کے لئے ایک ہوٹل کے قریب اپنا ٹرک کھڑا کیا، نیچے اتر کر اس نے ٹرک کے ٹائر کو چیک کیا اور پھر کھانا کھایا۔ واقعہ یوں ہوا کہ ڈرائیور کھاتے ہی مر گیا۔ حالانکہ اسی ہوٹل سے اور لوگوں نے بھی کھانا کھایا لیکن انہیں کچھ نہیں ہوا۔ بہت سوچ بچار کے اور کھوج کے بعد معلوم ہوا کہ مرحوم نے ٹائروں کو چیک کرنے کے لئے ان پر ہاتھ لگایا تھا۔ وہاں ایک زہریلا سانپ کچلا ہوا تھا اور اس کی تازہ زہر ٹائر پر لگی ہوئی تھی اور وہی زہر ہاتھوں پر لگ گئی اور ہاتھ نہ دھونے کی وجہ سے زہر کھانے میں شامل ہو کر اس کی موت کا سبب بن گئی۔

ہاتھ دھونے کے لئے مہمانوں کے سامنے میزبان کا کوئی برتن پیش کرنا

مہمانوں کی تکریم و تعظیم کا ایک بہترین ادب یہ ہے کہ دستر خوان پر مہمان بیٹھنے لگیں یا بیٹھنے کیلئے تشریف لائیں تو کوئی برتن میزبان ان کے سامنے پیش کرے تاکہ وہ اپنے ہاتھوں کو دھولیں، اس میں کوئی شرعی قباحت بھی نہیں ہے اور نہ شریعت کے منافی امر ہے۔ بعض علاقوں میں اس کا بہت چلن ہے حتی کہ میزبان خود مہمانوں کا ہاتھ دھلواتا ہے اور بعض ریاستوں میں مخصوص برتن ہوا کرتے ہیں جس کو ہاتھ دھونے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ البتہ اس میں علماء مختلف ہیں کہ ہاتھوں کو دھونے میں ابتدا کدھر سے ہو بچوں سے یا بوڑھوں سے۔ حاشیہ ابن عابدین: (۹/۴۱۳) میں ہے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک نوجوانوں کی طرف سے ابتداء کی جائے اور انتہا میں بوڑھوں کو مقدم رکھا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ نوجوان یا بچے زیادہ کھانے والوں میں سے ہوتے ہیں اور کھانے سے فراغت کے بعد بوڑھوں کو سب سے پہلے ہاتھ دھلایا جائے تاکہ انکی تعظیم و توقیر ہو جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے بڑوں کے حق کی معرفت کو اسلامی شناخت قرار دی اور فرمایا: ''مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا ، وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا فَلَيْسَ

مِنَّا". (ابوداود: ۳۱۱/۴ (۴۹۴۳) علامہ البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے)

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کے حق کو نہ جانے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

علماء حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک میزبان کھانا شروع کرنے سے پہلے خود اپنا ہاتھ دھونے میں شروع کرے اور کھانے سے فراغت کے بعد مہمان کا ہاتھ دھولائے، اس میں میزبان کی شرافت اور حسن ادب پنہاں ہے اور مہمانوں کا اس میں احترام ہے۔

کھلانے والا ہاتھ دھونے کے لئے پانی پیش کرے

یہ حسن ادب ہے کہ میزبان مہمانوں کے لئے پانی کا انتظام کرے اور وہ ان کے ہاتھ دھونے کے لئے پانی پیش کرے۔ مہمان ضرورت وخواہش کے مطابق پانی استعمال کرے۔ اس کے لئے میزبان کسی برتن کا انتظام کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ابتدا کیسے کی جائے۔ فقہاء حنفیہ کے نزدیک کھانے سے پہلے بچوں اور نوجوانوں کا ہاتھ دھولا جائے گا اور آخر میں کھانے سے فراغت کے بعد بوڑھوں سے شروعات کی جائے گی۔

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک میزبان مہمانوں کا ہاتھ دھولائے اور کھانے سے فارغ ہوکر مہمان اپنے ہاتھوں کو خود دھویا کریں۔ مہمانوں کے لئے پانی پیش کرنا میزبان کی توہین نہیں ہے بلکہ یہ ادب کا تقاضہ ہے اور اس کے ذریعہ مہمانوں کی توقیر بھی ہوتی ہے۔ البتہ حالات وظروف کے اعتبار سے مہمان پانی کو خرچ کرے اس لئے کہ بعض مقامات ایسے ہیں جہاں پانی کی بہت قلت ہے اور جب زیادہ مقدار میں ہاتھ دھونے کے لئے خرچ کیا جائے تو میزبان کو مشقت میں ڈالا جاسکتا ہے۔ اس لئے مہمانوں کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہئے تاکہ میزبان کسی حرج میں مبتلا نہ ہو۔

کھانے پینے سے پہلے برتنوں کی صفائی اور جدید سائنس

کھانے پینے سے پہلے برتنوں کی صفائی کر لینا بہتر ہی نہیں بلکہ صحت کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ امریکہ کی ایک مشہور کمپنی ,,فورڈ اینڈ ڈرگ ایجنسی'' کے تحقیقاتی رپورٹ میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ جس برتن میں کھانے پینے والی چیزوں مثلاً دودھ، مکھن یا چکنی اشیاء خوردنی کا استعمال کیا گیا ہو اس میں جراثیم بڑھ جاتے ہیں ان برتنوں میں صفائی کے بغیر کھانے پینے سے جراثیم معدے میں جا کر کئی بیماریاں پیدا کر دیتے ہیں خصوصاً ان افراد کو یہ پریشانیاں زیادہ درپیش ہوتی ہیں جو شوگر کے مریض ہیں یا ان کا دفاعی نظام کمزور ہو چکا ہو، یہ جراثیم ایسے لوگوں کے معدے میں پہنچ کر ان کے گردوں کو ناکارہ بنا دیتے ہیں اور آنتوں میں کینسر کا سبب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ صحت و تندرستی کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ کھانے پینے والے برتنوں کو صحیح طریقہ سے دھویا جائے خصوصاً ایسے لوگوں کو اس پر توجہ دینی چاہیے جو گھر سے باہر ہوٹلوں اور ریسٹورینٹوں میں کھاتے ہیں ایسا اس لئے کہ ہوٹلوں میں گلاسوں اور برتنوں کو دھونے کا عجیب و غریب طریقہ دیکھنے کو ملتا ہے۔

ایف ڈی اے کی رپورٹ کے مطابق یہ حقیقت منکشف ہو کر سامنے آئی ہے کہ لوگ پانی پی کر گلاس یونہی چھوڑ دیتے ہیں پھر دوسرے لوگ اس گلاس سے پانی پیتے ہیں۔ کھانے کے برتنوں پر یونہی پانی سے دھو کر پھر اس برتن کو ٹیبل پر لگا دیتے ہیں۔ ایک ٹب میں رکھے پانی سے بار بار برتنوں کو دھوتے ہیں جس کی وجہ سے ٹب کا پانی گندہ ہو جاتا ہے اور اسی میں برتنوں اور گلاسوں کو ڈال کر نکال لیتے ہیں اس طرح ان کی صفائی صحیح طریقے سے نہیں ہو پاتی ہے۔ ایف ڈی اے نے اپنی رپورٹ میں یہ بیان کیا ہے کہ ہوٹلوں میں برتنوں کی صفائی کے تین طریقے ہیں۔ جھوٹے برتوں کو صابن سے صاف کر لیا جاتا ہے۔ بغیر دھوئے ہوئے خشک کپڑوں سے پونچھ دیا جاتا ہے یا پھر تمام برتنوں کو پانی کے ٹب میں ڈال دیا جاتا ہے اور حسب ضرورت اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ ان تمام طریقوں میں استعمال کئے جانے والے پانی کا درجہ حرارت 43 ڈگری سے زیادہ نہیں ہوتا جو جراثیم

کشی کے لئے ناکافی ہے۔ گھروں میں عورتیں برتنوں کو یونہی رکھ دیا کرتی ہیں اور صبح سویرے ان کو دھوتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رات بھر پڑے کھائے ہوئے برتنوں میں جراثیم ہو جاتے ہیں جب تک پانی میں کیمیاوی مادہ نہ ڈالا جائے تب تک برتن اچھی طرح صاف نہیں ہوتے۔ اسی لئے رات کے برتنوں کو اس وقت دھو لینا بہتر ہے خصوصاً لوہا سے بنے ہوئے برتنوں اور مستعمل آلات کا دھونا کیونکہ ان میں جراثیم کو زیادہ پنپنے کا موقع ملتا ہے۔ ایسے برتنوں کی صفائی کے لئے کم از کم پانی کا 121 ڈگری درجۂ حرارت تک ابالنا بہتر ہے۔ جب پانی کا درجہ حرارت گھٹ کر 80 ہو جائے تو یہ پانی سے برتنوں کی صفائی کرنا مفید ہے۔ جب کھانے پینے والے برتنوں کی صفائی ہو جاتی ہے تو انسان ان جراثیم سے محفوظ ہو جاتا ہے جو معدے میں جا کر کئی پریشانیوں اور کئی بیماریوں کا سبب بن جاتے ہیں برتنوں کی صفائی سے گھروں میں بیماریاں جنم نہیں لیتی ہیں اور جب گھر صاف ہو، گھر میں رہنے والے صاف ہوں، ان کے عادات واطوار صاف ہوں ان کے کھانے پینے والے برتن وآلات صاف ہوں تو پھر پوچھنا ہی کیا ہے سب کے سب صحت وتندرستی کے مزے لوٹیں گے اور ہر طرح کی پریشانی وبیماری سے کوسوں دور رہیں گے۔

جنابت اور ناپاکی کی حالت میں کھانا

اس باب میں وارد حدیثوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ نے ایسی حالت میں جنبی کو یہ تاکید کی ہے کہ وہ کھانے سے قبل وضو کر لے۔ جنبی کے لئے مستحب یہی ہے کہ جب کھانا چاہے تو وضو کر لے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَانَ جُنُبًا فَاَرَادَ اَنْ يَّاْكُلَ اَوْ يَنَامَ تَوَضَّا وَضُوْءَ هُ لِلصَّلَاةِ"۔ [مسلم:١/٢٢٨-٢٢٩(٦٩٨) مع شرح النووی، کتاب الحیض]

رسول اللہ ﷺ جب جنبی ہوتے اور کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے تو اسی طرح وضو کرتے جس طرح نماز کے لئے وضو کرتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: "سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْجُنُبِ هَلْ

یَنَامُ اَوْ یَاکُلُ اَوْ یَشْرِبُ ؟قَالَ : "نَعَمْ" اِذَا تَوَضَّا وُضُوْئَهُ لِلصَّلوٰةِ". [سنن ابن ماجہ:۱/۳۳۰(۵۹۲)، کتاب الطھارۃ۔علامہ البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ:۱/۱۸۳میں صحیح قرار دیا ہے]۔

نبی ﷺ سے جنبی کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیا وہ سوسکتا ہے یا کھا پی سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، یہ کام اس وقت کرے جب وضو کر لے جس طرح نماز کے لئے وضو کرتا ہے۔

ان حدیثوں سے یہی پتہ چلتا ہے کہ جنابت و ناپاکی کی حالت میں کھانا پینا درست ہے۔بہتر یہ ہے کہ اس سے قبل وضو کر لیا جائے۔

جس طرح جنبی ناپاکی کی حالت میں کھا پی سکتا ہے اسی طرح حائضہ عورت بھی کھا پی سکتی ہے۔حیض کی حالت میں عورتوں کے ساتھ کھانا پینا چھوڑنا حسن معاشرت وحسن ادب کے منافی ہے۔انسان کی بہترین خصلت یہ ہے کہ وہ اپنی عورتوں کے ساتھ حیض کی حالت میں بھی کھائے پیئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: "کُنْتُ اَشْرِبُ وَ اَنَا حَائِضٌ ،ثُمَّ اُنَاوِلُهُ النَّبِیَّ ﷺ فَیَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضَعِ فِیَّ، فَیَشْرِبُ وَ اَتَعَرَّقُ الْعِرْقَ،وَاَنَا حَائِضٌ،ثُمَّ اُنَاوِلُهُ النَّبِیَّ ﷺ فَیَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضَعِ فِیَّ". [صحیح مسلم:۳/۲۰۱-۲۰۲ (۶۹۰)-مع النووی، کتاب الحیض]

میں پیتی تھی حالانکہ میں حائضہ ہوتی، پھر اسے نبی ﷺ کی طرف بڑھا دیتی۔وہ اپنا منہ میری منہ کی جگہ پر رکھتے اور پیتے تھے۔میں گوشت والی ہڈی کھاتی اور نبی ﷺ کی طرف بڑھا دیتی تھی وہ اپنا منہ اسی جگہ رکھتے تھے جہاں میں نے رکھ کر کھایا تھا۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔"سَالْتُ النَّبِیَّ ﷺ عَنْ مُوَاکِلَةِ الْحَائِضِ؟ فَقَالَ: وَاکِلْهَا". [ابوداود:۱/۹۰(۲۱۲)، ترمذی:۱/۳۵۱(۱۳۳)، ابن ماجہ:۱/۳۶۱(۲۱۲)، علامہ البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ:۱/۲۰۲(۵۳۷) میں صحیح کہا ہے]

میں نے نبی ﷺ سے حائضہ عورت کے ساتھ کھانے کے بارے میں دریافت کیا: آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے ساتھ کھاؤ۔

ان تمام سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حائضہ عورتوں کے ساتھ کھانا پینا حسن

معاشرت کی دلیل ہے۔ان کے ساتھ اچھا سلوک ،تعامل میں اچھی رَفاقت اور عمدہ اخلاق یہی ہے کہ حیض کے ایام میں اپنی بیویوں کے ساتھ کھانا پینا ترک نہ کیا جائے اور نہ ان کو الگ کیا جائے ، بلکہ ان سے لطف اندوزی کے ساتھ ساتھ کھانے پینے میں بھی ساتھ رکھا جائے۔سنت مطہرہ ہمیں اس کی تعلیم دیتی ہے اور یہ معاشرتی زندگی کو خوشگوار بنانے کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔

انسان اپنے اندر اس عمل سے مکمل توانائی محسوس کرتا ہے، اس کے اندر سستی و کسل مندی پیدا نہیں ہوتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے جنبی کو دو جماع کے درمیان وضو کرنے کا حکم دیا تا کہ اس کے اندر حرکت ونشاط پیدا ہو جائے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمْ اَھْلَهٗ ،ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یَّعُوْدَ ،فَلْیَتَوَضَّا بَیْنَھُمَا وَضُوْءًا"۔(صحیح مسلم)

جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے (یعنی اس سے مجامعت کرے) پھر دوبارہ آنے کا ارادہ رکھے تو ان دونوں کے درمیان وضو کر لے۔

حاکم نے مستدرک میں" فانه انشط للعود" کے الفاظ بھی بیان کئے ہیں۔جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کے درمیان وضو کر لینے سے دوبارہ مجامعت کے لئے مرد چست ونشیط بن جاتا ہے۔

جدید سائنسی تحقیقات نے یہ بات ثابت کر دیا ہے جیسا کہ سنت نبوی اور جدید سائنس:(۸۶/۲) میں مذکور ہے کہ انسان جب جماع کے عمل سے فارغ ہوتا ہے تو جسم (Body) کے تمام اعضاء ایک خاص عمل کی طرف متوجہ رہتے ہیں اس لئے ان کا درجۂ حرارت (Temprature) بڑھا ہوا ہوتا ہے۔اور جدید سائنس نے اس بات کو بھی تسلیم کر لیا ہے کہ وضو کرنے سے جسم کا درجۂ حرارت (Temprature) نارمل ہو جاتا ہے اور بلڈ پریشر (Blood Pressure) بھی نارمل ہو جاتا ہے۔اس لئے جب تک درجۂ حرارت نارمل نہ ہو اور اس کے نارمل ہونے سے قبل کھانا کھایا جائے تو معدہ کی تیزابیت اور دل کے امراض لاحق ہونے کے بہت ہی زیادہ خطرات ہوتے ہیں۔

بسا اوقات نبی ﷺ بغیر وضو کے بھی کھایا کرتے تھے جیسا کہ ابن عباس کی ایک حدیث ہے:

"اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ خَرَجَ مِنَ الْخَلاَءِ ، فَقُرِّبَتْ اِلَيْهِ الطَّعَامَ ،فَقَالُوْا: اَلاَ نَاتِيْکَ بِوَضُوْءٍ ؟ قَالَ : اِنَّمَا اُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ اِذَا قُمْتُ اِلَى الصَّلٰوةِ". وَفِيْ رِوَايَةٍ : فَقَالَ: "ااُصَلِّي فَاتَوَضَّأُ". (سنن ابی داود: ۳۷۶۰، نسائی: ۱۸۴۸، یہ حدیث صحیح ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے مختصر الشمائل المحمدیۃ: ۱۰۴ میں اسے صحیح قرار دیا ہے)۔

مطلب یہ کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت سے نکلے، ان کے پاس کھانا لایا گیا لوگوں نے کہا: کیا ہم آپ کے لئے پانی نہ لائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے وضو کا حکم اسی وقت دیا گیا ہے جب نماز پڑھوں گا کہ وضو کروں۔

مختصر یہ کہ آدمی ناپاک ناپاک ہے تو اس کو کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر اور وضو کر کے کھانا عین سنت نبوی ہے۔ ہاں! حدث اصغر سے وضو کر کے کھانے کی صراحت حدیثوں کے اندر نہیں ہے اس کے لئے ہاتھ دھو کر کھانا ہی کافی ہے۔

مہمانوں کو عمدہ الفاظ کے ساتھ کھانے پینے کے لئے بلانا

جب کوئی کھانا کھلانے کا اہتمام کرے۔ دعوت کرے لوگ اکٹھا ہو جائیں۔ دستر خوان پر کھانا حاضر کر دیا جائے تو میزبان کو چاہیے کہ وہ اپنے مہمانوں کے لئے ایسے الفاظ اختیار کرے جن میں نرمی وملائمت ہو، محبت و پیار ہو، انسیت ومودت ہو، اچھے جملے ہوں، بہترین الفاظ ہوں، اس سے مہمانوں میں قلبی مسرت پیدا ہوگی اور میزبان سے الفت و محبت بڑھے گی، ترش روئی اور بے اعتنائی کا اظہار کرے اور نہ ایسے جملے استعمال کرے جن سے دل کو ٹھیس لگے اور نہ ایسے الفاظ کے ذریعہ بلائے جو دل شکن نفرت آمیز ہوں۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ بیان کیا ہے جس میں مہمانوں کو کھانے کیلئے بڑے ہی پر لطف عبارت والفاظ کا استعمال ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: "فَرَاغَ اِلَى اَهْلِهٖ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ،فَقَرَّبَهٗ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلاَ تَاكُلُوْنَ". (الزاریات: ۲۷، ۲۸)

پھر (چپ چاپ جلدی جلدی) اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑے (کا گوشت) لائے اور اسے انکے پاس رکھا اور کہا: آپ کھاتے کیوں نہیں؟۔

علامہ ابن القیمؒ نے اپنی کتاب ''الضوء المنیر علی التفسیر: (۵/۴۷۰) میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول ''الا تا کلون ''میں مدح ہے اور دوسرے آداب بھی ہیں اس کے ذریعہ ان کو کھانے کے لئے کہنا دراصل نرمی وتلطف کا اظہار ہے برعکس اس کے میزبان کہے: کھانے میں ہاتھ ڈالیے، کھایئے، آگے آیئے۔ اس قسم کے الفاظ میں وہ چیز نہیں ہے جو ''الا تاکلون'' میں ہے۔

چنانچہ ہر شخص کو دعوت کے وقت اپنے مہمانوں کو ایسی عبارتوں اور جملوں کے ذریعہ بلانے کا خیال رکھنا چاہیے جن عبارتوں میں نرمی ہو اور مہمانوں کو سن کر ان سے خوشی محسوس ہو۔

مہمانوں سے کھانے والی چیزوں کو قریب کرنا

دستر خوان پر کھانا رکھ دیا جائے تو مہمانوں کو بلایا جائے۔ حسن ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ کھانے والی چیزوں کو مہمانوں سے قریب رکھا جائے۔ اگر کئی طرح کی کھانے والی چیزیں ہوں تو ان کے سامنے بڑھایا جائے تا کہ ان کو کھانے میں مشقت نہ اٹھانی پڑے، یا شرم سے وہ کوئی چیز نہ کھا پائیں و میزبان کھلانا چاہتا ہو اس لئے بعض چیزیں مہمانوں سے دور رہیں گی تو اس میں مہمان کو اٹھ کر لینا پڑے گا اور یہ چیز اس کے لئے گراں بار ہوگی۔

میزبان جب مہمانوں کو کھلائے تو اس پر دھیان دے اور حسب ضرورت چیزیں مہمانوں کے سامنے پیش کرتا رہے، کھانے کے سامان کو ان سے قریب کرتا رہے وہ حسب خواہش لے کر کھاتے رہیں گے۔

قرآنی واقعہ سے یہی پتہ چلتا ہے کہ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کیلئے کھانا تیار کر دیا تو ان سے اس کو قریب کیا اور ''فقربہ الیھم '' کے الفاظ صریحا اس پر دال ہیں اور اس سے یہ یہی سبق ملتا ہے کہ جب آدمی کھلانے کا اہتمام کرے تو مہمانوں کو تکلیف سے بچانے کا بھی دھیان رکھے اور کھلانے والی چیزوں کو ان سے قریب کرے تا کہ وہ ہر ایک

چیز سے بخوشی کھا سکیں۔

جوتے چپل اتار کر دستر خوان پر بیٹھنے کا شرعی حکم

کھانے سے قبل جوتے چپلوں کا اتارنا یہ ایک ایسا کام ہے جس کے بارے میں کوئی ایسی صحیح حدیث وارد نہیں ہے جس سے استدلال کیا جا سکے۔ اس سے معلوم یہ ہوا کہ جوتے چپل پہن کر کھانے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں بطور دلیل جو حدیث بیان کی جاتی ہے وہ سنن دارمی (۱۴۸/۲ (۲۰۸۰) کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

"اِذَا وَضَعَ الطَّعَامُ فَاخْلَعُوْا نِعَالُكُمْ فَاِنَّهٗ اَرْوَاحٌ لِاَ قْدَامِكُمْ"۔

ترجمہ: جب کھانا رکھ دیا جائے تو اپنے جوتوں کو اتار دو اس لئے کہ یہ عمل تمہارے قدموں کے لئے سب سے زیادہ باعث راحت ہے۔

یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کو علامہ البانی نے "سلسلہ الاحادیث الضعیفہ: (۴۱۱/۲)" اور ضعیف الجامع: (ص ۱۰۳) میں بہت زیادہ ضعیف قرار دیا ہے اور اسکے مقابلہ کوئی دوسری روایت بھی منقول نہیں ہے خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو جس سے اس عمل کی مشروعیت کی دلیل بن سکے اولاً تو ضعیف حدیث دلیل بن نہیں سکتی اور نہ اس سے کسی عمل کے مشروع ہونے پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

دستر خوان پر جوتے چپل اتار کر جہاں بیٹھنے کا عام چلن ہو اور لوگ اسکو خوشی خوشی کرتے ہوں وہاں ایسا کرنا کوئی قبیح نہیں ہے۔ اس سے کھانے کا احترام و توقیر مقصود ہوتا ہے لیکن جوتے چپل میں کھانا تناول کر لینا کھانے کی توہین اور تنقیص نہیں ہے۔ اس طرح کا خیال مبنی بر جہالت ہے۔ جوتے چپل پہن کر کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ عرف عام میں لوگ ایسا کرتے ہوں تو ویسا کرنا شریعت کے منافی نہیں ہے۔ دستر خوان پاکیزہ اور بلند مقامات پر لگائے جاتے ہیں یعنی ٹیبل یا میز یا کرسیاں لگیں ہوں تو وہاں جوتے چپل پہن کر کھانا کوئی معیوب بات نہیں ہے۔ ہاں! جہاں فرش پر دستر خوان بچھا ہو، گھر میں ہو، مکان صاف ستھرا ہو تو وہاں جوتے چپل اتار کر کھانے میں بھی کوئی نہ بے عزتی ہے اور نہ کھانے کی

توہین ہے اور ایسا کرنے میں کوئی شرعی قباحت بھی نہیں ہے۔

کھانا رکھتے وقت کوئی اچانک آجائے تو کیا کرے؟

انسان کو معاشرہ میں دوسروں سے ضرورت پڑتی رہتی ہے اور وہ اس کے لئے جاتا رہتا ہے دوستوں سے ملتا رہتا ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ بہترین وقت کا انتخاب کرے اور اس میں اپنے اعزہ واقارب اور دوستوں سے ملاقات کرے اس لئے کہ ایسے وقت میں وہ جائے گا جس میں لوگوں کے لئے کھانا رکھا جارہا ہو تو اس کے لئے پریشانی بڑھ جائے گی۔

اتفاقاً کوئی شخص اپنے اعزہ واقارب یا اخوان میں سے کسی کے گھر اس وقت آگیا جب لوگوں کے لئے کھانا رکھا جارہا ہو تو کیا کرے؟ اس سلسلہ میں فقہاء کی مختلف باتیں ہیں۔ فقہاء حنابلہ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے کہ کوئی شخص کسی کے گھر اچانک اس وقت جائے جب کھانا رکھا جارہا ہو۔

علامہ ابن قدامہ "المغنی: (۲۱۷/۱۰)" میں لکھتے ہیں کہ جب اچانک کوئی ایسے وقت میں آجائے جس میں لوگ کھا رہے ہوں وہ لوگ اس کو بلائیں تو ان کے لئے کھانا مکروہ نہیں ہے، اسکے لئے جائز نہیں کہ وہ ان کے کھانے کے وقت کی تاک میں رہے اور ان پر ٹوٹ پڑے کہ ان کے ساتھ کھانا کھانے کو مل جائے ان کا استدلال قرآنی آیت سے ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ". (الاحزاب:۵۳)

اے ایمان والو! جب تک نہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو کھانے کے لئے ایسے وقت میں کہ اس کے پکنے کا انتظار کرتے رہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

"إِنْ كُنْتُ فِي نَاسٍ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ كَانُوا يَتَحَيَّنُونَ طَعَامَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَدْخُلُونَ قَبْلِي أَنْ يُدْرِكَ الطَّعَامَ، فَيَقْعُدُونَ إِلَى أَنْ يُدْرِكَ ثُمَّ يَأْكُلُونَ

وَلَا يَخْرُجُوْنَ". (الجامع لاحکام القرآن:۲۲۴/۱۴)

یہ آیت کریمہ چندان مومنین کے بارے میں نازل ہوئی جو نبی ﷺ کے کھانے کی تاک میں لگے رہے کھانے پانے سے قبل ہی تشریف لے آئے اور کھانا ملنے تک بیٹھے رہے پھر کھا لئے تو باہر بھی نہ نکلے۔

اس میں میزبان کے لئے مشقت بھی ہے کہ اچانک کوئی کھاتے وقت آجائے تو وہ کھانے میں شریک کرے جبکہ کھانا محدود آدمیوں کے لئے تیار کیا گیا ہو اور کم مقدار میں ہو یا تو اس کے لئے کھانا تیار کرائے اس صورت میں وہ ایسے کاموں کا مکلّف بن جائے گا تو اس کے بس کا نہ ہوگا۔

ہاں! اگر میزبان میں دریا دلی کا جذبہ ہو تو ایسے وقت میں بھی کسی کا اچانک تشریف لے آنا مکروہ نہیں ہے۔

بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ جب میزبان سے خوشی و مسرت ظاہر ہو تو ایسے وقت میں آئے مہمان کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میزبان اس کی آمد سے خوش ہے۔ اگر میزبان کے چہرے پر خوشی کے بجائے کراہت کے آثار نمایاں ہوں تو اسے کھانے میں نہیں شریک ہونا چاہیے اس لئے کہ وہ اس کی آمد سے خوش نہیں ہے۔

علامہ ابن رشد نے لکھا ہے: "هٰذَا مِمَّا يَنْبَغِيْ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّعْمَلَ فِيْهِ بِمَا يَظْهَرُ اِلَيْهِ مِنْ حَالِ الَّذِيْنَ غَشِيَهُمْ يَاكُلُوْنَ ، فَدَعَوْهُ الْاَكْلَ مَعَهُمْ ،اِنْ ظَهَرَ مِنْهُمْ اِلَيْهِ اِسْتِبْشَارُهُمْ بِقُدُوْمِهٖ عَلَيْهِمْ وَسُرُوْرِهِمْ بِاَكْلِهٖ مَعَهُمْ اسْتَحَبَّ لَهُ اَنْ يُجِيْبَهُمْ اِذَا دَعَوْهُ ،وَاِنْ ظَهَرَ اِلَيْهِ مِنْهُمْ اِنَّهُمْ كَرِهُوْا اِيَّاهُمْ وَهُمْ يَاكُلُوْنَ اِنَّمَا دَعَوْهُ اسْتِحَيَاءً مِنْهُمْ كَرِهَ لَهُ اَنْ يُجِيْبَهُمْ وَاِنْ لَمْ يَتَبَيَّنْ لَهُ مِنْهُمْ اَحَدُ الْوَجْهَيْنِ ، كَانَ لَهُ جَائِزًا اَنْ يُجِيْبَهُمْ مِنْ غَيْرِ اسْتِحْبَابٍ وَلَا كَرَاهَةٍ ". (البیان والتحصیل : ۴۶۵/۱۸)

آدمی کے لئے مناسب یہی ہے کہ کھا رہے لوگوں کی حالت سے جو ظاہر ہو اسی کے مطابق عمل کرے وہ اس کو اپنے ساتھ کھانے کے لئے بلائیں۔ اگر ان سے یہ ظاہر ہو کہ وہ لوگ اس کی آمد سے خوش ہیں اور اپنے ساتھ اس کے کھانے سے شاداں ہیں تو اس کے لئے

ان کی دعوت کو قبول کرنا مستحب ہے۔ اگر ان سے یہ ظاہر ہو کہ وہ کھانے کے وقت اسکی آمد سے کراہیت محسوس کر رہے ہیں اور اس سے شرمندگی کا احساس کرتے ہوئے اس کو بلاتے ہیں تو ان کی دعوت قبول کرنا مکروہ ہے۔ اگر ان سے دونوں حالتوں میں کوئی حالت ظاہر نہ ہو تو اس کے لئے بغیر استحباب و کراہت ان کی دعوت قبول کر لینی چاہیے۔

علامہ محمد بن ابراہیم آل شیخ کے ''فتاوی ورسائل: (۲۶۵/۱۰)'' میں ہے: ''وَاِنْ كَانَ صَدَقَةً فَلاَ يَكْرِهُ اَنْ يَّاكُلَ مَعَهُمْ اِذَا دَعُوْهُ ، وَلاَ سِيَّمَا اِذَا كَانَ يَعْلَمُ اِنَّهُ يَسُرُّهُمْ ذٰلِكَ، اِمَّا اِذَا كَانَ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ يَكْرَهُوْنَ اَكْلَهُ فَلاَ يَاكُلُ ،اِمَّا اِذَا تَنَاوَلَ شَيْئًا تَطِيْبًا بِخَوَاطِرِهِمْ فَحَسَنٌ ،اِمَّا مَايَفْعَلُهُ بَعْضُ الْبَادِيَةِ اِنَّهُمْ لاَ يَاكُلُوْنَ طَعَامًا اَبَدًا قَدْ اَكَلَ مِنْهُ فَهُوَ مِنَ الْعَوَائِدِ الْجَاهِلِيَّةِ''۔

اگر وہ اچانک آجائے تو ان کے ساتھ کھانا مکروہ نہیں ہے جب وہ اس کو بلائیں خصوصا جب اسے معلوم ہو کہ وہ لوگ اس سے خوش ہوں گے۔ جب اسے یہ علم ہو کہ وہ اس کے کھانے کو ناپسند خیال کریں گے تو نہ کھائے جب کوئی چیز ان کے تطیب قلوب کے لئے کھائے تو بہتر ہے۔ بعض دیہاتی تو ایسا کرتے ہیں کہ جس کھانے سے کچھ کھالیا گیا ہو وہ اس کھانے کو کبھی نہیں کھاتے ہیں حالانکہ یہ جاہلی کاموں میں سے ایک جاہلانہ کام ہے۔

ان تمام بیانات کے بعد یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس طرح ناگہاں کوئی کسی کے یہاں پہنچے جب لوگ کھانا تناول فرمارہے ہوں تو فراخ دلی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اس کو کھانے پر بلایا جائے اور کھانے میں شریک کیا جائے۔ اس کی مشارکت کو پسند کیا جائے۔ ہر آدمی کو محتاط رہنا چاہیے کہ وہ ایسے وقت کا انتخاب کر کے دوستوں اور اعزہ واقارب سے ملنے نہ جائے جس میں لوگ دستر خوان پر بیٹھے کچھ تناول فرمارہے ہوں یہ عادت بہتر نہیں ہے۔

بن بلائے کسی کے ساتھ دعوت میں جانا

جب دوست یار نے دعوت دی یا کسی کے گھر دعوت کھانے کا پروانہ مل چکا ہو نکلتے وقت کوئی ساتھ چلا جائے تو اس کا معاملہ صاحب طعام پر ہے چاہے تو وہ اس کو کھانا کھلائے یا

واپس کردے کسی کے دل میں میزبان کے اس عمل پر عداوت وبغض کی چنگاری نہیں سلگنی چاہیے اور نہ اس کے اس رویہ پر دل برداشتہ ہوکر وہ آدمی بھی واپس ہو جائے جس کو دعوت دی گئی ہے محض اس بنیاد پر کہ میزبان نے اس کے طفیلی کو کھانا کیوں نہیں کھلایا، بلکہ خوشی تو اس بات میں ہونی چاہیے کہ وہ میزبانی کو اس بات کی اطلاع دیدے کہ اس کے ساتھ ایک طفیلی بھی ہے چاہے تو انتظام کردے یا عدم وسعت کی بنا پر واپس کردے۔ اگر میزبان اس کو کھانے کی اجازت دیتا ہے تو یہ مستحب ہے۔

ابومسعود انصاری کا بیان ہے: "اِنَّ رَجُلاً مِنَ الْاَ نْصَارِ یُقَالُ لَهُ اَبُوْ شُعَیْبٍ ،کَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَّامٌ ،فَرَایَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعَرَّفَ فِیْ وَجْهِهِ الْجُوْعَ ، فَقَالَ لِغُلَامِهِ : وَیْحَکَ :اِصْنَعْ لَنَا طَعَامًا لِخَمْسَةِ نَفَرٍ ،فَاِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اَدْعُوَ النَّبِیَّ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ ،قَالَ : فَصَنَعَ ثُمَّ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَدَعَاهُ خَامِسٌ خَمْسَةٌ، وَفَاتَّبَعَهُمْ رَجُلٌ فَلَمَّا بَلَغَ الْبَابَ، قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِنَّ هٰذَا رَجُلٌ قَدْ اتَّبَعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اِنْ تَاْذَنَ لَهُ وَاِنْ شِئْتَ رَجَعَ،قَالَ :لَابَلْ آذَنُ لَهُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ".

(بخاری:۹/۶۹۱،مسلم:۱۳/۲۰۷)

ابوشعیب انصاری کا ایک غلام تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو روئے مبارک میں بھوک کا اثر دیکھ کر جان لیا کہ آپ بھوکے ہیں اپنے غلام سے کہا: افسوس ہے !پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرو میں چاہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کو دعوت دوں اور پانچ میں وہ بھی ہوں۔ اس نے کھانا تیار کیا۔ نبی ﷺ تشریف لائے۔ ایک آدمی آپ ﷺ کے پیچھے چل پڑا۔ جب دروازے پر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک یہ ہمارے پیچھے آگیا ہے اگر چاہو تو اجازت دیدو اور اگر چاہو تو اسے واپس کردو۔ اس نے کہا: نہیں! بلکہ میں اسے اجازت دیتا ہوں اے رسول اللہ ﷺ۔

اگر کوئی طفیلی بغیر دعوت کے کسی کے گھر چلا جائے تو میزبان کو اختیار ہے چاہے تو کھلائے چاہے تو بغیر کھلائے واپس کردے اس پر کوئی جبر و اکراہ نہیں اور نہ یہ معاملہ حسن ادب سے متصادم ہے ایسا اس لئے کہ اس نے چند متعین افراد کے لئے کھانا تیار کرلیا ہے۔

اب ہر ایک کے ساتھ ایسا ہی ایک طفیلی ہو تو پھر وہ مشقت میں پڑ جائے گا گرچہ اسکے لئے طفیلی کو کھانے کی اجازت دینا مستحب ہے تاہم بغیر دعوت کے کہیں جانے سے احتراز کرنا بہتر ہے۔ گھر میں اگر ایک کی دعوت ہو اور دوسرے کو بعد میں دعوت ملے تو اس کو ساتھ لے جایا جاسکتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "اِنَّ جَارًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَارِسِیًّا كَانَ طَيِّبَ الْمَرَقِ فَصَنَعَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ جَاءَ يَدْعُوْهُ فَقَالَ وَ هٰذِهِ لِعَائِشَةَ فَقَالَ : لَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا، فَعَادَ يَدْعُوْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ هٰذِهِ قَالَ : لَا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ثُمَّ عَادَ يَدْعُوْهُ فَقَالَ: نَعَمْ فِیْ الثَّالِثَةِ فَقَامَا يَتَدَافَعَانِ حَتّٰى اَتَيَا مَنْزِلَهُ". (صحیح مسلم:۵/۲۶۹)

رسول کا ایک ہمسایہ شوربا عمدہ بناتا تھا وہ فارسی النسل تھا۔ اس نے ایک بار رسول کے لئے شوربا بنایا اور آپ کو بلانے آیا۔ آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی دعوت ہے۔ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: تو میں بھی نہیں آتا۔ پھر وہ دوبارہ بلانے آیا۔ آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی دعوت ہے۔ اس نے کہا: نہیں، آپ نے کہا: تو میں بھی نہیں آتا۔ پھر تیسری بار وہ بلانے کے لئے آیا۔ آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی دعوت ہے۔ وہ تیسری بار میں بولا: ہاں، پھر دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلے یہاں تک کہ اس کے مکان پر پہنچے۔

اس میں کئی باتوں کا علم ہوتا ہے کہ جب دعوت دی جائے تو کھانا تیار ہونے پر مہمانوں کو بلانے کے لئے بھیجا جائے۔ گھر والوں کو بھی دعوت دی جائے۔ عورت اور مرد دونوں ایک ساتھ شریک ہو سکتے ہیں۔ میاں بیوی دونوں ایک ساتھ جاسکتے ہیں۔ ساتھ آنے والے کو کھلانا اگر میزبان پر ناگوار نہ ہو تو آدمی اپنے ساتھ ایک آدمی کو لے جاسکتا ہے۔

مہمان وہیں بیٹھے جہاں اس کے لئے جگہ مقرر ہے

مہمان کے لئے حسن ادب یہ ہے کہ جہاں میزبان اس کو ٹھہرائے وہیں بیٹھے۔ جہاں

دستر خوان بچھایا جائے وہیں کھائے اس جگہ سے تجاوز نہ کرے اور نہ ہی اپنا مطالبہ پیش کرے میزبان نے اس کے لئے جو جگہ مقرر کی ہے اس سے وہ آگے بڑھتا ہے یا دوسری جگہ قیام کرتا ہے تو یہ سوءادب ہے۔ (الآداب الشرعیہ:۳/۲۲۷، کشاف القناع:۴/۱۶۱)

بعض فقہاء کرام نے مہمان کے لئے چار چیزیں ضروری قرار دی ہیں:

۱۔ جہاں بیٹھایا جائے وہیں بیٹھنا

۲۔ جو اس کے سامنے پیش کیا جائے اس کو خوشی بہ خوشی قبول کرنا

۳۔ میزبان اور گھر والے کی اجازت کے بغیر کھڑا نہ ہونا

۴۔ کھانے کے بعد گھر والوں کے لئے دعا کرنا

مہمان کو ان چیزوں کی رعایت کرنی چاہیے۔اس میں نہ گھر والے مشقت میں پڑیں گے اور نہ مہمان کسی طرح کی پریشانی میں مبتلا ہوگا۔اگر اس کی طرف سے فرمائشیں ہونے لگیں تو عین ممکن ہے کہ میزبان مشکل میں پڑ جائے اور اس کی فرمائش کی عدم تکمیل پر شرمندگی محسوس کرنے لگے یا بادل نخواستہ اس کی فرمائش پوری کرے لیکن اس سے محبت کے بجائے نفرت پیدا ہو جائے۔فقہاء نے جن باتوں کو بیان کیا ہے وہ اچھی باتیں ہیں اور ان کو اپنانا اچھی خصلت کی دلیل ہے۔

کھانے کو برے نام سے یاد کرنے کی ممانعت

اللہ تعالی نے کائنات میں انسانوں کیلئے انواع واقسام کی نعمتیں پیدا کی ہے۔انہیں عقل وشعور عطا کیا ہے تاکہ وہ ان چیزوں کو دریافت کریں،اور ان کو چکھیں،ان سے فائدہ اٹھائیں،انسان اگر اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی جستجو نہیں کرتا تو اس میں بندے کا اپنا قصور ہے نہ کہ اللہ تعالی کا۔اس نے تو پیدا کیا اور بندے کی ہر طریقہ سے رہنمائی کی،اب بندہ کا حق بنتا ہے کہ اس کی نعمتوں کو پاکر شکر گزاری کرے اور کائنات میں پیدا شدہ تمام انعامات الٰہیہ کو حاصل کرنے کی سعی کرے۔اللہ تعالی نے قرآن مجید میں جابجا اپنی نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔

سورہ طٰہ(۵۳،۵۴) میں فرمایا:"اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَھْدًا وَّسَلَکَ

لَكُمْ فِيهَا سُبُلاً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجْنَا بِهِ اَزْوَاجًا مِنْ نَبَاتٍ شَتّٰى كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ، اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِاُولِي النُّهٰى ".

اسی نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا ہے اور اس میں تمہارے چلنے کے لئے راستے بنائے ہیں اور آسمان سے پانی بھی وہی برساتا ہے، پر اس برسات کی وجہ سے مختلف قسم کی پیداوار بھی ہم ہی پیدا کرتے ہیں تم خود کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو بھی چراؤ کچھ شک نہیں کہ اس میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

سورہ نحل (۱۰،۱۱) میں فرمایا: "هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ،اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ".

وہی تمہارے فائدے کے لئے آسمان سے پانی برساتا ہے جسے تم پیتے ہو اور اسی سے اگے ہوئے درختوں کو تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو اسی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے بے شک ان لوگوں کے لئے تو اس میں بڑی نشانی ہے جو غور وفکر کرتے ہیں۔

سورہ نازعات (۳۰،۳۳) میں فرمایا:" وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا، اَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا وَالْجِبَالَ اَرْسَاهَا مَتَاعًا لَكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ".

اور اس کے بعد زمین کو بچھا دیا اس میں سے پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو گاڑ دیا یہ سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لئے ہیں۔

سورہ انعام (۹۹) میں فرمایا: "وَهُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ، اُنْظُرُوا اِلٰى ثَمَرِهِ اِذَا اَثْمَرَ وَيَنْعِهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ".

اور وہ ایسا ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نباتات کو نکالا پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے دانے بڑھے

ہوئے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گچھے میں سے خوشے ہیں جو نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار کہ بعض ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور کچھ ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے ہر ایک کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو ان میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

اس قسم کی بہت ساری آیتیں قرآن میں موجود ہیں جن میں کھانے پینے والی چیزوں کا تذکرہ موجود ہے وہ دراصل اللہ کی عظیم ترین نعمتیں ہیں جن کو بیان کر کے بندوں کو اپنی عبادت وشکر وگزاری پر آمادہ کرتا ہے۔

ان آیتوں میں جس بات کو واضح کیا گیا ہے وہ یہ کہ کھانے کے متعدد اقسام ہیں اور ان کو اپنے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ ادب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انسان کھانے والی چیزوں کو ان کے ناموں کے ساتھ یاد کرے الا یہ کہ کوئی ایسی چیز جس کو دوسرے ناموں سے یاد نہ کرنے کی ممانعت حدیث رسول میں وارد ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے: لَا تُسَمُّوْا الْعِنَبَ الْكَرْمَ فَإِنَّ الْكَرْمَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ"۔ (صحیح مسلم:۵۸۳۰/۱۵)

عنب کو کرم کا نام نہ دو یقیناً کرم تو مرد مسلم ہوتا ہے۔

مسلمان کسی چیز کا نام بدل کر بیان کرے قرآن یا حدیث میں اس کے جو محبوب نام آئے ہوں ان کو کسی مکروہ نام کے ذریعہ بیان کرے یا مکروہ چیز کو محبوب ناموں کے ساتھ یاد کرے تو اس کے لئے حرام ہے۔ آج کل معاشرے میں لوگوں نے حرام چیزوں کے بھی خوب بہترین ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ شراب کو ام الافراح اور بھانگ و چرس کو مروح القلوب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ایسی حرام چیزوں کا عمدہ نام دینا حرام ہے، اور ایسا اس لئے ہوا کہ لوگوں کے سامنے جب ان ناموں سے ذکر کریں گے تو ان کے دلوں میں بھی اس کے استعمال کا ذوق وشوق پیدا ہوگا۔ چنانچہ خود حرام کا استعمال کریں گے اور دوسروں کو بھی حرام چیزوں کے استعمال کی ترغیب دلا کر اپنے اوپر عذاب الہی کو مسلط کرلیں گے یہ دراصل شیطانی عمل ہے۔ جس طرح شیطان لوگوں کے سامنے اپنی باتیں بنا سنوار کر پیش کرتا ہے کہ

لوگ اس کو عمدہ جان کر تسلیم کر لیں اور ہماری پیروی بجالائیں بعینہ سماج میں برے لوگ کچھ حرام چیزوں کا غلط نام دیتے ہیں تاکہ دوسرے بھی اس میں مبتلا ہو جائیں جس مرض کا وہ شکار ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی ناراضگی سے ہر شخص کو اجتناب کرنا لازم ہے اور کھانے پینے والی چیزوں کو اس کے اصل ناموں سے ہی یاد کرنا بہتر ہے۔

کھانے کا احترام کرنا

کھانے پینے والی چیزیں اللہ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں۔ان کا احترام کرنا ضروری ہے۔ان کی توہین سے بچنا لازم ہے،مسلمان کو برابر ذکر الٰہی اور شکر الٰہی میں مصروف رہنا چاہیے اور برابر اس کے دوام و کثرت کا سوال کرنا چاہیے اور یہ یقینی طور پر تسلیم کرنا چاہیے کہ شکر الٰہی میں ہی نعمتوں کی بارش ہوتی رہتی ہے۔

کھانے کا احترام کرنا اور انکی توہین سے بچنا مسلم کا اہم فریضہ ہے۔ دور حاضر میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ کھانے کا کس قدر احترام مفقود ہے۔ بہت سارے لوگ کوڑے دان میں پھینک دیتے ہیں پیروں سے روندتے ہیں۔ روٹی کے ٹکڑے چاول اور دیگر خوردنی اشیاء راستوں میں پھینک دیتے ہیں۔ ان کے پاس اس کی کوئی اہمیت وعظمت نہیں ہوتی ہے اور نہ وہ احترام کرتے ہیں۔ کھاتے پیتے وقت انسان کو اپنی حالت پر غور کرنی چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ یہی وہ کھانا ہے جس کے لئے ہم تگ و دو کر رہے ہیں اور ان کو پا کر ہی زندگی کی گاڑی صحیح سلامت آخرت کے ڈگر پر رواں دواں ہے۔ بسا اوقات ان کھانوں کو نہ پا کر انسان موت کا شکار ہو جاتا ہے تاہم کھانوں کی توہین سے باز نہیں آتا ہے۔ بے دردی سے ان کو کہیں بہا دیتا ہے۔

کھانے کے دوران نصیحت کرنا

اسلامی آداب خورد و نوش کا پاس و لحاظ رکھنا مسلمان کا وطیرہ ہے۔ کھانے کے دوران ان کا خاص خیال رکھنے سے شخصیت میں نکھار آتا ہے اور اس کی خوبیاں اور خصلتیں پروان چڑھتی

ہیں۔ جب کوئی کھاتے پیتے وقت آداب اکل وشرب کی مخالفت کرتا نظر آئے تو وہاں تنبیہ کرنا اور سکھانا ضروری ہے۔

عمر بن ابی سلمہ کی حدیث: "کُنْتُ غُلاَمًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَکَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَا غُلاَمُ سَمِّ اللّٰہَ وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ". (بخاری:۹/۶۴۵) سے پتہ چلتا ہے کہ نبی نے ان کو ادب سکھایا اور اس کے بعد انکا بیان ہے کہ میں اسی نہج پر کھاتا رہا۔

سلمہ بن اکوع کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے دیکھا ایک شخص کو کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا ہے تو آپ نے فرمایا: "کل بیمینک" دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہا: میں اس طرح کھانے کی قدرت نہیں پاتا۔ جب اس نے ان سنی کر دی تو آپ نے فرمایا: "لا استطعت" تو قدرت نہیں پائے گا۔ کبر نے ایسا کرنے سے باز رکھا۔ وہ زندگی بھر اپنا ہاتھ منہ تک نہ اٹھا سکا۔ (مسلم:۱۳/۱۹۲)

ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حالت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی لازم ہے۔ خوردونوش کے دوران آداب سکھانے اور شریعت کے مخالف امور سے باز رہنے کی تعلیم دینا ضروری ہے۔

کھانے پینے میں بیٹھنے کی نوعیت کیا ہونی چاہیے؟

کارگہ حیات میں زندگی گزارنے کے لئے اسلام نے جہاں زریں اصول وضوابط وضع کئے وہیں خوروونوش کے جملہ آداب کو بہترین قالب میں سجا کر امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا ہے۔ انہیں میں سے ایک ادب کھانے میں اعتدال کے ساتھ بیٹھنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی عملی خوبصورتی نے صحابہ کرام کو ماہی بے آب کر دیا اور اسوۂ محمدی کے شوق تعمیل نے ان کے اندر جاں نثاری کا جوہر پیدا کر دیا۔ انہوں نے اسلامی آداب کی لڑیوں میں پرونے کی بے پایاں کوششیں کر کے آنے والی نسلوں کے لئے وہ سامان بہم پہنچایا کہ امت مسلمہ اس سے گلوگیر ہو کر رشد وہدایت، خیر وبھلائی کی راہ سے سرمو انحراف نہیں کر سکتی اور یہی جذبۂ

عمل کی موجودگی نہاں خانہ دل میں کجی اور ٹیڑھا پن کو جنم دے سکتی ہے۔

بلا شبہ نبی کریم ﷺ نے جہاں لوگوں کے حقوق و معاملات کی اصلاح کی وہاں کھانے کے لئے بیٹھنے کے طریقے بھی بتائے۔ان طریقوں سے روکا جن کو اپنا کر لوگ مختلف بیماریوں کا شکار ہو سکتے تھے اور ان کی قدرتی ساخت بگڑ سکتی تھی۔

رسول ﷺ نے اپنا مبارک عمل بیان کر کے کھانے میں بیٹھنے کا ادب سکھایا اور فرمایا:

''اِنِّیْ لَا آکُلُ مُتَّکِئًا''۔ [بخاری:۱۲/۲۹۹(۵۳۹۸-۵۳۹۹)،کتاب الاطعمۃ]

میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا ہوں۔

دوسری روایت میں''لَا آکُلُ وَاَنَا مُتَّکِیٌٔ''[حوالہ سابق] کے الفاظ ہیں۔

دونوں کا مطلب ہے کہ میں کسی چیز کے سہارے اور کسی چیز سے ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا، پھر کھانے کے لئے بیٹھنے کا طریقہ کیا ہو؟ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے یہ تحریر کیا ہے:

''وَيُذْكَرُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَجْلِسُ لِلْاَكْلِ مُتَوَرِّكًا عَلىٰ رُكْبَتَيْهِ ، وَ يَضَعُ بَطْنَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى عَلَى ظَهْرِ قَدَمِهِ الْيُمْنٰى تَوَاضُعًا لِرَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ ،وَاَدَبًا بَيْنَ يَدَيْهِ ، وَاِحْتَرَامًا لِلطَّعَامِ وَلِلْمَوَاكِلِ ، فَهٰذِهِ الْهَيْئَةُ اَنْفَعُ هَيْئَاتِ الْاَكْلِ وَاَفْضَلُهَا ، لِاَنَّ الْاَعْضَاءَ كُلَّهَا تَكُوْنُ عَلَى وَضْعِهَا الطَّبِيْعِيْ الَّذِيْ خَلَقَهَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ عَلَيْهِ مَعَ مَا فِيْهَا مِنَ الْهَيْئَةِ الْاَدْبِيَّةِ ، وَاَجْوَدُ مَا اغْتَذَى الْاِنْسَانُ اِذَا كَانَتْ اَعْضَائُهُ عَلَى وَضْعِهَا الطَّبِيْعِيْ وَلَا يَكُوْنُ كَذٰلِكَ اِلَّا اِذَا كَانَ الْاِنْسَانُ مُنْتَصَبًا الْاِنْتِصَابَ الطَّبِيْعِيْ، وَاَرْدَا الْجِلْسَاتِ لِلْاَكْلِ الْاِتِّكَاءُ عَلَى الْجَنْبِ ، لِمَا تَقَدَّمَ مِنْ اَنَّ الْمَرِيَّ وَاَعْضَاءُ الْاِزْدِرَاءِ تَضِيْقُ عِنْدَ هٰذِهِ الْهَيْئَةِ ، وَالْمِعْدَةُ لَاتُبْقٰى عَلىٰ وَضْعِهَا الطَّبِيْعِيْ ، لِاَنَّهَا تَنْعَصِرُ مِمَّا يَلِيْ الْبَطْنَ بِالْاَرْضِ ،وَمِمَّا يَلِيْ الظَّهْرَ بِالْحِجَابِ الْفَاصِلِ بَيْنَ آلَاتِ الْغِذَاءِ وَ آلَاتِ التَّنَفُّسِ،وَاِنْ كَانَ الْمُرَادُ بِالْاِتِّكَاءِ الْاِعْتِمَادُ عَلَى الْوَسَائِدِ وَالْوِطَاءِ الَّذِيْ تَحْتَ الْجَالِسِ ،فَيَكُوْنُ الْمَعْنٰى اِنِّيْ اِذَا اَكَلْتُ لَمْ اَقْعُدْ مُتَّكِئًا عَلَى الْاَوْطِيَةِ وَالْوَسَائِدِ

،كَفِعْلِ الْجَبَابِرَةِ ،وَمَنْ يُرِيْدُ الْإِكْثَارَ مِنَ الطَّعَامِ ،لٰكِنِّيْ آكُلُ بُلْغَةً كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ . [زادالمعاد:۴/۲۲۱-۲۲۲]

''کھانے کے اندر خاصہ نبوی یہ تھا کہ وہ اپنے گھٹنوں کے بل سرین کا سہارا لے کر بیٹھتے تھے۔ اپنا بایاں پاؤں دائیں پاؤں پر رکھتے اور رب العزت کے لئے تواضع، اس کے روبرو ادب اور نعمت الٰہی یعنی غذاؤں کے احترام میں ایسا کرتے تھے۔ اس طرح بیٹھ کر کھانا سب سے زیادہ نفع بخش اور بہترین شکل ہے کیوں کہ تمام اعضاء جسمانی (جن کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص تخلیقی ساخت عطا کیا ہے) اپنی قدرتی بناوٹ پر ہی ہوتے ہیں۔ انسان جو کچھ بھی کھاتا ہے، اس سے اچھائی اور عمدگی پیدا ہوتی ہے اور اعضاء جسمانی قدرتی ساخت پر برقرار رہتے ہیں۔ اور ایسا اس وقت ممکن ہے جب انسان طبعی طور حالت پر رہے۔

کھانے میں سب سے خراب شکل پہلو کے بل لیٹ کر یا سہارا لے کر کھانا ہے۔ اس صورت میں آمد ورفت کے اعضاء اور نرخرے میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے اور معدہ اپنی طبعی کارکردگی کھو دیتا ہے۔

اگر ٹیک لگانے سے مراد تکئے اور فرش یا پست نرم زمین- جو بیٹھنے والوں کے نیچے ہوا کرتے ہیں- وغیرہ ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب میں (نبی ﷺ) کھانا کھاتا ہوں تو تکئے کا سہارا نہیں لیتا ہوں کیوں کہ یہ ظالم بادشاہوں اور زیادہ کھانے والوں کا طریقہ ہے۔ میں بقدر کفایت بندہ کے کھانے کی طرح کھاتا ہوں،،۔

مزید لکھتے ہیں: ''اَلْاَنْوَاعُ الثَّلَاثَةُ مِنَ الْاِتِّكَاءِ ،فَنَوْعٌ مِنْهَا يَضُرُّ بِالْاَكْلِ ، وَهُوَ الْاِتِّكَاءُ عَلَى الْجَنْبِ ،فَإِنَّهُ يَمْنَعُ مَجْرَى الطَّعَامِ الطَّبِيْعِيْ عَنْ هَيْئَتِهِ ، وَيَعُوْقُهُ عَنْ سُرْعَةِ نُفُوْذِهِ إِلَى الْمِعْدَةِ وَيَضْغَطُ الْمِعْدَةَ ،فَلَايَسْتَحْكِمُ فَتْحَهَا لِلْغِذَاءِ ،وَأَيْضًا فَإِنَّهَا تَمِيْلُ وَلَاتَبْقَى مُنْتَصِبَةً ،فَلَايَصِلُ الْغِذَاءُ إِلَيْهَا بِسُهُوْلَةٍ ، وَأَمَّا النَّوْعَانِ الْآخَرَانِ فَمِنْ جُلُوْسِ الْجَبَابِرَةِ الْمُنَافِيْ لِلْعُبُوْدِيَّةِ''.

[زادالمعاد:۴/۲۲۱]

''اِتِّكَاء،، یعنی ٹیک لگانے کی تین شکلیں ہیں۔ مربع یعنی چار زانو ہو کر بیٹھنا، آلتی

پالتی مار کر بیٹھنا یا چوکڑی مار کر بیٹھنا۔ اتکاء علی الشئی: یعنی کسی چیز پر ٹیک لگانا۔ اتکاء علی الجنب: کا مطلب پہلو کے بل لیٹ کر بیٹھنا۔

ان تینوں شکلوں میں ' اتکاء علی الجنب، کھانے والوں کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ اس طرح بیٹھنے میں جسم کے وہ تمام طبعی راستے بند ہو جاتے ہیں جن سے غذا آسانی کے ساتھ داخل ہوتی ہے اور معدے تک آسانی سے پہنچ جاتی ہے۔ معدہ بوجھل ہو جاتا ہے اور اس کی تمام تر توانائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بیٹھنے کی دوسری شکل بھی غذا کو اصل جگہ پہنچانے میں کامیاب نہیں ہے۔ چنانچہ ان دو طریقوں سے منع کیا گیا ہے کیوں کہ یہ سرکش، ظالم اور مغرور بادشاہوں کا طریقہ ہے جو عبودیت اور غلامی کے عین منافی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے انہی باتوں کو اپنی کتاب فتح الباری: [۹/۵۴۱] میں نقل کیا ہے جن کو ابن القیم نے بیان کیا ہے۔ اور دونوں کی باتوں کا تقریباً ایک ہی مطلب ہے۔ البتہ اتکاء (ٹیک لگانا) کی یہ تفسیر کرنا کہ آدمی جس طرح بیٹھنے کی قدرت رکھتا ہو اسی طرح بیٹھے دراصل بسیار خوری پر غماز ہے۔ اور اتکاء علی الجنب (پہلو کے بل ٹیک لگانا) کا مطلب ہے کہ آدمی کسی ایک جانب مائل ہو کر یا زمین سے بائیں ہاتھ کا سہارا لے کر کھائے، قطعاً درست نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کبھی اقعاء (سرین کے سہارے بیٹھنا) کی حالت میں اور کبھی گھٹنے کے بل بیٹھ کر کھاتے لیکن تحقیق کے بعد یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے ان حالتوں یا شکلوں میں صرف کھجوریں اور اس طرح کی خشک چیزیں کھائیں۔ چنانچہ ایسی چیزوں کا ان شکلوں میں کھانے کا ثبوت نہیں ملتا ہے جن میں سیلان کی صفت ہو۔

حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے: 'رَأَيْتُ النَّبِيَّ مُقْعِيًا يَأْكُلُ تَمْرًا''.

[مسلم: ۱۴/۲۳۹ (۱۴۸)، کتاب الاشربہ - مع النووی]

میں نے نبی کریم ﷺ کو سرین کے سہارے بیٹھ کر کھجور کھاتے ہوئے دیکھا۔

عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے: ''اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اُهْدِيَتْ لَهُ شَاةٌ فَجَثٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، فَقَالَ الْاَعْرَابِيُّ: مَاهٰذِهِ الْجِلْسَةُ؟ فَقَالَ: ''اِنَّ

اللّٰہِ جَعَلَنِیْ عَبْدًا کَرِیْمًا ،وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا عَنِیْدًا''.

[سنن ابی داؤد:۲/ ۷۱۹(۳۷۷۳)، کتاب الاطعمہ، سنن ابن ماجہ:۲/ ۲۲۴(۳۲۶۳)، کتاب الاطعمہ، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ:۳/ ۱۱۸(۲۶۵۸) میں صحیح قرار دیا ہے۔]

میں نے نبی ﷺ کو بکری کا گوشت ہدیہ میں دیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے زانو کے بل بیٹھ کر کھانے لگے۔ ایک دیہاتی نے عرض کیا۔ بیٹھنے کی یہ نوعیت کیسی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواباً عرض کیا: اللہ تعالی نے مجھ کو معزز و باعزت بندہ بنایا ہے نہ کہ مغرور و سرکش۔

ایک لمبی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بکری ہدیہ بھیجی گئی، ان دنوں کھانا کم تھا۔ آپ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ اس بکری کو پکاؤ اور آٹے کی روٹی بنالو پھر ثرید بنالو۔ نبی ﷺ کے پاس ایک بڑا پیالہ تھا جس کا نام غراء تھا۔ اس کو چار آدمی مل کر اٹھاتے تھے۔ جب آپ نے صبح کی اور لوگوں نے چاشت کی نماز پڑھ لی تو اس پیالہ کو لایا گیا۔ اور لوگ کھانا کے لیے جمع ہوئے۔ جب لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو آپ ﷺ زانو پر بیٹھے۔ ایک دیہاتی نے کہا: یہ آپ کس طرح بیٹھے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے مجھے کریم بنایا ہے جابر و سرکش نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کے کنارے سے کھاؤ اور اس کا اوپری حصہ چھوڑ دو، تاکہ اس میں تمہارے لیے برکت دی جایے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: لو اور کھاؤ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے تمہارے لیے فارس اور روم کی سرزمین فتح کردی جایے گی اور بہت کھانا ہوجایے گا، لیکن اس پر بسم اللہ نہیں کیا جایے گا۔ [دیکھیے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: (۳۹۳)، یہ حدیث صحیح ہے]

رسول اللہ ﷺ نے منہ کے بل لیٹ کر کھانے سے بھی منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ حدیثوں کے اندر اس کی صراحت موجود ہے۔

کھانے کے لئے بیٹھنے کی نوعیت کیا ہو؟ اس سلسلے میں فقہاء کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں یہ تحریر کیا ہے: ''اَلْمُسْتَحَبُّ فِیْ صِفَةِ الْجُلُوْسِ لِلاَکْلِ اَنْ یَجْلِسَ

مُتَوَرِّکًا عَلٰی رُکْبَتَیْهِ، وَیَضَعُ ظَهْرَ قَدَمِهِ الْیُمْنٰی عَلٰی بَطْنِ قَدَمِهِ الْیُسْرٰی، اَوْ اَنْ یَکُوْنَ جَاثِیًا عَلٰی رُکْبَتَیْهِ وَظُهُوْرِ قَدَمَیْهِ، اَوْ یُنْصِبَهُ الرَّجُلَ الْیُمْنٰی وَیَجْلِسُ عَلَی الْیُسْرٰی". [حاشیۃ ابن عابدین:۹/۴۱۳، المدخل:۱/۲۱۵، آداب الاکل:ص/۱۸-۱۹، الآداب الشرعیۃ:۳/۱۵۹، الانصاف:۸/۲۴۳، کشاف القناع:۴/۱۵۶]

مختصر یہ کہ کھانے پینے میں اعتدال سے بیٹھنا سب سے عمدہ طریقہ ہے۔ اس میں ٹیک لگانے کی تمام شکلیں ناپید ہوا کرتی ہیں۔ کسی طرح کی خرابی کے پیدا ہونے کا امکان نہیں ہوتا ہے۔

منھ کے بل لیٹ کر کھانے پینے کا نقصان اور ایک نصیحت آموز واقعہ

منہ کے بل لیٹ کر کھانا اور الٹا لیٹ کر کھانا جہاں شرعی نقطۂ نظر سے غلط ہے وہاں طبی نقطۂ نظر سے بھی غلط ہے۔ ماہرین طب نے ماڈرن میڈیکل تحقیقات (Modern Medical Research) اور اپنے تجربات سے یہ بات ثابت کردیا ہے کہ جسم کے الٹنے سے معدہ الٹ جاتا ہے اور اس کا تمام نظام درہم برہم ہوجاتا ہے اور ہاضمہ صحیح طریقے سے کام نہیں کرتا ہے۔ الٹا لیٹنے سے خطرہ یہ ہے کہ نوالہ بجائے غذا کی نالی میں جانے کے سانس کی نالی میں چلا جائے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

"ایک مریض علاج کی غرض سے آیا۔ موصوف کا بیان اور تشخیص مرض یہ تھی کہ اس کے پھیپھڑوں میں پانی بھر چکا ہے۔ جب اس مرض کا سبب پوچھا گیا تو موصوف بتانے لگے کہ آج سے تقریباً پانچ سال قبل میں لیٹا ہوا تھا اور لذیذ پلاؤ کھا رہا تھا۔ پھر لیٹے لیٹے میں فوراً الٹا منہ کے بل لیٹ گیا اور وہ پلاؤ کھانے لگا۔ اچانک وہ نوالہ میری سانس کی نالی میں چلا گیا۔ مجھے سخت کھانسی ہوئی۔ قے ہوئی۔ طبیعت بے چین ہوگئی۔ میں بے ہوش ہوگیا۔ ڈاکٹر نے آکسیجن (Oxezon) دی۔ پھیپھڑوں کو واش کرنے کی بہت کوشش کی لیکن چاول پھیپھڑوں میں بکھر گئے تھے۔ اس دن سے یہ تکلیف میرے ساتھ بہت ہے۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس:۳/۲۲۶)

کھانے اور پینے میں شرعی اور طبی نقطۂ نظر سے اعتدال کے ساتھ بیٹھنا ہی صرف مفید تر

ہے۔اس کے اندر عافیت وراحت، اطمینان وسکون اور سیرابی نفس کا بہترین سامان ہے۔ ایسا کرنا سنت رسول کی تابعداری کا مظہر ہے۔اعتدال کے ساتھ بیٹھ کر کھانا آدمیت کی دلیل اور انسانیت کی علامت ہے۔

افسوس کا مقام یہ ہے کہ دور جدید میں مسلمانوں کے اندر سے اطوار مسلمانی ختم ہو چکی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ عنایات ربانی کا دروازہ بھی بند ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔حیا وشرم کی دولت لٹ گئی۔ برائیوں کا چلن عام ہوگیا جس کی وجہ سے اللہ کی مہربانیاں نہیں ہوتیں اور بندہ کی جانب سے یہ شکوہ رہتا ہے۔

اب وہ الطاف نہیں ہم پہ عنایات نہیں — بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں

لیکن جواب تو اس کا یہی موجود ہے:

حیدری فقر ہے نہ دولت عثمانی ہے — تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے

کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعار اغیار — ہوگئی کس کی نگہ طرز سلف سے بیزار

کتاب وسنت کی بجا آوری نہ کرنے اور حیا وشرم کے ختم ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی عام دعوتوں میں کھڑے کھڑے کھانے کا رواج عام ہوگیا ہے۔ٹیبل ہی پر رنگ برنگ کے کھانے پلیٹ اور کٹوروں میں چمچوں کے ساتھ رکھے ہوتے ہیں اور انسان سب میں سے تھوڑا تھوڑا لے کر کھڑے کھڑے چل چل کر کھاتا ہے۔ جب کہ نبی ﷺ نے اس کو سب سے برا قرار دیا ہے۔حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے آدمی کو کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے۔قتادہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے حضرت انسؓ سے کہا کہ کھڑے ہو کر کھانا تناول فرمانا کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: " هٰـذَا أَشَـرُّ أَوْ أَخْبَثُ،، یعنی یہ سب سے برا ہے۔ (مسلم:۲۰۲۴، ترمذی:۱۸۸۰، ابوداود:۳۷۱۷)

ہاں! جہاں پر ایسی مجبوریاں لاحق ہوں تو بعض ایسی روایتیں ہیں جو بوجہ مجبوری رخصت پر دلالت کرتی ہیں اور ان میں جواز کا پہلو ثابت ہے۔لیکن فیشن کے طور پر کرنا اور بلا وجہ اہل مغرب کی کورانہ تقلید کرنا اسلام کی خوبیوں اور اس کی امتیازی خصائص سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔نیز اپنے آپ کو سنت نبوی سے کنارہ کش رکھنے کا بین ثبوت ہے۔

ہائے سنت نبوی کی یہ ناقدری! ایسے مسلمانوں کو چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جانا چاہیے جو اپنے ہر عمل کو قرآن وسنت کے مطابق کرنے کے دعویدار ہیں۔ مسلمانوں نے انداز مسلمانی کی مضبوط دیواریں مسمار کر کے شیوہ کافری کو اپنا لیا ہے۔ حالاں کہ سچی بات یہ ہے کہ ہر شخص کی نجات اور کامیابی وکامرانی اسلامی اطوار واقدار کی پاسداری میں پوشیدہ ہے۔

کھانے پینے میں شیطان کو روکنے کا بہترین علاج: بسم اللہ

کھانے پینے سے پہلے ''بسم اللہ'' کہنا اسلامی شریعت کا ایک اہم تقاضا ہے۔ اس سے کھانے میں برکت نازل ہوتی ہے۔ کھانے کے اندر شیطان کے داخل ہونے کی تمام راہیں بند ہو جاتی ہیں۔ بسم اللہ کہنے کے بعد کوئی ایسی راہ کھلی نہیں ہوتی جس سے اس کے شامل ہونے کا امکان باقی رہے۔

حضرت عمر بن ابی سلمہؓ کا بیان ہے: '' كُنْتُ غُلَامًا فِيْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، وَكَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ ،فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :يَاغُلَامُ !سَمِّ اللّٰهَ ، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ ،وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ '' فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِيْ بَعْدُ''. [صحیح بخاری:۱۲/ ۲۶۸ (۵۳۷۶)۔ الفتح صحیح مسلم:۱۳/ ۲۰۳ (۱۰۸-۱۰۹)۔ النووی]

جب میں نبی ﷺ کے آغوش میں پرورش پا رہا تھا اس وقت میں کم سن بچہ تھا۔ کھاتے وقت میرا ہاتھ پیالہ میں چاروں طرف گھوم رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے لڑکے! بسم اللہ پڑھو۔ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔ ان کا بیان ہے کہ اس کے بعد میرا کھانا اسی طریقہ پر رہا۔

حضرت حذیفہ بن یمانؓ کا بیان ہے: ''كُنَّا اِذَا حَضَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا لَمْ نَضَعْ اَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَيَضَعُ يَدَهٗ ، وَ اَنَّا حَضَرْنَا مَعَهٗ مَرَّةً طَعَامًا فَجَائَتْ جَارِيَةٌ كَاَنَّهَا تَدْفَعُ ،فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ،فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهَا ،ثُمَّ جَاءَ اِعْرَابِيٌّ كَاَنَّمَا يُدْفَعُ فَاَخَذَ بِيَدِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ،وَاِنَّهٗ جَاءَ بِهٰذِهٖ

الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا ، فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا فَجَاءَ بِهٰذَا الْأَعْرَابِيُّ لِيَسْتَحِلَّ بِهٖ،فَأَخَذْتُ بِيَدِهٖ ،وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ ؛ إِنَّ يَدَهُ فِيْ يَدِيْ مَعَ يَدِهَا". [صحیح مسلم :۱۳/۱۹۹(۲۰۱۷)۔النووی،صحیح سنن ابی داؤد:۲/۷۱۷(۳۷۶۶)]

جب ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ کھانا کھاتے تو ہم اپنے ہاتھ کو کھانے میں نہیں ڈالتے یہاں تک کہ آپ شروع کرتے۔ایک دن ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ کھانا تناول کرنے میں موجود تھے۔دریں اثناء دوڑتی ہوئی ایک لڑکی آئی جیسے کوئی اس کو بھگا رہا ہو۔اس نے اپنا ہاتھ کھانے میں رکھنا چاہی تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ تھام لیا پھر ایک دیہاتی دوڑتا ہوا آیا جیسے کوئی اس کو بھگا رہا ہو۔آپ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔پھر فرمایا :شیطان اس کھانے پر قادر ہو جاتا ہے جس پر بسم اللہ نہ کہا جائے۔اس نے ایک لڑکی بھیجا تا کہ وہ کھانے پر قادر ہو سکے۔میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔پھر اس نے ایک دیہاتی کو لایا۔میں نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔قسم ہے اس ذات مقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ شیطان کا ہاتھ اس لڑکی کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔

ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے بسم اللہ کہا اور کھانا تناول فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:"كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ طَعَامًا فِيْ سِتَّةِ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهٖ ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَأَكَلَهُ بِلُقْمَتَيْنِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "أَمَا أَنَّهُ لَوْ كَانَ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ لَكَفَاكُمْ ،فَإِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ : بِسْمِ اللّٰهِ ، فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَقُوْلَ: بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ أَوَّلِهٖ ،فَلْيَقُلْ : بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ أَوَّلِهٖ وَآخِرِهٖ".

[صحیح سنن ابی داؤد للالبانی:۲/ ۷۱۸(۳۷۶۷)،سنن ترمذی:۲/ ۱۶۷(۱۹۳۶)،صحیح سنن ابن ماجہ:۲/ ۲۲۴(۳۲۶۴)،مسند احمد:۶/ ۱۴۳،مستدرک حاکم/ ۱۰۸،سنن دارمی:۲/ ۴۹،سنن بیہقی:۷/ ۲۷۶،علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے]۔

رسول اللہ ﷺ چھ ۶ صحابہ کرام کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور اس سے دو لقمہ کھا لیا۔رسول اللہ نے فرمایا:اس نے بسم اللہ کہہ لیا ہوتا تو یہ تمہارے لئے

کافی ہوتا۔ جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بسم اللہ پڑھ لے۔ اگر کھانے میں بسم اللہ کہنا بھول جائے تو وہ "بسم الله اوله و آخره"، پڑھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ جو کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ بھول جائے اور یاد آتے ہی بسم اللہ اولہ وآخرہ پڑھ لے تو اس کے لئے نئی خوراک محفوظ ہو جاتا ہے اور ناپاک چیزوں سے باز رہتا ہے۔

[ارواء الغلیل: ۷/۲۶ (۱۹۶۵)، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۱۹۶، علامہ البانی نے موخر الذکر کتاب میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ابن حبان: ۱۳۴۰ میں بسند صحیح مروی ہے]

ان تمام حدیثوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ان حدیثوں سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ کھانا ایک ساتھ کھانے میں برکت نازل ہوتی ہے۔ جب اجتماعی شکل میں کھانا کھایا جا رہا ہو تو کھانے والا بسم اللہ کہے۔ ایک دوسرے کو کہنے کی تاکید کرے تاکہ شیطان کھانے میں شامل نہ ہو سکے۔ یہ حدیثیں اس بات کی بھی دلیل ہیں کہ تمام کھانے کے قابل چیزیں جب استعمال کی جائیں تو اس سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیا جائے۔

بسم اللہ پڑھنے کا وجوب اقوال ائمہ کی روشنی میں

کھانے پینے سے پہلے ائمہ کرام نے بسم اللہ پڑھنا واجب قرار دیا ہے۔ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک کھانے اور پینے کے وقت بسم اللہ کہنا واجب ہے۔ [الفتوحات الربانیۃ لابن علان: ۵/۱۹۵، زاد المعاد: ۲/۲۹۷]

امام نوویؒ نے تحریر کیا ہے کہ کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ کہنا بالاجماع مستحب ہے۔ [الاذکار: ص/۲۰۷، شرح صحیح مسلم: ۱۳/۱۸۸]

حافظ ابن عبدالبر کا بھی قول امام نووی رحمہ اللہ سے قریب قریب ہے وہ یہ کہ کھانے پینے کے وقت تسمیہ کے واجب نہ ہونے پر اجماع ہے۔ [الفتوحات الربانیۃ: ۵/۱۹۵]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری: ۹/۵۲۲) نے اس پر نقد کرتے ہوئے امام نوویؒ

کے اس قول کو محل نظر قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ بسم اللہ پڑھنے کو بالا جماع مستحب کہنا محل نظر ہے۔ الا یہ کہ اس استحباب سے راجح فعل مراد لیا جائے۔ کیوں کہ علماء کرام کی جماعت اس کے وجوب کا قائل ہے نیز وہ داہنے ہاتھ سے کھانے کو واجب کہتے ہیں کیوں کہ امر کا صیغہ دونوں کے لئے ایک ہے۔

ابن ابی موسی اور امام شوکانی نے کھانے اور پینے میں دائیں ہاتھ کا استعمال کرنے اور شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کہنے کو واجب قرار دیا ہے۔{الآداب الشرعیۃ والمنح المرعیۃ لابن مفلح المقدسی:۳/۱۱۲،تحفۃ الذاکرین:ص/۱۸۶}

امام ابن قیم الجوزیہؒ نے لکھا ہے:''کھاتے وقت بسم اللہ کہنا واجب ہے اور یہی صحیح ہے۔ اصحاب احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔ جتنی حدیثیں اس سلسلے میں وارد ہیں سب کے اندر امر کا صیغہ موجود ہے جو وجوب کا متقاضی ہے اور اس سے نہ کوئی حدیث معارض ہے اور نہ ہی اجماع سے اس کا کوئی ٹکراؤ ممکن ہے۔ [زادالمعاد:۲/ ۳۹۷]

صحیح بات یہ ہے کہ کھانے پینے کے وقت تسمیہ واجب ہے۔ اصحاب محمد کا ایک قول بھی یہی ہے۔ اور تسمیہ کے امر والی احادیث صحیح اور صریح ہیں اور ان کی معارض کوئی حدیث نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی ایسا اجماع جو ان کی مخالفت کا جواز پیدا کرے اور ان کو ان کے ظاہری معنی سے پھیر دے جبکہ اس کے (تسمیہ کے) ترک کرنے والے کے کھانے پینے میں شیطان شریک ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ تسمیہ واجب ہو یا مستحب ان تمام بیانات کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ کہنا مشروع ہے اور اس پر علماء کرام کا اجماع ہے۔

کھانے پینے میں بسم اللہ کے ساتھ ''الرحمٰن الرحیم،، کا اضافہ: شریعت کی نظر میں

محض بسم اللہ کہنا ہی مشروع ہے یا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یہ علماء کرام کے درمیان مختلف فیہ مسئلہ ہے۔

محدثین کرام اور جمہور ائمہ سلف کے نزدیک کھانے پینے میں صرف بسم اللہ پڑھنا ہی مسنون ہے۔ ان کے نزدیک الرحمٰن الرحیم کا اضافہ مشروع نہیں ہے۔ نبی ﷺ سے قولاً

اور فعلاً ''الرحمٰن الرحیم،، کے اضافہ کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ان لوگوں نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے عمر بن ابی سلمہ، حذیفہ بن یمان، حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایتوں سے استدلال کیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ ان تمام کی روایتوں سے کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ ہی پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے اور بس۔ان کا استدلال دوسری ان حدیثوں سے بھی ہے جو قابل ذکر ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا :''اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ ،فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ وَ عِنْدَ طَعَامِهٖ ، قَالَ الشَّيْطَانُ: لَامَبِيْتَ لَكُمْ وَ لَاعَشَاءَ ،وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَدُخُوْلِهٖ ،قَالَ الشَّيْطَانُ : اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ ، اِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ طَعَامِهٖ، قَالَ : اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعِشَاءَ ''. [صحیح مسلم:۱۳/۲۰۱(۲۰۱۸)-النووی، کتاب الاشربہ،صحیح سنن ابی داؤد:۲/۷۱۷(۳۷۶۵)، صحیح سنن ابن ماجہ:۲/۳۳۶(۳۸۸۷)، کتاب الدعاء]۔

آدمی جب گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لیتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے۔ یہاں نہ تمہارے لئے رات کا کھانا ہے اور نہ رات گزارنے کی جگہ ہے۔اگر ذکر الٰہی یعنی بسم اللہ کے بغیر داخل ہو گیا اور کھاتے وقت بسم اللہ نہ پڑھا تو وہ کہتا ہے کہ تم نے رات گزارنے کی جگہ پالی اور تم کو کھانا بھی مل گیا۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب رات کی ابتدا ہو یا شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو روک لو اور گھر سے باہر نہ نکلنے دو کیوں کہ اس وقت شیطان پھیل جاتے ہیں۔ جب رات کی ایک گھڑی گزر جائے تو انہیں چھوڑ دو۔بسم اللہ کہہ کر دروازہ بند کر لو اور اپنے مشکیزہ کا منہ باندھ دو۔شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا۔بسم اللہ کہہ کر اپنے برتنوں کا منہ ڈھک دو خواہ کسی چیز کو آڑے ہی رکھ کر ہو اور سونے سے پہلے اپنے چراغوں کو بجھالیا کرو۔

دوسری روایت میں ہے:''غَطُّوا الْاِنَاءَ،وَاَوْكُوا السِّقَاءَ ،وَاغْلِقُوْا الْبَابَ ، وَاَطْفِئُوا السِّرَاجَ،فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَايَحِلُّ سِقَاءً ،وَلَايَفْتَحُ بَابًا،وَلَايَكْشِفُ اِنَاءً

فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ اَحَدُکُمْ اِلَّا اَنْ یَعْرِضَ عَلَی اِنَائِهٖ عُوْدًا، وَیَذْکُرَ اسْمَ اللّٰهِ فَلْیَفْعَلْ ،فَاِنَّ الْفُوَیْسَقَةَ تَضْرِمُ عَلَی اَهْلِ الْبَیْتِ بَیْتَهُمْ". [صحیح بخاری:۲/۸۴۱، کتاب الاشربہ، صحیح مسلم:۱۳/۱۹۴-۱۹۵(۲۰۱۲)-النووی]

برتن کو ڈھک دو۔ مشکیزہ کا منہ باندھ دو۔ دروازے کو بند کر دو۔ چراغ کو بجھا دو کیوں کہ شیطان مشکیزہ نہیں کھولتا۔ دروازہ اور برتن نہیں کھولتا۔ اگر لکڑی کے سوا کوئی چیز نہ ملے تو بسم اللہ کہہ کر اسی کو برتن پر رکھ دو۔ سوتے وقت چراغ بجھا دو اس لئے کہ چوہیا لوگوں کا گھر جلا دیتی ہے یعنی چراغ کی بتی کھینچ کر گھروں کو آگ لگا دیتی ہے۔

حضرت انس بن مالک ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص اپنے گھر سے نکلتے وقت ''بِسْمِ اللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' کہے تو فرشتے اس سے کہتے ہیں۔ تو نے ہدایت کی راہ پائی۔ ہر بلا و مصیبت سے بچا لیا گیا اور تجھ کو یہ دعا کافی ہے۔ شیطان اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ دوسرا شیطان کہتا ہے: اس شخص کا اب کیا کر سکتا ہے جس کو راہ مل گئی۔ دعا اس کے لئے کافی ہے اور وہ ہر بلا سے محفوظ ہے''۔

[سنن ابی داؤد:۵/۳۲۸، کتاب الادب، سنن ابن ماجہ:۱/۲۸۴، سنن ترمذی:۲/۱۸۱، ابواب الدعوات]

حضرت ابن عباس ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کوئی مباشرت (جماع) کے وقت: ''بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِی الشَّیْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا''۔ ترجمہ: میں اللہ کے نام سے مباشرت شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے شیطان سے بچا اور تو نے ہمیں جس چیز سے نوازا اس کو بھی شیطان سے دور رکھ۔ کہہ لے اللہ اس جماع سے ان دونوں کے لئے جو اولاد مقدر کرے گا تو اس کو کبھی شیطان نقصان نہیں پہنچائے گا۔ [صحیح بخاری:۲/۷۷۶(۹۴۵)،۱/۴۴، صحیح مسلم:۱/۴۶۴]

ابو ملیح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کا ردیف تھا۔ جب ہمارا اونٹ پھسل گیا تو میں نے کہا: شیطان ہلاک ہو جائے۔ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ایسا مت کہو۔ ''کہ شیطان ہلاک ہو'' کیوں کہ وہ بڑے گھر کے مانند ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میری قوت کا نتیجہ ہے بلکہ بسم اللہ کہو وہ مکھی سا چھوٹا ہو جاتا ہے۔ (مستدرک حاکم

:۲۹۲/۴، مجمع الزوائد ہیثمی : ۱۰/۱۳۲، تھذیب الترغیب مع الاحادیث الصحاح: ص/۵۳۵)

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جن ،، کی نگاہوں اور انسان کے شرمگاہوں کے درمیان اوٹ یہ ہے کہ جب کوئی بیت الخلاء میں جائے تو بسم اللہ کہے۔

[سنن ترمذی:۲/۳،۵۰۳، علامہ البانی نے ارواء الغلیل :۱/ ۸۷-۸۸ میں صحیح قرار دیا ہے]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَا وَضُوْءَ لَهٗ وَ لَا وَضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ''. [سنن ابی داود:۱/۲۱(۱۰۱)، سنن ابن ماجہ:۱/۲۹ (۳۹۹)، سنن دار قطنی :۱/۷۹، سنن بیہقی:۱/۴۳، مسند احمد :۲/۴۱۸، حاکم :۱/۱۴۶، علامہ البانی نے اسے صحیح سنن ابن ماجہ (۳۲۳) میں حسن قرار دیا ہے]

جو باوضو نہیں ہوتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی اور جو وضو کرتے وقت بسم اللہ نہ کہے اس کا وضو درست نہیں۔

کھانے پینے کے وقت بسم اللہ کہنا سنت نبوی ہے۔ بلکہ دوسرے کاموں میں بھی یہی کہنا ثابت ہے۔ اس کے ساتھ'' الرحمٰن الرحیم ،، کا اضافہ درست نہیں ہے۔ ہم یہ کہنے میں بجا ہیں کہ کھانے اور پینے میں بسم اللہ کہنا ہی مشروع ہے اور بس۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ عمر ابن ابی سلمہؓ کی روایت میں ''یَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ ،، کا مطلب صرف بسم اللہ کہنا ہے اور یہی صحیح ہے کیوں کہ اس کی تائید'' معجم طبرانی : ۹/۱۴ (۸۳۰۴)'' کی اس روایت سے ہوتی ہے۔ ''یَا غُلَامُ إِذَا أَكَلْتَ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ،،۔ اے لڑکے! جب تم کھانا کھاؤ تو بسم اللہ کہہ لو۔ [مرقاۃ المفاتیح:۴/۳۶۰]

علامہ ناصر الدین البانیؒ نے لکھا ہے کہ اس باب میں تمام روایتیں مطلقاً صریح ہیں اور کھانے پینے میں بسم اللہ کہنا ہی ثابت ہے۔ حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث اس پر شاہد ہے۔

''جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بسم اللہ کہہ لے اگر شروع میں بسم اللہ کہنا بھول جائے تو وہ '' بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ آخِرَهٗ'' کہے''۔ [ارواء الغلیل :۷/۳۱/۱۹۶۹]

تمام روایتوں کو جمع کرنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کھانے پینے کے وقت تسمیہ کے بارے میں مسنون یہی ہے کہ بسم اللہ کہا جائے۔ اس میں الرحمٰن الرحیم کا اضافہ نہ کیا

جائے۔ کیوں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا اگر مشروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور عمر بن ابی سلمہ اور اعرابی کو اس کی تعلیم دیتے۔ یہ مقام تعلیم تھا اور وقت ضرورت سے بیان کو مؤخر کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔ اگر الرحمٰن الرحیم کی زیادتی مستحب ہوتی تو اسے ضرور بیان کیا جاتا اور یہ چیز ہم تک منقول ہوجاتی۔

عبداللہ بن جبیرؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی آٹھ سال تک خدمت کی۔ اس آدمی کا بیان ہے کہ جب نبی ﷺ کے سامنے کھانا لایا جاتا تو آپ بسم اللہ کہتے اور کھانے سے فارغ ہوکر یہ دعا پڑھتے۔ ''اَللّٰهُمَّ اَطْعَمْتَ وَ اَسْقَيْتَ وَاَغْنَيْتَ وَ هَدَيْتَ وَ اَقْنَيْتَ وَ اَحْيَيْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلَى مَا اَعْطَيْتَ''. [مسند احمد :۴/۶۲(۳۳۷)، ۵/۳۷۵، سنن کبری: ۴/۲۰۲، عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی: ص/۴۶۵، حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری :۱۲/۳۶۴'' اور ''اخلاق النبی: (۱۸۹)'' میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام نووی نے ''اذکار (۶۱۲)'' میں حسن کہا ہے۔ امام ابن قیم نے زاد المعاد: ۲/۴۰۱ میں صحیح اور علامہ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: (۷۱) میں مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔]

اے اللہ! تو نے کھلایا، پلایا، غنی کیا، ہدایت دی، خوش کیا، زندگی بخشی، جملہ تعریفات تیری عطا کردہ چیز پر تیرے ہی لئے سزاوار ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ کھانے پینے میں بسم اللہ کہنا ہی مشروع ہے۔ اگر آپ ﷺ کبھی کھانے پینے میں ایک بار بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے ہوتے تو آپ کی آٹھ سالہ خدمت کرنے والے صحابی جلیل پر یہ بات مخفی نہ ہوتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا بیان ہے کہ تسمیہ سے مراد کھانے کے شروع میں بسم اللہ کہنا ہے۔ اس باب میں ابوداؤد اور ترمذی کی حدیث زیادہ واضح ہے۔ اس کی تائید امیہ بن مخشی کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو ابوداؤد اور نسائی نے اپنے سنن میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ کا ''اذکار: (ص/۲۰۷)'' میں یہ دعوی کرنا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا افضل ہے اور صرف بسم اللہ کہنے سے بھی سنت ادا ہوجاتی ہے بلا دلیل ہے۔ مجھے افضلیت کی کوئی دلیل نہیں ملی۔ امام غزالیؒ کا احیاء علوم الدین میں آداب اکل کے باب میں یہ قول ''ہر لقمہ

پر بسم اللہ کہنا بہتر ہے۔ البتہ مستحب یہ ہے کہ پہلے لقمہ پر بسم اللہ دوسرے لقمہ پر بسم اللہ الرحمٰن اور تیسرے لقمہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے دلیل سے خالی ہے۔ اس کی کوئی دلیل مجھے نظر نہیں آئی۔ ہاں! انہوں نے تکرار کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ کھانا کہیں اسے ذکر الٰہی سے غافل نہ کردے۔ [فتح الباری: ۲/۲۱۳-۲۱۴]

علامہ عینی (عمدۃ القاری :۲۱/۲۸) اور شاہ ولی اللہ دہلوی (مصفی شرح موطا: ۲/۱۸۵) کا امام نووی کے اس کلام مذکور کو بغیر کسی تعاقب کے بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس کو مختار مذہب خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ امام نووی کی یہ بات کہ افضل "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کہنا ہے اور اگر صرف "بسم اللہ" کہہ لیا جائے تو کافی ہوگا اور سنت حاصل ہو جائے گی- اس باب میں واضح ہے اور اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ امام نووی کے یہاں بھی صرف "بسم اللہ" کہنا ہی مسنون ہے۔

امام قسطلانی نے بھی ارشاد الساری: (۸/۲۱۱) میں امام نووی کا یہ قول کہ صرف "بسم اللہ" کہنا مسنون طریقہ ہے مگر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کہنا افضل ہے نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر کے مذکورہ بالا کلام سے ان کا تعاقب کیا ہے۔ علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری نے تحفۃ الاحوذی: ۵/۵۹۰ میں حافظ ابن حجر کی یہی بات بیان کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ حافظ ابن حجر کے تعاقب سے ان کا بھی اتفاق ہے۔

علامہ ناصر الدین البانی نے لکھا ہے: "آدمی کو کھانے پینے کے وقت صرف بسم اللہ کہنا چاہیے۔ اس میں کسی چیز کا اضافہ درست نہیں ہے۔ اس باب میں جملہ حدیثیں صحیح ہیں اور وہ حدیثیں جن کے اندر اضافہ کا ثبوت ہے یا تو وہ ضعیف ہیں یا موضوع ہیں۔ شارع حکیم نے ہمارے لئے ان تمام کاموں کو مشروع قرار دیا ہے اور ان کی بجا آوری کا حکم دیا ہے جن کے ذریعہ قربت الٰہی کا حصول ممکن ہے۔ اگر یہ یعنی الرحمٰن الرحیم کا اضافہ مشروع ہوتا تو نبی ﷺ اپنی زندگی میں اسے (کھانے اور پینے میں) ایک بار ضرور پڑھتے۔

سنت محمدی سے افضل ترین کسی کی سنت نہیں ہے۔ جب کھانے اور پینے کے وقت نہ بسم اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کا ثبوت ہے اور نہ اس کے اندر الرحمٰن الرحیم کا اضافہ جائز

ہے۔تو بھلا زیادتی اس سے افضل کیسے ہوسکتی ہے۔اسی لئے اس کے بارے میں یہ قول (زیادتی مشروع یا مستحب ہے) حدیث و سنت کے خلاف ہے ۔ [سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ:۳۴۴]

ان تمام بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ کھانے پینے میں بسم اللہ کہنا ہی سنت ہے اور الرحمٰن الرحیم کا اضافہ قطعاً درست نہیں۔الا یہ کہ کسی موقع سے مخصوص کام میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کی کلی طور پر صراحت ہو اور یہی اُسوہ محمدی ہے جس کی بجا آوری مکمل اطاعت و تابعداری کی آئینہ دار ہے۔ چنانچہ جو لوگ کھانے پینے کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی افضلیت کے قائل ہیں ان کے پاس کوئی ٹھوس دلیل نہیں ہے اسی لئے ان کی یہ بات توجہ کے لائق نہیں ہے''۔

دائیں جانب کی اہمیت وفضیلت

مذہب اسلام میں دائیں جانب کی بڑی اہمیت ہے۔اس کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ واردشدہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ دائیں جانب کو پسند فرماتا ہے اور محمد ﷺ کے روزمرہ کے معمولات زندگی میں بھی دائیں جانب کو اہمیت حاصل رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : " فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَاؤُمُ اقْرَؤُا کِتَابِیَهْ ، اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلَاقٍ حِسَابِیَهْ ، فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ، فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ، قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ، کُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ".

[سورہ الحاقہ:۲۹:۱۹-۲۴]

ترجمہ: جس شخص کو اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ پڑھ کر کہے گا۔یہ لو! میرا نامہ اعمال پڑھو۔ مجھے یقین تھا کہ میں اپنا حساب ضرور پاؤں گا۔وہ ایک خوشگوار زندگی میں ہوگا۔اونچے بلند جنت میں ہوگا۔اس کے پھل بالکل قریب ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا) تم لوگ آج مزے میں کھاؤ اور پیو،ان نیک اعمال کے بدلے جو تم نے

گزشتہ دنوں میں کیے تھے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:" فَاَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ، وَ أَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ"۔ [الواقعه:۲۸:۸-۹]

ایک جماعت دائیں والوں کی ہوگی، کیا ہی خوش قسمت ہوں گے دائیں والے۔
ایک جماعت بائیں والوں کی ہوگی۔ کیا ہی بدقسمت ہوں گے بائیں ہاتھ والے۔

دراصل ان آیات میں اللہ تعالی نے دائیں ہاتھ والوں کا مقام بیان کر کے دائیں جانب کی عظمت واہمیت بیان کیا ہے۔ دائیں والے جنتی لوگ ہوں گے جن کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور حافظ ابن کثیر کے بیان کے مطابق یہ جماعت عرش کے دائیں جانب ہوگی اور یہ ان کی خوش قسمتی ہے کہ وہ راحت وسعادت، فرحت وشادمانی میں ہوں گے۔ ایسے لوگوں کو قرآن نے اصحاب الیمین سے یاد کیا ہے۔ ارشاد ہے:" وَ أَصْحَابُ الْيَمِيْنِ ، مَا أَصْحَابُ الْيَمِيْنِ "[الواقعہ:۲۷]۔ اور دائیں والے لوگ، کیا ہی خوش قسمت ہوں گے دائیں والے لوگ۔

دائیں ہاتھ کی اہمیت ان احادیث نبویہ سے ثابت ہے جو مختلف کاموں میں تاکیداً وارد ہیں۔ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ عمدہ کاموں کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کرتے۔ ان حدیثوں کا ذکر یہاں مناسب ہے جن سے دائیں ہاتھ کی اہمیت وعظمت کا ثبوت ملتا ہے۔

ا۔ حضرت حفصہؓ بیان کرتی ہیں:" إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَجْعَلُ يَمِيْنَهُ لِطَعَامِهِ وَ شَرَابِهِ وَثِيَابِهِ وَ يَجْعَلُ شِمَالَهُ لِمَا سِوَى ذٰلِكَ"۔ [سنن ابی داؤد:۱/۱۴(۳۲)، مسند احمد:۶/۲۸۸، یہ حدیث صحیح ہے۔]

رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ کو کھانے، پینے اور کپڑا پہننے میں استعمال کرتے تھے۔ اور اپنے بائیں ہاتھ کو اس کے علاوہ دوسرے کاموں میں۔

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

" وَكَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهِ وَ طَعَامِهِ وَ كَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرٰى لِخَلَائِهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَذًى "۔ [بخاری:۳۱(۱۶۷)، کتاب الوضوء، مسلم:۱۹(۲۶۸)،

سنن ابی داؤد:۱/۱۴(۳۳)]

رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ وضو کرنے اور کھانے کے لیے تھا اور آپ کا بایاں ہاتھ استنجاء کرنے اور دوسرے کراہیت والے کاموں کے لئے تھا۔

۲۔حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اِنَّ الْمُقْسِطِیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ عَنْ یَمِیْنِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ وَ کِلْتَا یَدَیْہِ یَمِیْنُ الَّذِیْنَ یَعْدِلُوْنَ فِیْ حُکْمِھِمْ وَ اَھْلِیْھِمْ وَمَا وَلُّوْا''. [مسلم: ۱/۱۲۱، کتاب الامارۃ]

بیشک انصاف کرنے والے لوگ اللہ تعالی کے نزدیک دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے۔اور اللہ تعالی کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں میں اور اہل وعیال اور اپنے ماتحت لوگوں میں انصاف کرنے والے ہوں گے۔

۳۔حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:"کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُحِبُّ التَّیَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِیْ شَانِہٖ کُلِّہٖ فِیْ طُھُوْرِہٖ ،وَ تَرَجُّلِہٖ وَنَعْلِہٖ''۔[بخاری:۱/۲۹،کتاب الوضوء،مسلم :۹۱(۲۶۸)،کتاب الطہارۃ]

نبی ﷺ حسب استطاعت اپنے ہر معاملے میں دائیں جانب کو پسند فرماتے، اپنے وضو کرنے میں، کنگھی کرنے میں اور جوتا پہننے میں۔

۴۔حضرت ابوقتادہ کی ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:"اِذَا بَالَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَمَسُّ ذَکَرَہٗ بِیَمِیْنِہٖ ،وَاِذَا اَتَی الْخَلَاءَ فَلَا یَتَمَسَّحُ بِیَمِیْنِہٖ". [بخاری :۱۸(۱۵۳)،کتاب الوضوء ،مسلم:۱۸:(۲۶۷) ،کتاب الطہارۃ]

جب تم میں سے کوئی قضاء حاجت کے لئے آئے تو شرم گاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

۵۔حضرت ام عطیہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی بیٹی زینب کے غسل کے بارے میں انہیں یہ ہدایت دی:''اِبْدَأْ بِمَیَامِنِھَا وَ مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْھَا". [بخاری:۳۱(۱۶۷)،کتاب الوضوء،مسلم:۱۲(۹۳۹)،کتاب الجنائز]

وہ دائیں جانب سے شروع کریں اور وضو کی جگہوں سے غسل کا آغاز کریں۔

۶۔ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں: "كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْئٍ [من] نَحْوَ الْحِلَابِ ،فَاَخَذَ بِكَفَّيْهِ فَبَدَا بِشَقِّ رَاسِهِ الْاَيْمَنِ ،ثُمَّ الْاَيْسَرِ ، ثُمَّ اَخَذَ بِكَفَّيْهِ ،فَقَالَ بِهِمَا عَلٰى رَاسِهِ".

[بخاری: ۶(۲۵۸)، مسلم: ۱/ ۱۴۷، باب صفة غسل الجنابة]

رسول اللہ ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تو دودھ دوہنے کی مقدار کا برتن منگواتے۔آپ اپنے ہاتھ سے پانی لے کر اپنے سر کی داہنی جانب ڈالتے پھر بائیں جانب پھر آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے سر پر پھیرتے تھے۔

۷۔امیر المومنین خلیفہ ثانی حضرت عثمان ذوالنورینؓ نبی ﷺ کے طریقہ وضو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَسَحَ بِرَاسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ". [مسلم: ۱/ ۱۲۰، كتاب الطهارة ، باب صفة الوضوء]

پھر آپ اپنے دائیں ہاتھ کو کہنی تک تین مرتبہ دھوتے پھر اسی طرح اپنے بائیں ہاتھ کو دھوتے پھر اپنے سر کا مسح کرتے پھر اپنے دائیں پاؤں کو ٹخنے سمیت دھوتے پھر اپنے بائیں پاؤں کو اسی طرح دھوتے۔

۸۔حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اِذَا لَبِسْتُمْ وَاِذَا تَوَضَّاتُمْ فَابْدَؤُا بِاَيَامِنِكُمْ". [مسند احمد ۲/ ۳۵۴، سنن ابی داؤد: ۳/ ۳۸۸ (۴۱۴۱)، یہ حدیث صحیح ہے۔]

جب تم لباس پہنو اور جب وضو کرو تو اپنی دائیں جانب سے شروع کرو۔

۹۔حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّا وَضُوْئَكَ لِلصَّلٰوةِ ،ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ". [بخاری: ۵/۷ (۲۴۷)، کتاب الوضوء، مسلم: ۲/ ۳۴۸، کتاب الذکر والدعاء]

جب بھی تم (سونے کے لئے) اپنی بستر کی طرف آؤ تو نماز کی طرح وضو کر لو اور

اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاؤ۔

۱۰۔حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَا بِالْيَمِيْنِ وَ اِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَا بِالشِّمَالِ [و] لِتَكُنِ الْيَمِيْنُ اَوَّلَهُمَا يُنْعَلُ، وَآخِرَهُمَا يُنْزَعُ"۔[مسلم:۲/ ۱۹۷، باب استحباب لبس النعال فی الیمنی]

جب تم میں سے کوئی شخص جوتا پہنے تو دائیں جانب سے شروع کرے اور جب اتارے تو بائیں جانب سے شروع کرے۔ دایاں پاؤں پہنتے وقت شروع میں رہے اور اتارتے وقت اخیر میں۔

۱۱۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ"۔[ابوداود:۱/ ۳۲۴(۶۷۵)، یہ حدیث حسن ہے]

یقیناً اللہ تعالیٰ صفوں کے دائیں جانب کے لوگوں پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے نزول رحمت کی ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔

۱۲۔حضرت انس کا بیان ہے:"اِنَّ النَّبِيَّ اَتَى بِلَبَنٍ قَدْ شِيْبَ بِمَاءٍ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ اَعْرَابِيٌّ، وَعَنْ يَسَارِهِ اَبُوْبَكْرٍ فَشَرِبَ، ثُمَّ اَعْطَى الْاَعْرَابِيَّ وَقَالَ :"اَلْاَيْمَنُ فَالْاَيْمَنُ". [بخاری ۱۴(۵۷۱۳) کتاب الاشربہ: مسلم:۳/ ۱۶۰ کتاب الاشربہ]

نبی ﷺ کے پاس دودھ لایا گیا جس میں پانی ملا ہوا تھا، آپ ﷺ کی دائیں جانب ایک دیہاتی آدمی تھا اور آپ کی بائیں جانب ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے دودھ پیا اور پھر دیہاتی کو دے دیا اور فرمایا: دائیں طرف والا زیادہ حق دار ہے پھر وہ جو اس کے دائیں ہو۔

۱۳۔حضرت سلمہ بن اکوع کا بیان ہے:"اِنَّ رَجُلاً اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِشِمَالِهِ، فَقَالَ:"كُلْ بِيَمِيْنِكَ" قَالَ:"لَا اَسْتَطِيْعُ" قَالَ :"لَا اسْتَطَعْتَ" مَا مَنَعَهُ اِلَّا الْكِبْرُ، قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا اِلَى فِيْهِ". [مسلم:۳/ ۱۵۹۹]

ایک آدمی نبی کے پاس بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا: تو (آئندہ بھی)

طاقت نہیں رکھے گا۔ تکبر نے اس کو دائیں ہاتھ سے کھانے سے روک دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ آدمی اپنا دایاں ہاتھ منہ تک کبھی نہ اٹھا سکا۔

۱۴۔ عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَاکُلْ بِیَمِیْنِہٖ وَاِذَا شَرِبَ فَلْیَشْرَبْ بِیَمِیْنِہٖ، فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَاکُلُ بِشِمَالِہٖ وَ یَشْرَبُ"۔

جب تم میں سے کوئی شخص کچھ کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو دائیں ہاتھ سے پیئے کیوں کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

سالم عن ابیہ کی ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان یہ ہے: "لَا یَاْکُلَنَّ اَحَدٌ مِنْکُمْ بِشِمَالِہٖ وَ لَا یَشْرِبَنَّ بِھَا فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَاکُلُ بِشِمَالِہٖ وَ یَشْرِبُ بِھَا"۔ [مسلم: ۱۵۹۸/۳]

تم میں سے کوئی اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پیئے۔ یقیناً شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے محض کھانے اور پینے ہی میں دائیں ہاتھ کے استعمال کا تاکیدی حکم نہیں دیا ہے بلکہ ہر نیک عمل میں دائیں ہاتھ کے استعمال کو پسند فرمایا ہے۔ داہنی کروٹ اور دائیں جانب سے عمل شروع کرنے کو محبوب عمل گردانا ہے اور روزمرہ معمولات زندگی میں دائیں جانب کو اہمیت دی ہے۔

نبی ﷺ کھانے اور پینے کے علاوہ دوسرے کاموں میں بھی دائیں کو ہی پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ فجر کی سنتیں پڑھ کر اپنی داہنی کروٹ ہی لیٹتے تھے جیسا کہ حدیث سے پتہ چلتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب فجر کی دو رکعت سنتیں پڑھ لیتے تو اپنی داہنی جانب لیٹ جاتے تھے۔ [بخاری: ۱/۱۵۵، کتاب التھجد]

۱۷۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے: "اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ رَمٰی جَمْرَۃَ الْعَقَبَۃِ یَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی مَنْزِلِہٖ بِمِنًی فَدَعَا بِذِبْحٍ فَذَبَحَ، ثُمَّ دَعَا بِالْحَلَّاقِ

فَاَخَذَ بِشِقِّ رَاسِهِ الْاَيْمَنِ فَحَلَّقَهُ فَجَعَلَ يَقْسِمُ بَيْنَ مَنْ يَلِيهِ الشَّعْرَةَ وَالشَّعْرَتَيْنِ، ثُمَّ اَخَذَ بِشِقِّ رَاسِهِ الْاَيْسَرِ فَحَلَّقَهُ ثُمَّ قَالَ :"هَاهُنَا اَبُو طَلْحَةَ" فَدَفَعَهُ اِلَى اَبِي طَلْحَةَ.فِي رِوَايَةٍ :قَالَ لِلْحَالِقِ:"اِبْدَا بِشِقِّي الْاَيْمَنِ فَاحْلِقْهُ". [مسلم:۱/۴۲۱کتاب الحج]

رسول اللہ ﷺ نے یوم النحر کو جمرہ عقبہ کی رمی کی۔ پھر آپ منی میں اپنی قیام گاہ لوٹ آئے اور قربانی کے جانور منگا کر قربانی کی پھر سر مونڈھنے والے (حجام) کو بلایا۔اس نے آپ ﷺ کے سر کے داہنے حصہ کو پکڑا اور بال مونڈھ دیا۔ایک ایک اور دو دو بال ان لوگوں میں تقسیم کیے جو آپ کے قریب تھے پھر بایاں جانب مونڈھا اور فرمایا:"ابوطلحہ یہاں ہیں"؟ اور وہ سب بال ابوطلحہ کو دیدیے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حلاق سے فرمایا: میرے دائیں جانب سے شروع کرو اور اسے مونڈھو۔

جہاں آیات قرآنیہ سے دائیں جانب کی اہمیت وعظمت کا اندازہ ہوا وہیں جملہ احادیث نبویہ سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ دائیں جانب کی اللہ تعالی اور اس کے رسول کے ہاں بڑی عظمت وفضیلت ہے۔ ہمارے پیارے نبی تمام کاموں میں دائیں جانب سے آغاز کو پسند فرماتے تھے۔

آج انسانی طرز زندگی پر افسوس ہے کہ جو کام معمولات زندگی میں سے ہے اور اس کو روزانہ انجام دینا ہے وہ سنت نبوی کے مطابق انجام نہیں پاتا۔ ہر انسان غفلت اور انجام کار سے بے خبری کا شکار نظر آتا ہے۔اس کو قیامت کے قائم ہونے اور اللہ تعالی کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنی ساری زندگی کے حساب دینے کا ڈر بالکل ختم ہو چکا ہے۔

آخری نبی ﷺ پوری انسانیت کے لئے رسول تھے۔ان کی زندگی کا ہر لحہ ہر ایک کے لئے اسوہ ہے۔جن کاموں کو آپ نے بشری تقاضوں کے تحت کیا ان کاموں کو اگر ہم سنت رسول کے مطابق کرنے کی سعی کریں تو ہمیں اجر وثواب ملے،سعادت وکامرانی سے ہمکنار ہوں اور ہمیں آخرت میں سرمدی نعمت سے سرفراز کیا جائے۔

آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں ہمیشہ دائیں جانب کو اہمیت دی ہے۔ چنانچہ ہمیں

چاہیئے کہ ہم سنت رسول کو اپنانے کی سعی کریں، دائیں ہاتھ سے کھائیں، پیئیں، مسجد میں داخل ہوں تو دایاں پاؤں پہلے اندر رکھیں اور نکلتے وقت بایاں پاؤں مقدم رکھیں، مسواک کرنے، کنگھی کرنے اور حجامت کرانے، جوتے پہننے، وضو اور غسل کرنے میں داہنی جانب کو اولیت دیں حتیٰ کہ لین دین میں دائیں جانب کو اہم مقام کا حامل سمجھیں۔ یہ وہ تعلیمات نبویہ ہیں جن کی تعمیل میں نجات اخروی کا راز پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت رسول پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

دائیں ہاتھ سے کھانا اور جدید سائنس

احادیث کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کھانے اور پینے میں دائیں ہاتھ کا استعمال کرنا، خوردنی اشیاء اور دوسرے پسندیدہ کاموں میں بائیں ہاتھ کے استعمال سے بچنا ہر شخص کی ذمہ داری ہے۔ بلا عذر شرعی بائیں ہاتھ کا استعمال ناز و کبر کی واضح علامت ہے جس سے بچنا ضروری ہے ورنہ بصورت دیگر اس امر کا یقینی اندیشہ ہے کہ کہیں خلاف شرع کاموں کو کرنے والا شخص منکرین سنت کی فہرست میں داخل ہو کر اپنی عاقبت نہ بگاڑے اور اس پر گستاخ رسول ہونے کا فرد جرم عائد نہ ہو جائے۔

نبی ﷺ سے وارد حدیثیں دائیں ہاتھ کی عظمت و اہمیت کو بیان کرتی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَاْكُلْ بِيَمِيْنِهِ وَاِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِيْنِهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَاْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ". [صحیح مسلم:۳/۱۵۹۸(۱۰۵)، صحیح سنن ابی داود:۲/۷۱۹(۳۷۷۶)، صحیح ترمذی:۲/۱۵۸(۸۷۶)]

جب کوئی کھانا کھائے تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو اپنے دائیں ہاتھ سے پیئے۔ یقیناً شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "يَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ". [صحیح مسلم:۱۳/۱۰۱-۱۰۲(۱۰۵-۱۰۷)، کتاب الاشربہ]

اے لڑکے! بسم اللہ کہو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ کا بیان ہے: ''اِنَّ رَجُلاً اَکَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِشِمَالِهِ، فَقَالَ: ''کُلْ بِیَمِیْنِکَ''. قَالَ: لَا اَسْتَطِیْعُ! قَالَ: ''لَا اسْتَطَعْتَ''. مَامَنَعَهُ اِلَّا الْکِبْرُ، قَالَ: فَمَا رَفَعَهُمَا اِلٰی فِیْهِ''. [صحيح مسلم: ۲۰۲۱]

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔ اس نے کہا: میں اس پر قادر نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا: تو اس پر (آئندہ) کبھی قادر نہیں ہوگا۔ کبر و ناز نے اس کو ایسا کرنے سے باز رکھا۔ صحابی رسول کا بیان ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو تادم حیات اپنے منہ تک نہ لے جا سکا۔

امام ابن عبدالبر اور امام ابن حزم نے بائیں ہاتھ سے کھانے اور پینے کو مطلقا حرام قرار دیا ہے۔ [الآداب الشرعیۃ: ابن مفلح مقدسی: ۳/۱۱۲]

نبی ﷺ کا لوگوں کو دائیں ہاتھ سے کھانے کی تعلیم دینا اور بائیں ہاتھ سے نہ کھانے کی تاکید کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلام نے نظافت وصحت کے اصولوں پر کافی توجہ دی ہے۔

کسی بھی صاحب ایمان سے یہ بات مخفی نہیں کہ دائیں ہاتھ کا استعمال صرف کھانے اور پینے ہی میں نہیں بلکہ دوسرے کاموں میں بھی ہے۔ اور شرعی نصوص کا یہ تقاضا ہے کہ دائیں ہاتھ تمام اچھے امور کے لئے اور بائیں ہاتھ ناپسندیدہ کاموں کے لئے مخصوص ہونا چاہیے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے: '' قَالَ: قِیْلَ لَهُ: قَدْ عَلَّمَکُمْ نَبِیُّکُمْ کُلَّ شَیْئٍ حَتّٰی الْخِرَائَةِ؟ قَالَ: فَقَالَ: اَجَلْ، لَقَدْ نَهَانَا اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ، اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِیَ بِالْیَمِیْنِ، اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِیَ بِاَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِیَ بِرَجِیْعٍ اَوْ بِعَظْمٍ''. [صحیح مسلم: ۱/۲۰۳ - منۃ المنعم: صفی الرحمٰن مبارکپوری]

تمہارے نبی ﷺ ہر چیز کی تعلیم دی ہے حتی کہ قضائے حاجت کا ادب بھی سکھایا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں! کیوں نہیں (بالکل ایسا ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے منع کیا ہے کہ ہم پاخانہ و پیشاب کے اندر قبلہ کا استعمال کریں یا دائیں ہاتھ سے استنجاء کریں یا تین پتھروں سے کم میں یا گوبر یا ہڈی سے استنجاء

کریں۔

بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جن سے پسندیدہ امور میں دائیں ہاتھ کی تخصیص کا ثبوت ملتا ہے۔ کلی طور پر وضاحت کے لئے نبی کریم ﷺ سے وارد شدہ چند احادیث کا ذکر کافی ہے۔

حضرت ابوقتادہؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: " لَا یُمْسِکَنَّ اَحَدُکُمْ ذَکَرَهٗ بِیَمِیْنِهٖ وَ هُوَ یَبُوْلُ ، وَ لَا یَتَمَسَّحُ مِنَ الْخَلَاءِ بِیَمِیْنِهٖ ، وَلَا یَتَنَفَّسُ فِی الْاِنَاءِ". [صحیح بخاری:۱/۲۵۳-۲۵۴(۱۵۳-۱۵۴)،کتاب الوضوء، صحیح مسلم:۱/ ۲۵۵(۶۳،۶۴،۶۵)،کتاب الطہارۃ]

جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ ہی برتن میں سانس لے۔

ایک روایت میں ہے کہ حالت پیشاب میں ذکر کو دائیں ہاتھ سے نہ روکے، نہ اس سے پاخانہ صاف کرے اور نہ ہی برتن کے اندر سانس لے۔

حضرت حفصہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ کھانے اور پینے اور کپڑا پہننے کے لئے متعین تھا اور بایاں ہاتھ ان کاموں کے علاوہ کے لئے تھا۔

[صحیح ابی داؤد:۱/۹(۳۳،۳۵)،کتاب الطہارۃ۔ اسے علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔]

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں "کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُحِبُّ التَّیَمُّنَ ، فِیْ طُهُوْرِهٖ اِذَا تَطَهَّرَ ، وَفِیْ تَرَجُّلِهٖ اِذَا تَرَجَّلَ،وَفِیْ انْتِعَالِهٖ اِذَا انْتَعَلَ"۔ [صحیح بخاری: ۸۶۱، صحیح مسلم:۱/۲۲۶(۶۶-۶۷)،کتاب الطہارۃ]

رسول اللہ ﷺ طہارت، وضو، پاکیزہ امور، کنگھی کرنے، جوتا پہننے اور بہ روایت دیگر اپنے جملہ کاموں میں داہنی طرف سے ابتدا کو پسند فرماتے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی جوتا (یا چپل) پہنے تو دائیں سے شروع کرے اور اتارنے میں بائیں کو ابتدا میں رکھے تاکہ پہننے میں یمین کو اولیت اور اتارنے میں شمال کو اولیت حاصل ہو۔

[صحیح مسلم:۳/۴۰۵(۵۴۹۵)—سنۃ المنعم)، صحیح الجامع الصغیر:۱/۱۳۲(۳۹۸)]

ان تمام روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ پاکیزہ امور میں دائیں ہاتھ کا استعمال عظمت و شرافت سے متعلق ہونے کی وجہ سے ناگزیر ہے۔ کپڑا، جوتا، موزہ اور چپل پہننا، مسجد میں داخل ہونا، مسواک کرنا، سرمہ لگانا، ناخن تراشنا، مونچھ کاٹنا، بالوں میں کنگھی کرنا، بغل کا بال اکھیڑنا، سر مونڈھنا، اعضاء طہارت کا دھونا، بیت الخلاء سے باہر آنا، کھانا اور پینا، مصافحہ کرنا وغیرہ یہ ایسے امور ہیں جن میں تعلیمات محمدیہ کے پیش نظر دائیں ہاتھ کا استعمال اور یمین کو مقدم رکھنا بہتر ہے اور بیت الخلاء میں داخل ہونے، مسجد سے باہر آنے، ناک سے رینٹ نکالنے، استنجاء کرنے، کپڑے، موزے اور دستانے وغیرہ اتارنے میں شمال کو مقدم رکھنا شریعت محمدی کے عین موافق ہے۔

جدید سائنس

آج جدید سائنسی تحقیقات نے بھی اس بات کو ثابت کر دیا ہے جو چودہ سو سال پہلے نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔ بعض ماہرین تحقیق نے یہ بیان کیا ہے کہ جسم کے دائیں ہاتھ سے مثبت (positive) شعائیں اور بائیں ہاتھ سے منفی (negative) شعائیں (rays) نکلتی ہیں۔ اگر استنجاء کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کیا جائے گا تو جسم کا شعاعی نظام بگڑ جائے گا اور اس کے اثرات دماغ (brain) اور حرام مغز (spinal cord) پر زیادہ پڑیں گے۔

مزید یہ کہ چونکہ کھانے کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کرتے ہیں اس لئے اگر استنجاء کے لئے بھی دایاں ہاتھ استعمال کریں گے تو خطرہ ہے کہ جراثیم کھانے اور پینے میں منتقل ہو کر نقصان کا باعث بن جائیں۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس: ۱/۲۰۰)

دائیں ہاتھ سے کھانا شفاء کو اپنے اندر ڈالنا ہے چونکہ بایاں ہاتھ استنجاء اور اسی طرح کے کاموں میں استعمال ہوتا ہے اس میں کسی بھی وقت کوئی جرثومہ رہ سکتا ہے۔ احتیاط ضروری ہے۔

چنانچہ مسلمان ومومنین کی امتیازی شان یہی ہونی چاہیے کہ وہ ارشادات محمدی ﷺ پر

عمل پیرا ہو کر اطاعت و تابعداری کے جذبہ سے سرشار رہیں تاکہ کامیابی و سعادت کی شاہراہ پر گامزن ہونا یقینی بن جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضاء و خوشنودی کی موتیاں ان کے دامن میں مچلنے لگیں۔

تین انگلیوں سے کھانا کم خوری کا بہترین سامان ہے

تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمانا نبی ﷺ کی عادت مبارکہ تھی۔حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کھانا تناول فرمانے کے بعد اپنی تین انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔

حضرت کعب بن مالکؓ کا بیان ہے : "اِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَاكُلُ بِثَلاثِ اَصَابِعٍ، فَاِذَا فَرَغَ لَعِقَهَا". [صحیح مسلم:۱۳/۲۱۶(۱۳۱-النووی)، کتاب الاشربہ]

رسول اللہ ﷺ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور اپنے ہاتھ کو صاف کرنے سے قبل چاٹ لیا کرتے تھے۔

علامہ ابن قیم الجوزیہ نے لکھا ہے:"وَكَانَ -اَىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَاكُلُ بِاَصَابِعِهِ الثَّلاثِ ،وَ هٰذَا اَنْفَعُ مَا يَكُوْنُ مِنَ الْاَكَلاتِ ، فَاِنَّ الْاَكَلَ بِاَصْبِعٍ اَوْ اِصْبِعَيْنِ لاَ يَسْتَلِذُّ بِهِ الآكِلُ،وَلاَ يَمْرِيْهِ ،وَلاَيُشْبِعُهُ اِلَّا بَعْدَ طُوْلٍ ، وَلاَ تَفْرَحُ آلاَتُ الطَّعَامِ وَالْمِعْدَةِ بِمَايَنَالُهَافِىْ كُلِّ اَكْلَةٍ،فَتَاخُذُهَا عَلَى اِغْمَاضٍ ،كَمَا يَاخُذُالرَّجُلُ حَقَّهُ حَبَّةً اَوْ حَبَّتَيْنِ اَوْنَحْوَ ذٰلِكَ ، فَلاَ يَلْتَذُّ بِاَخْذِهِ ،وَلاَ يَسُرُّ بِهِ، وَالْاَكْلُ بِالْخَمْسَةِ وَالرَّاحَةِ يُوْجِبُ اِزْدِحَامَ الطَّعَامِ عَلَى آلاتِهِ ،وَعَلَى الْمِعْدَةِ ،وَرُبَّمَا انْسَدَّتِ الْآلاتُ فَمَاتَ ،وَتَغْصَبُ الآلاتِ عَلَى دَفْعِهِ ،وَالْمِعْدَةُ عَلَى اِحْتِمَالِهِ ،وَلاَ يَجِدُ لَهُ لَذَّةً وَ لاَاِسْتَمِرَاءً،فَاَنْفَعُ الْاَكْلِ اَكْلَةً ،وَاَكْلُ مَنِ اقْتَدَى بِهِ بِالْاَصَابِعِ الثَّلاثِ". [زاد المعاد:۴/۲۲۲]

نبی ﷺ اپنی تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور کھانے کا سب سے مفید طریقہ یہی ہے۔ایک یا دو انگلیوں سے کھانے والا نہ لطف و مزہ پاتا ہے اور نہ ہی جلد کھا پاتا ہے اور بہت دیر

کے بعد آسودہ حال ہوتا ہے، نہ ہی آلات خورش اور معدہ کو ان چیزوں سے خوشی محسوس ہوتی ہے جو انہیں ہر لقمہ میں حاصل ہونی چاہیے اور یہ انہیں بڑی سستی سے قبول کیا کرتے ہیں جیسا کہ آدمی اپنے حصہ سے ایک یا دو دانہ یا اسی کے مثل لیتا ہے تو اس سے اس کو نہ لذت ملتی ہے اور نہ خوشی۔

پانچ انگلیوں اور ہتھیلیوں سے کھانا لازمی طور پر آلات خورش اور معدے پر کھانے کا پشتارہ (ڈھیر) لگا دینا ہے، نتیجتاً بسا اوقات آلات بند ہو جاتے ہیں۔ آلات اس کی مدافعت کرنے اور معدہ بوجھ اٹھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ آدمی نہ لذت پاتا ہے اور نہ خوش ذائقہ بلکہ وہ مرجاتا ہے۔ چنانچہ کھانے میں سب سے زیادہ نفع بخش تین انگلیوں سے کھانا ہے۔ آپ ﷺ نے تین انگلیوں سے کھایا اور آپ کے متبعین نے بھی آپ کے اسوہ کو اپنا کر تین ہی انگلیوں سے کھایا۔

ابن مفلح حنبلی نے لکھا ہے: ”تین انگلیوں سے کھانا مسنون ہے، اس سے کم یا زیادہ انگلیوں سے کھانا مکروہ، ایک انگلی سے کھانا ناپسندیدگی و ناراضگی کو مول لینا، دو انگلیوں سے کھانا کبر و ناز کی دلیل اور چار یا پانچ انگلیوں سے کھانا حرص و طمع کی علامت ہے“۔ [الآداب الشرعیۃ: ۳/۱۱۷]

ابن البنا نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ دو انگلیوں سے کھانے میں آدمی دیر تک کھاتا رہتا ہے اور کافی دیر میں اسے آسودگی ہوتی ہے۔ معدے و اعضاء و جوارح کمی خورش کے سبب شادکام نہیں ہوتے بعینہ جو شخص تھوڑا تھوڑا کھاتا ہے نہ اسے کھا پاتا ہے اور نہ ہی اسے کوئی لذت محسوس ہوتی ہے۔ کھانے میں چار انگلیوں کا استعمال کرنا کھانے کی زیادتی کی بناء پر اپنے آپ کو تنگی میں ڈال لینا ہے۔

حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں بعض لوگوں نے تین انگلیوں سے کھانے والی حدیث کو عام حالت پر محمول کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ایسا کھانا جسے تین انگلیوں سے پکڑ کر کھایا جانا ممکن ہو تو کھایا جائے ورنہ تمام انگلیاں استعمال کی جائیں۔ لیکن ان کا استدلال ایک ضعیف حدیث سے ہے۔ اس باب میں صریح بات یہی ہے کہ اپنے منہ میں کھانے والا ایسا لقمہ ڈالے جس سے آسودگی کا حصول ممکن ہو، معدے اور آلات خورش بوجھل نہ ہوں اور وہ اپنا

کام عمدہ طریقے سے کرتے رہیں۔

بعض کے بیان کے مطابق کسی نے علامہ البانی سے سوال کیا کہ چمچہ سے کھانے کا شرعی حکم کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جہاں تک میرا خیال ہے کہ اس سے کم از کم سنت کی پیروی تو ہو جاتی ہے اور اس اعتبار سے کوئی حرج کی بات نہیں ہے بایں طور کہ تین انگلیوں سے آدمی نہیں کھاتا ہے لیکن چمچہ تین انگلیوں سے ہی پکڑتا ہے تو یہ عین سنت نبوی کے موافق ہے۔ اگر بعینہ یہ کلمات علامہ البانیؒ کے ہیں تو کتنی معقول بات انہوں نے کہی۔ دورِ جدید میں انسان یہ سمجھ کر چمچہ سے نہیں کھاتا ہے کہ میں سنت کی مکمل تابعداری کروں بلکہ وہ آلات واثاث کو یونہی استعمال کرلیتا ہے۔ بعض مقامات میں لوگ اب انگلیوں سے کھانا مکروہ عمل تصور کرنے لگے ہیں۔ دعوتی محفلوں میں چمچوں اور کانٹوں کا استعمال ایک فیشن بن گیا ہے۔ اگر ان چیزوں کے استعمال میں نیت صالح ہو تو اس پر اجر وثواب ملے گا۔

چنانچہ تین انگلیوں کا کھانے میں استعمال کرنا اسلامی ادب کا عین تقاضا ہے اور یہ کم خورش کا بہترین سامان ہے۔ اگر ہم اپنے منہ میں اتنا ہی کھانا ڈالیں جس کو بہ آسانی آلات ہاضمہ قبول کرسکیں، معدے پر بوجھ نہ پڑے، آلات طعام تنگ نہ ہوں تو یقیناً ہماری صحت وتندرستی ہمیشہ برقرار رہے گی اور ہم اپنی زندگی کی تمام تر شادمانیوں سے بہرور ہوتے رہیں گے۔

قریب ترین چیزوں کا کھانا حکمت کا متقاضی ہے

ہر شخص کا اپنے قریب ترین چیزوں سے اٹھا کر کھانا اسلامی ادب کا تقاضا ہے۔ خواہ دعوت کے اندر ہو یا اپنے گھروں میں عام دسترخوان پر ہو۔ اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے کچھ حکمتیں چھپا رکھی ہے جن میں سے بعض کی وضاحت نبی ﷺ نے بعض موقعوں پر کردی ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے قریب ترین چیزوں کو کھانے کا حکم دیا ہے۔

عمر بن ابی سلمہؓ کا بیان ہے: "كُنْتُ غُلَامًا فِيْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَا غُلَامُ ! سَمِّ اللّٰهَ وَ كُلْ بِيَمِيْنِكَ وَ كُلْ مِمَّا يَلِيْكَ". [صحیح مسلم: ۱۳/۲۰۱-۲۰۲ (۱۰۵، ۱۰۷-النووی)، کتاب الاشربہ]

میں آغوش رسول اللہ ﷺ میں بچہ تھا، اور میرا ہاتھ پیالے کے اندر گھوم رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے بچے! بسم اللہ پڑھ اور اپنے دائیں سے کھا اور جو کچھ تیرے قریب ہے اسے کھا۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں: اَكَلْتُ يَوْمًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ طَعَامًا فَجَعَلْتُ آكُلُ مِنْ نَوَاحِي الصَّحَفَةِ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ كُلْ مِمَّا يَلِيْكَ. [صحیح بخاری: ۱۲/ ۲۷۲ (۵۳۷۷-الفتح)، کتاب الاطعمہ]

میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دن کھانا کھایا۔ میں پیالے کے چاروں طرف سے کھانے لگا۔ مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا: جو کچھ تیرے قریب ہے اسی سے کھایا کرو۔

"کل مما یلیک" کے اندر جو حکمت پنہاں تھی وہ برکت کا نزول ہے۔ غالبا نبی ﷺ نے اسی لئے اس کی تاکید کی کہ ہر شخص کا وصف یہ ہونا چاہیے کہ وہ برتن کے کسی ایک ہی کنارے سے کھانا کھائے۔

حضرت عبداللہ بن بسرؓ کی روایت ہے: "نبی ﷺ کے پاس ایک بڑا پیالہ تھا جس کو چار آدمی مل کر اٹھاتے تھے اس کا نام غرا تھا۔ جب چاشت کا وقت ہوا تو لوگوں نے نماز پڑھی اور وہ پیالہ لایا گیا۔ اس کے اندر ثرید تیار ہوا، سب لوگ اس کے اردگرد دیکھا ہوئے، جب لوگ زیادہ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ ایک دیہاتی نے عرض کیا: یہ بیٹھنے کی کیا نوعیت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی مجھ کو متواضع و خاکسار بندہ بنایا ہے، متکبر و سرکش نہیں۔ اس کے اطراف سے کھاؤ، اس کی بلندی کو چھوڑ دو کیوں کہ اس کے اندر برکت نازل ہوتی ہے"۔

[سنن ابی داؤد: ۱۰/ ۱۷۷ (۳۷۶۷-العون)، کتاب الاطعمہ، سنن ابن ماجہ: ۲/ ۲۲۴ (۳۲۶۳)، سنن بیہقی: ۷/ ۲۸۳، علامہ البانی نے صحیح ابی داؤد: ۲/ ۷۱۹ (۳۲۷۳) میں اور شعیب ارناؤوط نے شرح السنہ للبغوی: ۱۱/ ۳۱۳ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے]

علامہ خطابیؒ کا قول ہے کہ اس طرح کھانے سے منع کرنے کی وجہ صرف یہی ہے کہ برکت اوپری حصہ میں نازل ہوتی ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب دوسروں کے

ساتھ کھانے کا اتفاق ہو تو ایسا نہ ہو کہ ایک شخص صرف عمدہ چیزوں کا ہی قصد کرے اور انہیں اپنے لئے خاص کر لے۔ یہ ادب مجلس کے خلاف ہے جس کے اندر کوئی پوشیدگی نہیں لیکن کوئی آدمی تنہا کھا رہا ہو تو ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ [معالم السنن للخطابی: ۵/۳۰۲-۳۰۳]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب کوئی کھانا تناول کرے تو برتن کے بالائی حصہ سے نہ کھائے، اس کے نچلے حصہ سے کھائے۔ کیوں کہ برکت اس کے بالائی حصہ میں نازل ہوتی ہے۔ [سنن ابی داؤد: ۱۰/۱۷۸ (۳۷۶۶-العون)، کتاب الاطعمہ، سنن ترمذی: ۲/ ۱۵۹ (۱۸۸۱)، کتاب الاطعمہ، سنن ابن ماجہ: ۲/ ۲۲۶ (۳۲۷۷)، علامہ البانی نے صحیح ابی داؤد: ۲/ ۷۱۸ (۳۷۷۲) میں اسے صحیح قرار دیا ہے]

ایک روایت میں ہے کہ برکت کھانے کے بیچ میں نازل ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کے کنارے سے کھاؤ، بیچ سے نہ کھاؤ۔ [صحیح سنن ترمذی: ۲/ ۱۵۹ (۱۸۸۱)]

نبی ﷺ کے اس فرمان ''کل مما یلیک'' کا مطلب یہ ہے کہ قریب ترین چیزوں کو کھائے۔ کنارے سے کھائے۔ کھانے والا اپنے ساتھی کی مکمل رعایت کرے۔ کوئی جلدی جلدی کھا کر ختم کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ہاں! ساتھی کو دسترخوان پر شریک تمام افراد کی طرف سے ایسا کرنے کی اجازت مل جائے۔ اس کی تائید فرمان رسول سے بھی ہو رہی ہے۔

جبلہ بن سحیم کا بیان ہے کہ عبداللہ بن زبیر کی خلافت میں ایک سال ہم لوگ قحط سالی کے شکار ہو گئے۔ وہ ہمیں کھانے کے لئے کھجوریں دیا کرتے تھے۔ ایک بار ہم کھجور کھانے میں مصروف تھے دریں اثناء عبداللہ بن عمرؓ کا گزر ہوا وہ کہہ رہے تھے۔ دیکھو! دو دو کھجوریں ملا کر نہ کھاؤ کیوں کہ نبی ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت شعبہ کا قول ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے: دو دو کھجوریں ملا کر اس وقت کھانا مناسب ہے جب ساتھی کی طرف سے اجازت مل جائے۔

[صحیح بخاری: ۱۲/ ۲۴۶ (۵۴۴۶-الفتح)، صحیح مسلم: ۱۴/ ۲۴۰ (۱۵۰-النووی)]

علماء کرام کے نزدیک دو دو کھجوریں بیک وقت ملا کر کھانا یا جلدی جلدی کھانا حرام

ہے۔ یہ قاضی عیاض کا موقف ہے۔ انہوں نے حدیث رسول میں وارد نہی کو کراہیت پر محمول کیا ہے، تاہم اس اختلاف کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے اس بیان کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ایک دسترخوان پر چند افراد کی معیت میں دودو ملا کر کھانا، جلدی جلدی کھا کر دوسروں کے حصے کو ختم کرنا حرام اور سوء ادب ہے۔ ہاں! وہاں رخصت ہے جہاں پر کسی قرینہ سے دسترخوان پر کھانے میں شریک تمام افراد کی اجازت مل جائے یا دسترخوان اس قدر وسیع ہو کہ ایک یا دو کے ایسا کرنے سے دوسرے مہمان اپنے حصوں سے محروم نہ ہوسکیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے: وَقَوْلُهُ "كُلْ مِمَّا يَلِيكَ" مَحَلُّهُ مَا إِذَا كَانَ الطَّعَامُ نَوْعًا وَاحِدًا لِأَنَّ كُلَّ أَحَدٍ كَالْحَائِزِ لِمَا يَلِيهِ مِنَ الطَّعَامِ فَأَخْذُ الْغَيْرِ لَهُ تَعَدٍّ عَلَيْهِ مَعَ مَا فِيهِ مِنْ تَقَذُّرِ النَّفْسِ مِمَّا خَاضَتْ فِيهِ الْأَيْدِي وَ لِمَا فِيهِ مِنْ إِظْهَارِ الْحِرْصِ وَ النَّهَمِ وَ هُوَ مَعَ ذٰلِكَ سُوْءُ الْأَدَبِ بِغَيْرِ فَائِدَةٍ إِمَّا إِذَا اخْتَلَفَتْ الْأَنْوَاعُ فَقَدْ أَبَاحَ ذٰلِكَ الْعُلَمَاءُ. [فتح الباری: ۲۷۲/۱۲]

ترجمہ: کل ممایلیک کا مطلب یہ ہے کہ جب کھانا ایک طرح کا ہو تو اس وقت اپنے قریب سے کھاؤ کیوں کہ ہر ایک اپنا حق قریب سے لیتا ہے۔ ایک طرح کا کھانا ہوتے ہوئے دوسری جگہ سے لینے پر اور چاروں طرف ہاتھ کے گردش کرنے سے نفس کو گھن محسوس ہوا کرتی ہے نیز اس سے حرص وطمع اور لالچ کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ بے ادبی ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ہاں! جب کھانا انواع واقسام کا ہو تو ایسا کرنا علماء کرام نے جائز قرار دیا ہے۔

پیالے میں دوسری طرف ہاتھ بڑھانا اور کسی کا چیں بہ جبیں نہ ہونا، یا دسترخوان سے تیزی سے اٹھا اٹھا کر کھانا اور کسی کا ناراض نہ ہونا مانوسیت کی اعلیٰ دلیل ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے: "إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ. قَالَ أَنَس: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ، فَرَأَيْتَهُ يَتَتَبَّعُ الدُّبَاءَ مِنْ حَوَالِي الْقَصْعَةِ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمَئِذٍ"۔ [صحیح بخاری: ۲۷۴/۱۲ (۵۳۷۹)، کتاب الاطعمہ]

ایک درزی نے کھانا تیار کر کے نبی ﷺ کو دعوت دی۔ میں آپ کے ساتھ گیا، میں نے کھانے کے دوران آپ کو پیالے کے چاروں طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیکھا۔ آپ اس میں کدو کے ٹکڑے تلاش کرتے اور نکال کر کھایا کرتے تھے۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ اس دن سے میں بھی کدو پسند کرنے لگا۔

کھانے کو بیچ سے نہ کھانا جدید سائنس کا تقاضہ ہے

کھانے میں وٹامنز (vitamins) نمکیات اور بے شمار حل پذیر نافع جسم اجزاء ہوتے ہیں۔ ان میں نمکیات آئرن اور دیگر ایسے اجزاء تہہ میں بیٹھ جاتے ہیں جبکہ وٹامنز اور لطیف اجزاء کناروں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں جو کھانے کے خاص اجزاء ہوتے ہیں اور جسم کی تقویت کے لئے نہایت ضروری ہوتے ہیں۔ جسم کو خالص روغنی اجزاء کی ضرورت ہوتی ہے، ایسے اجزاء ہمیشہ کناروں کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں اور جب ہم کناروں کی طرف سے کھانا شروع کریں گے تو فوراً وہ ضرورت پوری ہوگی۔

قریب ترین چیزوں کا کھانا اور اجتماعی شکلوں میں ہر ایک کی رعایت کرنا تعلیمات رسول کی بجا آوری کا ثبوت ہے۔

کھانا کون شروع کرے؟

دستر خوان پر چھوٹے اور بڑے جہلا اور علماء، فضلاء اور مشائخ بچے اور بوڑھے ہر طرح کے افراد ہوا کرتے ہیں۔ دعوت میں عمومی طور پر سارے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ ایسی جگہوں میں کھانے کی ابتدا کون کرے؟ جب کھانے میں سارے لوگ اکٹھا ہو جائیں تو ان میں سب سے بڑا یا سب سے زیادہ جانکار یا گھر والے کو دیکھا جائے اور انہی میں سے کوئی شروع کرے تو دوسرے افراد کھانا شروع کریں یہ حسن ادب ہے اور اس کی تائید حضرت حذیفہؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

"كُنَّا اِذَا حَضَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا لَمْ نَضَعْ اَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَأَ رَسُوْلُ

اللّٰهِ ﷺ فَيَضَعُ يَدَهُ". (صحیح مسلم:۱۳/۱۸۸/۱۹۰۰(۵۲۲۷)۔شرح النووی)

ہم نبی ﷺ کے ساتھ کھانے میں حاضر تھے۔ہم نے اس وقت تک کھانے میں ہاتھ نہیں رکھا جب تک رسول اللہ ﷺ نے شروع نہیں کیا اور اپنا ہاتھ نہیں رکھا۔

بڑوں کی یا علماء کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دعوت میں جب بیٹھیں تو کھانا شروع کرنے میں جلدی کریں تاکہ دوسرے لوگ ان کے ساتھ کھانا شروع کریں اس سے گھر والوں کی تکریم بھی ہو جائے گی اور ان کے ساتھ بیٹھے دوسرے لوگوں کو تکلیف بھی نہیں ہوگی ۔میزبان کی ذمہ داری ہے کہ وہ کھانے پر دھیان رکھے تاکہ مہمان شکم سیر ہو جائیں ان کے کھانے کو قریب کرے تاکہ وہ انشراح صدر کے ساتھ کھائیں۔اور ان سے کھانے کا اصرار کرتا رہے ورنہ اندیشہ ہے کہ دستر خوان سے بعض حضرات بغیر شکم سیری کے اٹھ جائیں گے اور میزبان کی عدم توجہی کا شکوہ کریں گے۔

گرم کھانا اور جدید سائنس

کھانے کو ہمیشہ ٹھنڈا کر کے کھانا چاہیے۔اطباء کے ہی بیانات اس کے موئید نہیں بلکہ حکیم الامت ﷺ کا فرمان بھی موئید ہے۔حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں:

"أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا أُتِيَتْ بِثَرِيدٍ ،أَمَرَتْ بِهِ فَغُطِّيَ ،حَتّٰى يَذْهَبَ فَوْرُهُ وَدُخَانُهُ، وَتَقُوْلُ : إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : هُوَ أَعْظَمُ لِلْبَرَكَةِ".

[اس کو دارمی، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے: دیکھئے: السلسلۃ الصحیحۃ:۳۹۲]۔

جب بھی ثرید میرے پاس (بن کر) آتی تو مجھے یہ حکم ہوتا کہ میں اس کو تھوڑی دیر کے لئے ڈھانپ دوں یہاں تک کہ اس کی گرمی نکل جائے۔

پھر کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: وہ برکت کے لئے سب سے بڑی چیز ہے یعنی وہ کھانا جس کی گرمی نکل گئی ہو۔

اس سلسلے میں ایک ضعیف روایت بھی ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَكْرَهُ أَكْلَ الطَّعَامِ الْحَارِّ يَقُوْلُ :عَلَيْكُمْ

بِالْبَارِدِ فَاِنَّهُ ذُوْبَرَكَةٍ اِلَّا وَ اِنَّ الْحَارَّ لَابَرَكَةَ لَهُ" ۔(الحلیۃ لابی نعیم:۸/۲۵۲،سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ:۴/۱۰۲)

اس کی تائید حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"لَایُؤْكَلُ طَعَامٌ حَتّٰی يَذْهَبَ بُخَارُهُ"۔[بیہقی:۷/۲۸۰،ارواء الغلیل:۳/۳۷-۳۸(۱۹۷۸)،سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:۱/۶۷۷]

کوئی کھانا اس وقت تک نہ کھایا جائے جب تک اس کی گرمی نہ نکل جائے۔

معلوم ہوا کہ گرم کھانا نقصان دہ ہے اور اس سے کھانے والے کو نقصان پہنچتا ہے۔

تفسیر الجامع لاحکام القرآن:(۷/۱۹۴) میں مذکور ہے:

"وَلَايَأْكُلُ طَعَامًا حَتّٰی يُعْرَفَ اَحَارٌّ اَمْ بَارِدٌ ؟فَاِنْ كَانَ حَارًّا فَقَدْ يَتَاَذّٰی"۔

جب تک کھانے کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ گرم ہے یا ٹھنڈا، نہ کھایا جائے۔اگر کھانا گرم ہو تو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔

ان تمام وضاحتوں اور طبی بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ آدمی کو گرم کھانے سے نقصان کا اندیشہ ہو تو وہ اس سے پرہیز کرے الا یہ کہ وہ اس کا عادی بن چکا ہو۔دنیا میں مختلف طرح کے کھانے ہوتے ہیں۔بعض کھانے کی چیزیں ایسی ہیں جو گرم رہیں تب بھی آدمی کو کھانے کی خواہش ہوتی ہے اور ان سے عمدہ ذائقہ حاصل کر پاتا ہے ورنہ انسان کی طبیعت انکار کرتی ہے۔اگر انسان کھاتا بھی ہے تو کوئی لذت نہیں ملتی۔یہ انسان کی طبیعت پر منحصر ہے۔اگر اس کا عادی ہے تو کھائے ورنہ ٹھنڈا کر کے کھایا کرے اور ٹھنڈا کر کے کھانے میں ہی عافیت ہے اور شرعی نقطہ نظر سے ٹھنڈا کر کے کھانے میں برکت ہوتی ہے۔

فقہائے مذاہب اربعہ نے بھی گرم کھانے کو ناپسند کیا ہے اور ان کی دلیل اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔

ایک قسم کے کھانے پر اکتفا کرنا

دنیا میں کھانے والی چیزیں بے شمار ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انواع و اقسام کے میوہ

جات، غلے، سبزیاں پیدا کی ہیں اور ان تمام سے بندے کو فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے۔ ان میں سے بعض کھانے پینے والی چیزیں حرام ہیں اور بعض جائز و مباح ہیں۔ ہر ایک کی وضاحت قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ کوئی شخص بے شمار نعمتوں کو پانے کے باوجود کسی ایک پر اکتفا کرتا ہے اور ہر طرح کے کھانے کی موجودگی کے باوجود ایک ہی کھانے پر شب و روز گزارہ کرتا ہے تو اس میں اولاً طریقہ رسول کی مخالفت ہے۔ دوم یہ کہ جسمانی صحت و تندرستی کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد: (۴/۲۱۷) میں لکھا ہے: "فَأَمَّا الْمَطْعَمُ وَ الْمَشْرَبُ، فَلَمْ يَكُنْ مِنْ عَادَتِهِ ﷺ حَبْسُ النَّفْسِ عَلَى نَوْعٍ وَّاحِدٍ مِنَ الْأَغْذِيَةِ لَا يَتَعَدَّاهُ إِلَى مَا سِوَاهُ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يَضُرُّ بِالطَّبِيعَةِ جِدًّا، وَقَدْ يَتَعَذَّرُ عَلَيْهَا أَحْيَانًا، فَإِنْ لَمْ يَتَنَاوَلْ غَيْرَهُ، ضَعُفَ أَوْ هَلَكَ، وَإِنْ تَنَاوَلَ غَيْرَهُ، لَمْ تَقْبَلْهُ الطَّبِيعَةُ، وَ اسْتَنْصَرَ بِهِ، فَقَصَرَهَا عَلَى نَوْعٍ وَاحِدٍ دَائِمًا وَ لَوْ أَنَّهُ أَفْضَلُ الْأَغْذِيَةِ، خَطَرٌ مُضِرٌّ".

کھانے پینے والی چیزوں میں سے کسی ایک ہی پر اپنے آپ کو روکے رکھنا نبی اکرم ﷺ کا معمول نہ تھا اور نہ یہ آپ کی عادت مبارکہ تھی۔ یہ طبیعت کو نقصان پہنچاتی ہے اور بسا اوقات وہ گراں بار ہو جاتی ہے اگر اس کے علاوہ کھانا نہ پا سکے تو کمزور ہو کر تباہ ہو جاتا ہے۔ اگر وہ دوسرا کھانا پا لے تو طبیعت اس کو قبول نہیں کرتی ہے اس سے مدد بھی نہیں ملتی ہے۔ ایک کھانا گرچہ افضل ترین کھانا کیوں نہ ہو پر اکتفا کرنے میں بہت زیادہ خطرہ اور نقصان ہے۔

دنیا میں کوئی غذا عمدہ ترین کیوں نہ ہو ایک ہی قسم کے کھانے پر اپنے آپ کو محبوس رکھنا موت کو دعوت دینا ہے۔ مختلف طرح کے کھانے اللہ تعالیٰ کے بے پایاں انعامات و نوازشات کا حصہ ہیں۔ ان کی قدر کرنی چاہیے۔ ان کو پا کر شکر ادا کرنی چاہیے اور ہر طرح کے کھانے کو پاکیزہ شکل میں تناول کرنے کا عادی بننا چاہیے الا یہ کہ طبیعت کسی کھانے کی خواہش نہ کرے۔

کھانے سے پہلے کھانے کی نوعیت جاننا

دنیا میں کھانے کی چیزیں بہت ہیں۔ بہت سارے لوگ دنیا کی بہت ساری چیزوں کا مزہ چکھ لیتے ہیں اور بہت سارے چند غذائی اجناس پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ کچھ کے پاس یا تو سفری اخراجات نہیں ہوتے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوسکیں اور متنوع غذاؤں کا مزہ حاصل کرسکیں اس لئے کہ ان کے دیار میں وہ چیزیں نہیں پائی جاتیں اور نہ سپلائی کی جاتی ہیں یا تو ان کے پاس اتنا مال نہیں ہوتا کہ وہ خرید کر ساری چیزیں کھاسکیں۔ چنانچہ جب کوئی آدمی کس کے یہاں دعوت پر جائے تو کھانے سے پہلے وہ کھانے کی نوعیت جان لے ایسا کرنا کوئی معیوب شئ نہیں ہے بلکہ یہ اسوہ رسول ہے جب انسان کی طبیعت کرے گی تو وہ کھائے گا ورنہ یہ کہہ دے گا کہ اسے کھانے کی میری قطعا خواہش نہیں ہے یا میں اس کے کھانے کا عادی نہیں ہوں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک کھانے میں شریک تھے۔ کھانا لایا گیا تو اس میں گوہ بھی تھا۔ آپ سے "ضب" کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ وہ حرام ہے یا حلال ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: لَا وَلٰکِنْ لَمْ یَکُنْ بِاَرْضِ قَوْمِیْ، فَاَجِدُنِیْ اُعَافِهٖ"۔

جب نبی اکرم ﷺ کو کھانے کے بارے میں بتایا جاتا اور اس کے نام کو بیان کیا جاتا تب کھانے کے لئے ہاتھ بڑھاتے۔ خواہش ہوتی تو کھاتے نہیں تو بڑی خوش اسلوبی سے معذرت کردیتے تھے۔ (بخاری: ۶۲۲/۹ (۵۳۹۱) الفتح) کتاب الاطعمہ، باب ما کان النبی ﷺ لا یاکل حتی یسمی لہ فیعلم ماھو، مسلم: ۱۰۰/۱۳، ۱۰۱ (۵۰۰۹) النووی) کتاب الصید والذبائح)

علامہ نووی نے اس حدیث کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

"وَاَمَّا حَدِیْثُ تَرْکِ اَکْلِ الضَّبِّ، فَلَیْسَ هُوَ مِنْ عَیْبِ الطَّعَامِ، اِنَّمَا هُوَ اَخْبَارٌ بِاَنَّ هٰذَا الطَّعَامَ الْخَاصَ لَا اَشْتَهِیْهِ". (المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج: ۲۵۳/۱۴)

یعنی ضب کھانے کو چھوڑنے والی حدیث سے کھانے کا عیب مراد نہیں ہے بلکہ اس خاص کھانے کے بارے میں یہ بتانا ہے کہ مجھے اس کی خواہش نہیں ہے۔

کھانے میں کسی طرح کی کوئی خرابی ہو تو اس کو چھوڑنے میں فائدہ ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کھانے سے پہلے اس کا علم ہو جائے تاکہ انسان اس نقصان سے بچا رہے۔

ایک روایت میں ہے:" وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَأْكُلُ شَيْئًا حَتّٰى يَعْلَمَ مَا هُوَ". (مسلم:۳/۱۰۰،۱۰۱،(۵۰۱۰)،کتاب الصید والذبائح)

رسول اللہ ﷺ کوئی چیز نہیں کھاتے جب تک اس کے بارے میں نہ جان لیتے کہ وہ کیا چیز ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری:(۸۲۵/۹) میں بیان کیا ہے:

"وَيُؤْخَذُ مِنْهُ اَنْ مَنْ خَشِيَ اَنْ يَتَقَذَّرَ شَيْئًا لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُدَلَّسَ لَهٗ ، لِئَلَّا يَتَضَرَّرَبِهٖ ،وَقَدْ شُوهِدَ ذٰلِكَ مِنْ بَعْضِ النَّاسِ".

اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ کسی شخص کو کسی چیز کے متقذر ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ اس کو گدلا نہ کرے، تاکہ اس کے نقصان سے بچ جائے۔اور ایسا بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے۔

نماز کی اقامت ہو چکی ہو اور کھانا حاضر ہو تو کیا کرنا چاہیے؟

اسلام نے یہ رعایت رکھی ہے کہ جب بھی انسان کو بھوک کا احساس ہو تو وہ پہلے کھالے اور پھر دوسرا کام کرے یہاں تک کہ عبادت میں بھی یہ رعایت موجود ہے۔انسانی ضرورتوں کی تکمیل کو عبادات کی ادائیگی پر اولیت حاصل ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ انسان میں بھوک کی شدت سے عبادات میں خشوع وتذلل پیدا نہیں ہوگا اور جو چیزیں شریعت کو مطلوب ہیں وہ صحیح ڈھنگ سے پوری نہیں ہو پائیں گی۔انسان کا دل کھانے کی طرف لگا رہے گا اور عبادت میں بے توجہی غالب رہے گی اسی لئے شریعت نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ جب نماز کی اقامت ہو چکی ہو اور کھانا حاضر ہو تو پہلے کھانا تناول کرنا چاہیے۔جس قدر ضرورت ہو کھائے اور نماز میں شریک ہو جائے۔

جب نفس کو کھانے کی خواہش ہو تو فقہاء بھی کراہت صلاۃ پر متفق ہیں اور اسے جائز

عذر مانتے ہیں۔ مذہب حنفیہ کے علاوہ مذہب مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے یہ قید لگائی ہے کہ ادائیگی صلاۃ میں وقت بہت کم نہ ہو۔ مطلب یہ کہ اگر نماز کا وقت نکل رہا ہو تو نماز ادا کر لینا بہتر ہے تا کہ اسی وقت میں اس نماز کی ادائیگی ہو سکے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: حاشیہ ابن عابدین: ۲/۳۵۰، قوانین الاحکام الشرعیۃ: ص ۴۶، الاقناع: ۱/۲۰۹، مغنی المحتاج: ۱/۳۰۹، کشاف القناع: ۱/۳۴۸۔۳۴۹، المجمع: ۱/۴۵۷)

کھانا حاضر ہو اور نماز کی اقامت ہو چکی ہو تو سب سے پہلے کھانے سے فارغ ہونا چاہیے اور یہ اطمینان وسکون کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہیے۔ اس کو چند دلائل کے ذریعہ بھی اس کو جانا جاسکتا ہے۔ نبی ﷺ کی حدیثیں اس باب میں صریح ہیں۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں: "سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ". (مسلم: ۵/۴۹ (۱۲۴۶) -النووی، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ)

حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اِذَا وُضِعَ الْعِشَاءُ وَاُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَؤُا بِالْعَشَاءِ". (بخاری: ۹/۲۳۷ (۵۴۶۳) الفتح) کتاب الاطعمہ، مسلم: ۵/۴۷ النووی (۱۲۴۱)

جب رات کا کھانا رکھ دیا جائے اور نماز کی اقامت ہو چکی ہو تو کھانے سے شروع کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اِذَا وُضِعَ عِشَاءُ اَحَدِكُمْ وَاُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَؤُا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلَنَّ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ". (مسلم: ۵/۴۸ (۱۲۴۴) -النووی)

جب تم میں سے کسی کے رات کا کھانا رکھا جائے حالانکہ نماز کی اقامت ہو چکی ہو تو کھانا شروع کرو اور جلدی نہ کرو یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو جاؤ۔

صحیح بخاری: (۲/۲۰۷) کے اندر کا یہ قول مذکور ہے:

"مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ اِقْبَالُهُ عَلٰى حَاجَتِهِ حَتّٰى يُقْبِلَ عَلٰى صَلَاتِهِ وَقَلْبُهُ فَارِغٌ".

آدمی کی فقاہت کی یہ دلیل ہے کہ وہ اپنی ضرورت پر توجہ دے یہاں تک کہ نماز کا وقت آجائے اور اس کا دل اس کے لئے فارغ رہے۔

علامہ ابن عبدالبر کا بیان ہے: "قَدْ اَجْمَعُوْا اَنَّهُ لَوْ صَلّٰى بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ فَأَكْمَلَ صَلَاتَهُ ،وَلَمْ يَتْرُكْ مِنْ فَرَائِضِهَا شَيْئًا اِنَّ صَلَاتَهُ مُجْزِيَةٌ عَنْهُ ، فَكَذٰلِكَ اِذَا صَلَّاهَا حَاقِنًا فَاَكْمَلَ صَلَاتَهُ ،وَفِيْ هٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ النَّهْىَ عَنِ الصَّلَاةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ مِنْ اَجْلِ خَوْفِ اشْتِغَالِ الْمُصَلِّى بِالطَّعَامِ عَنِ الصَّلَاةِ وَتَرْكِهِ اِقَامَتَهَا عَلٰى حُدُوْدِهَا فَاِذَا اَقَامَهَا عَلٰى حُدُوْدِهَا خَرَجَ مِنَ الْمَعْنَى الْخَوْفِ عَلَيْهِ ،وَاَجْزَاَتْهُ صَلَاتُهُ لِذٰلِكَ" (فتح البر:۴/۴۸۸)

تمام اس پر متفق ہیں کہ کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی اور اس کا کوئی فریضہ متروک نہ ہوگا۔ اس کی نماز اس کو کافی ہوگی۔ اس طرح جب کھاپی کر نماز ادا کرے تو اس نے اپنی نماز مکمل کر لی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کھانے کی موجودگی میں نماز سے رک جانا اس اندیشہ کی وجہ سے ہے کہ نمازی کھانے میں مشغول ہو جائے گا اور نماز کو اس کے حدود میں قایم کرنے میں ترک کر دے گا۔ جب نماز کو اس کے اوقات میں قایم کرے تو یہ اندیشہ زائل ہو جائے گا اور اس کی نماز اس کے لئے کافی ہوگی۔

حامد الدعانی نے اپنی کتاب "آداب الاکل والشرب: (ص ۱۱۲) میں لکھا ہے: "وَاَمَّا حَدِيْثُ عُمَرَ بْنَ وَاَمِيَّةَ الضَّمْرِيُّ رضی اللہ عنہ اِنَّهُ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِيْ يَدِهِ ،فَدَعٰى اِلَى الصَّلَاةِ فَاَلْقَاهَا وَ السِّكِّيْنَ الَّتِيْ كَانَ يَحْتَزُّبِهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّا (بخاری : ۹/۶۷۷(۵۴۰۸) کتاب الاطعمہ) فَيَحْتَمِلُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ هٰذَا الْحَالَةِ قَدْ قَضٰى حَاجَتَهُ مِنَ الْاَكْلِ ،وَيَحْتَمِلُ اَنَّ نَفْسَهُ لَمْ تَكُنْ مُشْتَاقَةَ الطَّعَامِ وَيَحْتَمِلُ اَنَّ الْوَقْتَ قَدْ ضَاقَ فَلَا يَتَّسِعُ لِاَ دَاءِ الصَّلَاةِ".

حدیث عمر بن وامیہ ضمری رضی اللہ عنہ یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ بکری کا شانہ اپنے ہاتھ سے کاٹ رہے ہیں۔ جب نماز کے لئے ندا دی گئی (یعنی اذان

ہوئی) تو اس کو ایک طرف ڈال دیا اور چھری بھی رکھ دی جس سے کاٹ رہے تھے۔ پھر کھڑے ہوئے، نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت کھانے کی اپنی ضرورت پوری کر چکے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کا دل کھانے کی خواہش نہ رکھتا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ وقت بہت ہی تنگ اور اس میں نماز کی ادائیگی کے لئے گنجائش نہ ہو۔

کھانے کو چبا چبا کر کھانا اور جدید سائنس

صحت وتندرستی کے لئے ضروری ہے کہ انسان جب غصہ کی حالت میں ہو تو کھانا نہ کھائے۔ کھانا اس وقت کھایا جائے جب ذہنی سکون میسر ہو، اطمینان قلب حاصل ہو۔ غصہ کی حالت میں کھانے سے نقصان ہوتا ہے۔ نہ کھانا ہضم ہوتا ہے اور نہ ہی معدے کو سکون ملتا ہے۔ ایک ذہنی تناؤ کی کیفیت بنی رہے تو غذا جسم میں جوں کا توں رہتا ہے۔

جب انسان اضطراب اور پریشانی سے خالی ہو تو کھانے والی چیزیں بھی تقویت پہنچاتی ہے اور انسان تندرست وتوانا رہتا ہے۔

کھانے کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ چھوٹے چھوٹے لقمہ کو منہ میں ڈالا جائے۔ اچھی طرح چبایا جائے اور دیر تک آہستہ آہستہ نگلنے کا عمل جاری رکھا جائے۔ ایسا کرنا نظام ہضم کو بہتر رکھتا ہے اور انسان حرص وطمع سے دور رہتا ہے۔

علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی صحیح بات منقول نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے چھوٹا لقمہ منہ میں ڈالنے اور خوب اچھی طرح چبا کر نگلنے کا حکم دیا ہو۔ البتہ ساتھیوں کے ساتھ نرمی برتنا مستحب ہے یا اس سے انہیں ادب کی تعلیم دینا مقصود ہے یا تو وہ کم خور ہو یا کمزور ہو یا آسودہ ہو جب جلدی سے کھا کر اپنا ہاتھ اٹھا لے گا تو دوسرے بھی ضرورت بھر کھائے بغیر اپنا ہاتھ کھینچ لیں گے اس طرح کی باتیں اچھے مقاصد سے تعلق رکھتی ہیں۔

منہ کا لقمہ جب تک خوب اچھی طرح نہ چبا لیا جائے دوسرا لقمہ منہ میں نہ ڈالا جائے

اور کھانے کے لئے ہاتھ نہ بڑھایا جائے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے کہ ابھی منہ میں لقمہ موجود ہے اور دوسرا لقمہ لے کر ڈالنے کے انتظار میں ہے اور آنکھیں کھانے کی چیزوں کی طرف ہیں تو یہ حرص وطمع کی دلیل ہے اور ایسا کرنے والا جلدی جلدی اپنے شکم کو بوجھل بنا دیتا ہے اور کھانوں سے معدہ کو بھر دیتا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ مختلف قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے کھانے کا یہ انداز انسان کو مصیبت میں ڈالتا ہے لالچی بنا دیتا ہے۔ چنانچہ کھانے کو اچھی طرح چبا چبا کر کھانے میں عافیت ہے اور جدید سائنسی تحقیقات بھی اس کے متقاضی ہیں کہ جتنا چبا کر کھایا جائے گا نظام معدہ وہضم صحیح طریقے پر کام کرتے رہیں گے۔

ہاضمہ کے عجائبات

الطاف حسین صدیقی اپنی کتاب ''دانت اور صحت: ۲۶-۲۹'' میں لکھتے ہیں: جس ترکیب سے غذا ہضم ہو کر جزو بدن ہوتی ہے وہ ہماری ہستی کے عجائبات میں سے ہے۔ ہاضمہ کا فعل منہ سے شروع ہو جاتا ہے جہاں کھانا دانتوں کے عمل سے تقسیم ہوتا ہے اور لعاب دہن سے ملتا ہے۔ لعاب دہن غذا کو اسکی مزید تغیرات کے لئے تیار کرنے میں بڑا کام دیتا ہے۔ یہ لعاب اس غدود کے تین جوڑوں میں چھپا رہتا ہے جو منہ کے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہیں اور جو اس سے مکمل نلیوں کے ذریعہ سے ملحق ہیں۔ جب کھانا اچھی طرح سے چبا لیا جاتا ہے تو زبان اس کا ایک گولا سا بنا کر گلے میں پہنچا دیتی ہے گلے سے وہ معدہ میں پہنچتا ہے جیسا کہ اکثر لوگ واقف ہوں گے معدہ ایک قسم کی تھیلی ہے جو بہت پھیل سکتی ہے اسکی آنتوں کی جھلی میں ہزاروں غدود ہوتے ہیں جس میں ایک قسم کا تیزاب ہوتا ہے جسے صفرا کہتے ہیں۔ ہاضمہ کے وقت یہ عرق ہمارے کھانے پر گرتا ہے کھانے کو پتلا کرتا ہے اور پتلا کر کے بالائی کے سے سفید عرق میں جس میں کیموس کہتے ہیں تبدیل کر دیتا ہے اس کا م میں معدہ کے اعصابی عمل سے بھی بڑی مدد ملتی ہے جو کھانے کو ہر لمحہ ادھر سے ادھر جنبش دیتا ہے اور اس طور سے کھانے کے ہر ریزے کو باری باری سے اس گلانے والے عرق کے سامنے لاتا ہے۔ کچھ دیر کے بعد معدہ سکڑ جاتا ہے اور اس کھانے کو جواب کیموس کی صورت

میں بدل گیا ہے آنتوں کے اول حصہ میں داخل کر دیتا ہے۔ وہاں جگر کے پت اور لبلباہٹ سے مل جاتا ہے۔ اس کے بعد غذا ان چھوٹی آنتوں سے ہو کر گزرتی ہے جو تقریباً بیس فٹ لمبی اور کیڑے کی طرح پٹھوں کے سکڑنے سے آگے بڑھتی ہے۔ اب غذا جزو بدن ہونے کیلئے تیار ہو جاتی ہے خون میں بدل جاتی ہے اور موذی مادہ خارج ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ بڑی آنتوں میں پہنچ کر بالآخر جسم سے نکل جاتا ہے۔

چبانے کا فن

کھانے میں بھی حکمت درکار ہے۔ عمدہ ہاضمہ اور عمدہ تندرستی بہت کچھ اس طریقہ پر مبنی ہے جو ہم کھانے چبانے میں استعمال کرتے ہیں۔ جو لوگ بجائے کھانا چبانے کے اس کو نگلتے جاتے ہیں عموماً دبلے پتلے اور زرد ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو اکثر صرف معدہ کی شکایت رہا کرتی ہے۔ کھانے کا مناسب طریقہ یہ ہے کہ منہ میں نوالہ لے کر اچھی طرح چبایا جائے تاکہ منہ کا لعاب کھانے میں شامل ہو کر اس کو ملائم کر دے۔ نہایت ضروری امر ہے کہ ملائم سے ملائم کھانا مثلاً آٹے کی لپی بھی منہ کا لعاب شامل کئے بغیر معدہ میں نہ داخل کی جائے۔ یہ مقصد صرف مناسب طور سے غذا کو چبانے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ مسٹر گلیڈسٹون اپنی عمدہ تندرستی کو اسی امر پر منسوب کیا کرتے ہیں کہ وہ ہر نوالہ کو ہمیشہ پچیس دفعہ چباتے تھے۔

آپ نے مسٹر ہوریس فلیچر کا نام ضرور سنا ہوگا ان کا نام یورپ و امریکہ میں بہت مشہور ہے جہاں کہیں بھی عاملین طب کے درمیان گفتگو کے دوران کھانا چبا کر کھانے کے متعلق ذکر آتا ہے تو مسٹر فلیچر کو وہاں ضرور یاد کرتے ہیں۔ مسٹر فیلیچر کا قصہ اس طور پر معروف ہے کہ چالیس سال کی عمر میں جب ایک انشورنس کمپنی کے میڈیکل ایڈوائز کی خدمت میں پیش کئے گئے تو ڈاکٹر موصوف نے ان کو زندگی کے بیمہ کے لئے قطعی ناقابل قرار دیا اور کہا کہ وہ جلد ہی مر جائیں گے کیونکہ وہ خرابی ہضم میں بری طرح سے مبتلا ہیں۔ ان کا پیٹ آگے کو نکلا ہوا ہے اور شاید اب وہ زیادہ دیر تک زندہ نہ رہیں۔ مسٹر ہوریس فلیچر ایک پختہ قوت ارادی کے مالک تھے۔

ڈاکٹر کے ریمارکس سے وہ بالکل نہ گھبرائے، بلکہ اپنی صحت کی درستگی کی طرف متوجہ ہو گئے صحت وتندرستی اور غذا اور صحت کے موضوع پر انہوں نے چند دنوں ہی میں سینکڑوں کتابیں پڑھ ڈالیں۔ان کو معلوم ہوا کہ کھانا وقت پر جبکہ اچھی طرح سے بھوک ہو کھانا چاہیئے کھانے کی مقدار تھوڑی ہونی چاہیئے اور اسے اتنا چبانا چاہیے کہ مانند دودھ کے پتلا ہو جائے،اس کے بعد اسے عین اسی طرح سے نگلنا چاہیے جس طرح کہ ہم دودھ کو نگلتے ہیں۔

مسٹر فلیچر نے جو کچھ پڑھا تھا اس پر عمل کرنا شروع کر دیا اور اس ریگولر عمل کا فائدہ یہ ہوا کہ کچھ ہی دنوں میں ان کی صحت قابل رشک ہوگئی۔کمزوری اور معدہ کے دیگر تمام نقص دم دبا کر بھاگ گئے۔انہوں نے اپنے اس چبانے کے فن کو فیلچر ازم کا نام دیا اور امریکہ کے کونے کونے میں اپنے اس قانون کا پرچار شروع کر دیا۔

چرند پرند اور انسانوں پر بڑی بھاری تعداد میں فلیچر کے تجربات کئے گئے اور اس فلیچر ازم کے ذریعہ ہزاروں اشخاص کو اک بار پھر اس آب حیاتی طریقہ سے از سر نو زندگی بخشی گئی اور وہ مردوں کی صف سے نکل کر زندوں کی قطار میں کھڑے ہو گئے۔مسٹر فیلچر کی اپنی صحت کا اب یہ حال ہو گیا تھا کہ جہاں اٹھارہ برس پیشتر ان ڈاکٹروں نے جواب دیا تھا اب وہ لیٹ کر چار من کے قریب وزن اپنی ٹانگوں سے اٹھا سکتے تھے۔چنانچہ انہوں نے ۵۸ سال کی عمر میں زمین پر لیٹ کر پونے چار من کا وزن اپنی ٹانگوں سے ۳۵۰ بار زمین سے اونچا اٹھا کر دنیا کو حیرت میں ڈال دیا جبکہ امریکہ کا سب سے زیادہ طاقتور نوجوان اس وزن کو ۱۷۰ بار اٹھا سکا،اور وہ بھی بڑی مشکل سے اس کے بعد فیلچر ازم کا پرچار دنیا میں دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا اور آج ایک زمانہ اس قانون کا قائل ہو چکا ہے۔

تندرستی کے لحاظ سے کھانے کے اوقات

صحت جسمانی کا ایک سیدھا سادا اصول یہ ہے کہ بغیر بھوک کے کبھی کھانا نہ کھایا اور بغیر خواہش کوئی چیز نہ کھائی جائے۔جو لوگ اپنی تندرستی عزیز رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ اس مقولہ کی پابندی کریں۔مناسب ہے کہ جب غذا کی اشتہا نہ ہو تو ایک وقت کے کھانے سے

ہاتھ دھویا جائے مگر بلا بھوک تھوڑا سا کھانا بھی مضر ہے۔ لوگ دوسری بڑی غلطی یہ کرتے ہیں کہ دو وقت غذا کے درمیان میں بھی کھاتے ہیں۔ معدہ کو کسی قدر آرام کی حاجت ہوتی ہے وہ برابر کام نہیں کرسکتا ورنہ اس کا نتیجہ مضر ہوگا۔ عمدہ ہاضمہ اور عمدہ تندرستی قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک وقت کی غذا کے بعد کم از کم پانچ گھنٹے کا وقفہ دیا جائے۔ شام کا کھانا سونے کے لئے جانے سے تین گھنٹہ قبل کھانا چاہیے۔ اگر لوگ دن میں صرف تین وقت کھانے کی عادت ڈال لیں تو تندرستی کے لئے نہایت مفید ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ غذا کی مقدار سے آدمی طاقتور اور تندرست نہیں رہ سکتا بلکہ جو کھانا اچھی طرح ہضم ہو جاتا ہے وہ فائدہ پہنچاتا ہے۔

اچھے کھانے کی تعریف کرنا

کسی کے گھر کھانے کے لئے جائے تو اس کے گھر تیار شدہ کھانوں کی تعریف کی جائے۔ اس کی دو شکلیں ہوسکتی ہیں، یا تو مہمان کھانے کی تعریف کرے یا خود میزبان اپنے کھانے کی تعریف کرے۔ مہمان جس کھانے کو کھا رہا ہے اور تعریف کر رہا ہے تو اس سے میزبان کے دل میں خوشی محسوس ہوگی، اس کا دل پھولے نہیں سمائے گا۔ ہاں! میزبان خود اپنے کھانے کی تعریف کرتا ہے تو بعض علماء کرام نے اس کو مستحب قرار دیا ہے کہ وہ ایسا کر سکتا ہے۔ جب کوئی مصلحت ہو، بغیر مصلحت تعریف کرنا میزبان کے لئے قطعا درست نہیں ہے۔ مصلحت کا معنی یہ ہے کہ بہت سارے مہمان ایسے ہوں گے جو عمدہ کھانا ہی تناول فرمانا پسند کرتے ہوں گے اور کھانے کو دیکھ کر پست ہمتی کے شکار ہو جاتے ہوں گے۔ بہت سارے ایسے ہوں گے جن کے سامنے کوئی ایسا کھانا پیش کیا گیا ہو جو ان کے دیار میں نہیں بنتا یا عموی طور پر لوگ نہیں کھاتے ہوں۔ جب میزبان کھانے کی تعریف کرے گا تو ان کا حوصلہ بڑھے گا اور کھانے کی عمدگی کو سن کر کھانے پر آمادہ ہو جائیں گے۔

مہمان کی جانب سے کھانے کی تعریف کی جائے جس سے میزبان کا حوصلہ بڑھے اور بہجت و سرور محسوس کرے اس بات کی تقویت تعلیمات نبویہ سے ہو جاتی ہے۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے: "اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِيْ ذَاتَ يَوْمٍ اِلٰى مَنْزِلِهٖ ، فَاَخْرَجَ فُلَاتًا مِنْ خُبْزٍ ،فَقَالَ :مَا مِنْ اُدْمٍ"؟ فَقَالُوْا: لَا اِلَّا شَيْئٌ مِنْ خَلٍّ قَالَ فَاِنَّ الْخَلَّ نِعْمَ الْاُدْمُ". (مسلم:۲۳۶/۱۴(۵۳۲۱)۔نووی،کتاب الاطعمہ)

رسول اللہ ﷺ ایک دن میرا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گئے۔روٹی کا ایک ٹکڑا لائے ۔آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: سالن ہے۔ان لوگوں نے کہا: سرکہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔آپ نے فرمایا: یقیناً سرکہ بہترین سالن ہے۔

دوسری حدیث عمر بن خطابؓ کی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد یہ ہے: " اِئْتَدِمُوْا بِالزَّيْتِ ،اِدْهَنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ" . (ترمذی:۱۸۵ کتاب الاطعمہ،ابن ماجہ:۳۴/۴(۳۳۱۹)علامہ البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ:۳۰/۳(۲۶۹۸) میں صحیح قرار دیا ہے)

زیتون کو سالن بناؤ۔اس سے مالش کرو۔یقیناً وہ بابرکت درخت سے نکلتا ہے۔

کھانے میں عیب جوئی مذموم خصلت ہے

کھانوں میں عیب جوئی ہر جگہ منع ہے خواہ آدمی تنہا اپنے گھر میں کھا رہا ہو یا دوست واحباب کے گھروں میں کھا رہا ہو۔اسلامی ادب کا تقاضا یہی ہے کہ آدمی کسی کھانے میں عیب نہ لگائے خواہش ہو تو کھائے ورنہ خاموشی سے ہاتھ کھینچ لے۔

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے:" مَا عَابَ النَّبِيُّ طَعَامًا قَطُّ، اِنْ اشْتَهَاهُ أَكَلَهٗ وَاِنْ كَرِهَهٗ تَرَكَهٗ "(صحیح بخاری مع الفتح:۹/۷۷ ،صحیح مسلم مع النووی:۲۶۹/۱۴(۱۸۷)

نبی ﷺ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں لگایا۔اگر اسے کھانے کی خواہش ہوئی تو کھایا، اگر ناپسند فرمایا تو چھوڑ دیا۔

فقہاء مذاہب اربعہ نے پاکیزہ کھانوں کی مذمت کو حرام قرار دیا ہے۔

(المدخل:۱/۲۱۶،آداب الاکل:۳۳،آداب الشرعیہ:۳/۲۰۰،المغنی:۱۰/۲۱۷)

نبی کریم ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں لگایا جب کسی چیز کی خواہش ہوتی تو کھایا ورنہ ناپسندیدگی کی وجہ سے ترک کر دیا۔

کھانے میں عیب نہ لگانا اسوہ محمدی ہے۔ دل چاہے تو مکمل کھا جائے ورنہ چھوڑ دے۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی کے دعوت پر تشریف لے گئے۔ اس کے سالن میں نمک زیادہ تھا، آپ نے سارا سالن ختم کر دیا، آپ کو یہ خیال آیا کہ اگر سالن چھوڑ دیتے ہیں تو سالن کی بدمزگی پر میزبان کی دل شکنی ہوگی۔

امام نووی نے بیان ہے کہ ہم کچھ الفاظ کے ذریعہ لازی طور پر تنبیہ کر سکتے ہیں بطور مثال: آدمی یہ کہے کھانے میں نمک زیادہ ہے یا کم ہے۔ کھٹا ہے پکا نہیں ہے۔ گاڑھا ہے یا پتلا ہے۔ اس طرح کے الفاظ سے بھی تنبیہ لازم ہے۔ (شرح نووی: ۱۴/۲۵۳)

سیرت محمدی اور سیرت صحابہ کے مطالعہ سے یہ واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ گھر کے اندر یا دوست واحباب کے یہاں تیار شدہ کھانوں میں عیب جوئی بری شئی ہے۔ دعوتوں میں شریک ہوکر انسان عیب نکالے اور کھانے کے اندر ہوئی کوتاہیوں کی تشہیر کرے تو اس سے پکانے والوں کی دل شکنی اور دوست واحباب کی سبکی ہوگی۔ کھانوں میں عیب جوئی دراصل اللہ تعالی کی نعمتوں میں عیب جوئی ہے۔ ہاں! اگر کھانا لذیذ اور عمدہ ہو تو اس کی مدح وتعریف مستحب ہے۔

حضرت جابر کا بیان ہے۔

"اِنَّ النَّبِیَّ سَأَلَ أَهْلَهُ الْأُدُمَ فَقَالُوْا مَا عِنْدَنَا إِلَّا خَلٌّ فَدَعَا بِهِ فَجَعَلَ يَأْكُلُ وَيَقُوْلُ وَنَعْمَ الْأُدُمُ الْخَلُّ نِعْمَ الْأُدُمُ الْخَلُّ". (صحیح مسلم مع منۃ المنعم: ۳/۲۷۴ (۵۲۵۳) باب استحباب مدح الطعام)۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل سے سالن طلب کیا، انہوں نے کہا: ہمارے پاس صرف سرکہ ہے۔ انہوں نے منگایا اور کھایا، آپ نے فرمایا: سرکہ بہترین سالن ہے، سرکہ بہترین سالن ہے۔

دور جدید کے مسلمانوں پر حیرت ہے کہ ان کی اخلاقی قدریں پامال ہیں۔ ان کا معاشرہ ابتری کا شکار ہے۔ ان کا فہم وشعور زنگ آلود ہے۔ ان کے قلب وذہن میں کجی ہے۔ ان کی بے حسی وغفلت شعاری اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناقدری پر موجودات عالم ماتم

کناں ہیں۔ فرامین الہیہ وقوانین نبویہ کی عدم تعمیل پر آسمان محو حیرت اپنی آنکھیں لال پیلی کر رہا ہے۔

ایک دوسرے کی طعن وتشنیع کرنا، کھانے اور پینے کی چیزوں میں عیب ڈھونڈھنا، عام دعوتی محفلوں میں شریک ہوکر کھانے میں موجود نقائص کو بیان کرنا، عورتوں یا نوکروں سے کھانے کی خرابی پر الجھنا، ان پر برسنا، زدوکوب کرنا، بے مروتی سے پیش آنا، ان کو مارنا اور پیٹنا، ان کو بے گھر کرنا آج مسلمانوں کی عام عادت بن چکی ہے۔

عورتیں جن کی پیدائش مردوں کا ان سے لطف اندوز ہونے اور سکون وراحت پانے کے لئے ہوئی تھی آج وہ مظلومیت کے سایے تلے اپنی زندگی گزار رہی ہیں۔ کبھی ان سے کھانا خراب ہوگیا تو ان کو بری طرح مار پڑتی ہے اور ان پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔

اس اخلاقی گراوٹ کے شکار صرف جاہل حضرات ہی نہیں بلکہ اہل علم بھی ہیں۔

یہاں یہ کہنا بجا ہے کہ "چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ! دینی علوم سے نابلد حضرات تو بچکانہ حرکتیں کرتے ہی ہیں لیکن شب وروز کتاب وسنت کی ورق گردانی کرنے والے اہل علم حضرات ایسا کریں تو یہ بڑی حیرت کی بات ہوگی۔ کہ وہ عورت کی ناپختہ کاری پر جزبز ہو جائیں، اس سے نفرت کرنے لگیں، اس کو مار کر بیہوش کر دیں، ہمیشہ اسے ذہنی الجھنوں اور اذیتوں کا شکار بنائے رکھیں۔ عورت امور خانہ داری میں ماہر نہ ہو لیکن خوبصورت وخوب سیرت ہو تو اسے عزت واحترام کے ساتھ زوجیت میں رکھنا ہی فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ کی عملی تصویر ہے۔

یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ کھانے کی میری خواہش نہیں ہے۔ اس کے کھانے کا میں عادی نہیں ہوں۔ خالد بن ولید جب ایک جگہ کھانے پر گئے تو رسول اللہ سے ضب (گوہ) کے بارے میں دریافت کیا گیا وہ حرام ہے یا حلال؟ آپ نے فرمایا: وہ حرام نہیں ہے۔ وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِيْ فَأَجِدُنِيْ أَعَافُهٗ۔ (بخاری ۶۶۲/۹ (۵۳۹۱) الفتح مسلم: ۱۰۰-نووی)

امام نووی فرماتے ہیں کہ ضب نہ کھانے والی حدیث کھانے میں عیب لگانے کے قبیل

سے نہیں ہے۔اس خاص کھانا کے بارے میں بتانا ہے کہ مجھے اس کی خواہش نہیں ہے۔

(شرح صحیح مسلم:۱۴/۳۵۴)

کھانے والی چیزوں میں عیب ڈھونڈھنا، بال کی کھال نکالنا، پکانے والوں پر نقد و جرح کرنا، ان کی تذلیل و تنقیص کرنا، کھانا بدمزہ ہونے پر مارنا، دراصل معاشرے کے اندر فتنہ وفساد کا دروازہ کھولنا ہے۔خوشگوار فضا کو مکدر بنانا ہے۔باہمی صداقت و بھائی چارگی، ہمدردی وغمگساری کی چادر کو تارتار کرنا ہے۔یہ معروف بات ہے کہ انسان خطا ونسیان سے عبارت ہے۔امور خانہ داری میں کامل مہارت کے باوجود کوتاہیوں کے صدور کا غالب امکان ہے۔ چنانچہ خادماؤں، لونڈیوں اور اپنے گھر کی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، نرم دلی ونرم کلامی سے پیش آنا، ان کا دل نہ توڑنا اور دل توڑنے والی باتوں سے بچنا، ان کی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنا ہی اسلامی معاشرے کی تشکیل کرنا ہے۔

جب کھانے میں ایسی خرابیاں ہوں جو واضح ہوں اور مصلحت کا تقاضا یہ ہو کہ اس کو بیان کیا جائے تو اس کی خرابی اور نقصان دہ ہونے کی وجہ سے اس کھانے سے بچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس باب میں علماء سلف کے واقعات بھی ہمارے لیے نمونہ ہیں کہ اگر کسی کے گھر دعوت میں جائیں اور کھانا خراب ہو تو ہم اس عیب کو ظاہر نہ کریں۔طبیعت کرے تو کھائیں ورنہ خوش دلی سے معذرت کر دیں۔

علامہ محمد اسحاق بھٹی نے ''کاروان سلف:ص/۴۷'' میں حضرت شاہ سید محمد شریف گھڑیالوی (وفات:۱۹۴۴ء) کا ایک واقعہ بیان کیا ہے جس میں سب کے لیے نصیحت ہے۔

''ایک مرتبہ کسی نے کھانے پر بلایا تو تشریف لے گئے۔کھانا شروع کیا تو فوراً سالن جلدی سے کھالیا اور میزبان سے فرمایا: سالن اور لاؤ۔وہ لایا تو اسے بھی جلدی سے ختم کر ڈالا۔ارشاد ہوا: اور لاؤ۔اس طرح سارا سالن ختم کر دیا۔

ان کے جانے کے بعد میزبان نے ہنڈیا دیکھی تو اس میں تھوڑا سا سالن رہ گیا تھا۔ وہ حیران ہوا کہ شاہ صاحب کو سالن اتنا پسند آیا کہ سارا کھا گئے۔دیگچی کے کناروں سے چکھ

کر دیکھا تو اس میں نمک بہت زیادہ مقدار میں تھا۔ معلوم ہوتا ہے، غلطی سے ڈل گیا تھا۔ شاہ صاحب نے اس لیے جلدی سے سارا کھا لیا کہ میزبان نے کھایا تو بیوی سے خفا ہو گا کہ اس نے اتنا زیادہ نمک ڈال دیا ہے"۔

محمد ﷺ کے معمولات زندگی جن پر یقین رکھنا ضروری ہے ہمہ وقت پیش نظر رہنے چاہیے تاکہ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات کی حلاوت دماغ کی رگوں کو تروتازہ کرتے ہوئے دل کی گہرائیوں میں اتر جائے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنا آسان بن جائے۔

روٹی یا کھانے کو چومنا

شریعت اسلامیہ نے کسی کھانے یا کسی بھی چیز کو چومنے سے منع کیا ہے. ہاں! اگر جمادات میں کسی کو بوسہ دینا جائز ہے تو وہ حجر اسود ہے جس کو نبی اکرم ﷺ نے بوسہ دیا ہے۔ روٹی یا کھانے کو چومنا شرعا جائز نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے:

"لَا أَعْلَمُ اَحَدًا مِنَ الْعُلَمَاءِ قَالَ بِجَوَازِ اِهَانَةِ الْخُبْزِ بِالْقَائِهِ تَحْتَ الْأَرْجُلِ، وَطَرْحِ مَاتَنَاثَرَ مِنْهُ فِي الْمَزْبَلَةِ مَثَلاً، وَ نَحْوَ ذٰلِکَ، وَلَا نَصَّ اَحَدٌ عَلَى الْمُبَالَغَةِ فِي تَكْرِيْمِهِ وَ تَقْبِيْلِهِ مَثَلاً، بَلْ نَصَّ اَحْمَدُ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلَى كَرَاهَةِ تَقْبِيْلِهِ. وَفِي الْجُمْلَةِ لَا يَنْبَغِيْ مَعَ وُرُوْدِ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ اِهَانَةَ الْخُبْزِ اِحْتِيَاطًا، وَأَمَّا تَعْظِيْمُهُ بِأَنْ يَجْعَلَ فَوْقَ الرَّاْسِ وَ يُقَبَّلَ فَلَايُشْرَعُ".

(آداب الأكل والشرب لحامد بن حمدہ بن حمیدان الجدعانی)

کسی بھی عالم کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے کہ اس نے پاؤں تلے روٹی کو ڈال کر اس کی اہانت کو جائز کہا ہو اور نہ ہی بکھری ہوئی چیزوں کو مزبلہ (کوڑے دان، گندگی ڈالنے کی جگہ) میں ڈالنے کو جائز قرار دیا ہو، کسی نے روٹی یا اس قسم کے کھانے کی تکریم و تقبیل میں مبالغہ کرنے پر کوئی نص بھی پیش نہیں کیا ہے بلکہ احمد رحمہ اللہ اس کی کراہیت تقبیل پر نص

لائے ہیں مختصر یہ کہ جو حدیثیں وارد ہیں۔ ان تمام کے پیش نظر روٹی کی توہین لازمی طور پر مناسب نہیں ہے اور اس کی تنظیم اس طرح بھی مشروع نہیں ہے کہ اس کو سر کے اوپر رکھا جائے اور اس کو چوما جائے۔

چنانچہ اس باب میں سب سے درست بات یہی کہ کھانے کا احترام کرنا مشروع ہے لیکن ایسا نہیں کہ اس کو چوما جائے اور اس کو سر پر رکھا جائے یا بدن سے ملا جائے۔ ہاں! گندے مقامات میں نہ ڈالا جائے، نہ اس کو پیروں سے روندا جائے، اور نہ ہی اس پر پیشاب و پاخانہ کیا جائے، اور نہ اس کی اہانت کا دوسرا طریقہ اپنایا جائے۔ کھانوں کے احترام و تعظیم میں مبالغہ ممنوع ہے اور ان کی توہین میں تمام قسم کے طریقوں کا اپنانا بھی شرعاً جائز نہیں ہے۔

کھانے پینے کے دوران گھن یا نفرت آمیز باتوں سے بچنا چاہیے

انسان کھانے پینے کے دوران ان خصلتوں کو ہی ظاہر کرنے میں با اخلاق و باادب سمجھا جاتے ہیں جو دینِ حنیف کی تعلیم اور طریقہ محمدی کی معرفت سے حاصل کیا ہے افعال قبیحہ اور اعمال شنیعہ سے اجتناب لازم ہے اور ان کاموں کو بھی ترک کر دینا ضروری ہے جنہیں کھانے پینے کے دوران معیوب خیال کیا جائے فقہاء نے ان کو بیان کیا ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ تھوکنا یا ناک سے رینٹ نکالنا

۲۔ منہ سے کوئی چیز نکالنا اور برتن میں ڈالنا

۳۔ کھانے والے کا کھانے سے منہ کو قریب کرنا اس طرح کہ اس کے منہ سے کوئی چیز اس میں گر پڑے۔

۴۔ منہ میں لقمہ ڈالتے وقت برتن میں ہاتھ جھاڑنا

۵۔ اپنے سر کو برتن کے سامنے کرنا

۶۔ بقیہ لقمہ سالن شوربا یا سوپ میں ڈبونا

۷۔ کھاتے وقت ہاتھ کی انگلیوں کو منہ میں نفرت آمیز شکل میں رکھنا

۸۔ دانتوں کے کناروں سے کوئی چیز کترنا یا کاٹ کر کھانا پھر اس کو سالن میں رکھنا۔

۹۔ کھانے کو دوسرے کھانے کے ساتھ بصورت گھن ملانا

۱۰۔ کھانے پر ہنسنا

۱۱۔ انگلیوں اور چاقو کا روٹیوں سے صاف کرنا

۱۲۔ ہاتھ کو روٹی سے صاف کرنا

فقہاء نے کھانے کی بعض شکلوں کو اسی ضمن میں شمار کیا ہے ان میں سے یہ ہیں۔

۱۳۔ وہ آدمی جس میں کھانا آنے سے پہلے بھوک تیز ہو جائے اور وہ دروازہ کی طرف نگاہ جمائے رکھے اس کو ہر آنے والی چیز کھانا ہی معلوم ہو۔

۱۴۔ جو لقمہ منہ میں ڈال کر چوسے اور نگلتے وقت ہلکی آواز بیٹھنے والوں کو سنائی دے اور وہ اس سے لذت محسوس کرے۔

۱۵۔ جو لقمہ منہ میں ڈال کر اپنی انگلیاں کھانے میں جھاڑے۔

۱۶۔ جو آدھا لقمہ منہ میں ڈالے اور باقی کھانے میں رکھ دے۔

۱۷۔ جو شوربا میں لقمہ کو حرکت دے پہلے لقمہ کو اس وقت تک نہ نگلے جب تک دوسرا نرم نہ ہو جائے۔

۱۸۔ جو مرغی بغیر تجربہ کے توڑے اور اپنے دوستوں پر چھڑک مارے

۱۹۔ جو روٹی کے ذریعہ اپنے ہاتھوں کو خشک کرے پھر اسی کو کھائے

۲۰۔ جو ٹھنڈا ہونے کے لئے کھانے کو ایک برتن سے دوسری برتن میں منتقل کرے

۲۱۔ جو کھانے میں پھونک مارے

۲۲۔ جو کھانا رکھنے والوں سے کہے یہاں رکھو، یہاں رکھو، یہاں تک کہ من پسند چیزیں اس کے سامنے رکھ دی جائیں۔

۲۳۔ جو اس ڈر سے روٹی گھسیٹے کہ دوسرے اس سے پہلے لے لے گا اور اپنے بائیں ہاتھ میں رکھے اور دائیں سے کھائے۔

۲۴۔ جو ایک لقمہ نگلنے سے پہلے دوسرا لقمہ ہاتھ میں اٹھالے اور اسکی نگاہ تیسرے لقمہ کی

طرف ہو۔

کھانے پینے کا ادب یہ بھی ہے کہ دوران اکل وشرب چھینک یا کھانسی آجائے تو کھانے والا اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لے یا کھانا دور رکھ دے یا اپنے منہ پر کچھ رکھ لے تا کہ منہ سے کوئی چیز نکل کر کھانے کو گندہ یا میلا کر دے۔

چباتے وقت کھانے ولا ہونٹوں کو ملائے رکھے تا کہ اس کے منہ سے کوئی چیز نکل کر کھانے میں نہ پڑے ایسا نہ کرنے میں کھانا گندہ ہو جائے گا اور کھانے والے اس سے گھن کرنے لگیں گے جب ہونٹوں کو ملائے رکھے گا تو حرکت کی وجہ سے کوئی آواز پیدا نہیں ہوگی۔

(مزید معلومات کیلئے ملاحظہ فرمائیے: روضۃ الطالبین: ۷/۳۱۷، زاد المحتاج: ۳/۳۱۹، مغنی المحتاج: ۳/۳۳۰، شرح منتہی الارادات: ۳/۴۷، کشاف القناع: ۴/۱۵۵، الانصاف: ۸/۲۴، الفواکہ الدوانی: ۲/۴۱۵، المدخل: ۱/۲۱۸، الآداب الشرعیہ: ۳/۱۹۷، آداب الاکل: ص ۲۸، مجمع الانہر: ۲/۵۲۵، ملتقی الابحر: ۲/۲۲۸ آداب الاکل والشرب فی الفقہ الاسلامی: ص ۸۳-۸۴)۔

حاضرین کے سامنے کھانے کو برابر رکھنا

دستر خوان پر بیٹھے مہمانوں کے سامنے کھانے کو برابر رکھنا مستحب ہے اور یہ اسوہ رسول ہے گرچہ بعض لوگ دوسرے سے افضل ہوں لیکن ان کی رعایت نہ کرتے ہوئے سب کے سامنے یکساں طور پر کھانے کو رکھنا ہی نبی ﷺ کا طریقہ ہے اور اسی کو اپنانا کامیابی کی ضمانت ہے۔اس کی وضاحت حدیث رسول میں موجود ہے۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے: "كُنْتُ جَالِسًا فِيْ دَارِيْ، فَمَرَّ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَشَارَ اِلَيَّ فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتٰى بَعْضَ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَدَخَلَ ثُمَّ اَذِنَ لِيْ فَدَخَلْتُ الْحِجَابَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: هَلْ مِنْ غِذَاءٍ؟ فَقَالُوْا: نَعَمْ فَاَتٰى بِثَلَاثَةِ اَقْرِصَةٍ، فَوُضِعْنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ: فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُرْصًا فَوَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَاَخَذَ قُرْصًا آخَرَ فَوَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيَّ ثُمَّ اَخَذَ الثَّالِثَ فَكَسَرَهُ بِاثْنَيْنِ فَجَعَلَ نِصْفَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ نِصْفَهُ بَيْنَ يَدَيَّ ثُمَّ قَالَ هَلْ مِنْ اُدُمٍ؟ قَالُوْا: لَا

اِلَّا شَئیٌ مِنْ خَلٍّ ، قَالَ :اَلاَ هَا تُوْهُ ،فَنِعْمَ الْاَدَمُ هُوَ". (مسلم:۱۴/۲۲۷/۲۲۷(۵۳۲۳) کتاب الاطعمہ۔مع النووی)

میں اپنے گھر میں تھا۔رسول ﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا، میرے طرف اشارہ کیا۔ میں کھڑا ہوا۔انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا، ہم چل پڑے، یہاں تک کہ وہ اپنی بعض بیویوں کے کمرے میں داخل ہوئے، پھر میرے لئے اجازت لی اور میں بھی داخل ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا کھانا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! تین عدد (روٹیوں کا) ٹکڑا لائے اور نبی ﷺ کے پاس رکھا۔رسول اللہ ﷺ نے ایک کو لیا اور اپنے سامنے رکھا۔ دوسرا لے کر میرے سامنے رکھا۔ پھر تیسرا لیا اور اس کو دو ٹکڑے کیا۔نصف اپنے سامنے اور نصف میرے سامنے رکھا، پھر دریافت فرمایا کہ کوئی سالن ہے؟ انہوں نے کہا: صرف سرکہ ہے۔آپ نے فرمایا: اس کو لاؤ۔سرکہ بہترین سالن ہے۔

کھانے کے دوران مہمانوں کی خدمت کون کرے؟

مدعوئین حضرات جب دستر خوان پر حاضر ہو جائیں۔لوگ کھانے کے لئے تشریف لے آئیں تو چھوٹے عمر کے لوگ بڑوں کی خدمت کریں اور کھانا کھلائیں کھانے کے دوران جوان کو ضرورت ہو وہ پوری کریں۔یہ چھوٹے کا بڑوں کی توقیر کرنا، ان کا احترام کرنا اور ان پر پوری توجہ مرکوز کئے رہنا حسن ادب کا تقاضہ ہے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے: "کُنْتُ قَائِمًا عَلَى الْحَيِّ اَسْقِيْهِمْ عُمُوْمَتِيْ وَاَنَا اَصْغَرُ هُمْ" . (بخاری:۱۰/۱۱۱/الفتح (۵۶۲۲) کتاب الاشربہ)

میں محلّہ میں کھڑا تھا، میری چچی (یا پھوپھی) لوگوں کو پانی پلا رہی تھی اور میں ان میں سب سے چھوٹا تھا۔

دوسری حدیث میں ہے:"مَنْ لَمْ يَرْ حَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا". (ابوداود:۴/۴۳۲(۴۹۴۳) کتاب الادب، ترمذی:۲۰۲ علامہ البانیؒ نے صحیح سنن ابی داود:۳/۲۱۲-۲۱۳ میں صحیح قرار دیا ہے۔)

جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بوڑھے کے حق کو نہ جانے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

مہمان کی خدمت میزبان خود کرے یہ بھی مکارم اخلاق کی دلیل ہے۔ یہ بہت بڑی خوش اخلاقی ہے جو ہمارے زمانے میں مفقود ہے بقول بعض علماء مہمان کی خدمت کرنا خوارم مروئۃ سے متعلق ہے۔ (المروئۃ وخوارمہا:ص۷۲)

حضرت ابراہیم کے قصہ کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے"فَرَاغَ اِلَى اَهْلِهٖ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ فَقَرَّبَهٗ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ"۔ (الذاریات:۲۶،۲۷)

وہ اپنے اہل کی طرف جلدی سے چلے۔ ایک موٹا بچھڑا لے آئے اور ان سے قریب کیا اور فرمایا: آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں؟۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ حضرت ابراہیم نے بذات خود اپنے مہمانوں کی خدمت کی:

" وَمِنَ الْعَادَاتِ الَّتِيْ دَخَلَتْ عَلَى النَّاسِ مِنَ التَّرَفِ وَالْكِبْرِيَاءِ، اَنَّ صَاحِبَ الضِّيَافَةِ يَاْنِفُ مِنْ خِدْمَةِ ضَيْفِهٖ بِنَفْسِهٖ، وَيَزْعَمُ اَنَّ هٰذَا اِمْتِهَانٌ لَا يَلِيْقُ اِلَّا اَنْ يُبَاشِرَ خَادِمَهٗ، وَتَرَى الْمُضِيْفُ يَحْجُرُ عَلَى صَاحِبِ الضِّيَافَةِ اَنْ يَّقُوْمَ بِبَعْضِ خِدْمَاتِهٖ اِعْزَازًا لَهٗ وَاِكْرَامًا، وَرُبَّمَا تَرَاجَمُوْا بَيْنَهُمْ بِالْاِيْمَانِ وَفَاتَهُمْ الْاَدَبُ الشَّرْعِيُّ اَلَا يَاْنِفُ ذُو الضِّيَافَةِ مِنْ خِدْمَتِهٖ ضَيْفَهٗ، وَلَا يَصُدَّهٗ عَنْ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ". (الابداع فی مضاء الابتداع:ص/۳۵۵،۳۵۶)

خوشحالی پر اترانے اور گھمنڈ کرنے کی لوگوں کی عادت بن گئی ہے۔ میزبان اپنے مہمان کی خدمت سے پہلوتہی اختیار کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ ذلت کا کام ہے کہ براہ راست اس کی خدمت کی جائے۔ مضیف کا خیال ہے کہ میزبان پر یہ بات گراں گزرتی ہے کہ وہ اس کے اعزاز و اکرام میں اپنی خدمات انجام دے۔ بسا اوقات وہ باہم ایمان والے ہوتے ہیں اور ان سے ادب فوت ہو جاتا ہے۔ میزبان اپنے مہمان کی خدمت سے منہ موڑ لیتا ہے اور اس کو وہ مکارم اخلاق سے باز نہیں رکھتا ہے۔ مختصر یہ کہ میزبان مہمانوں کی

خدمت کرے۔اس کے کے گھر کے چھوٹے بچے یا مرد مہمانوں کی خدمت کریں، یہ اخلاقی بلندی کی دلیل ہوگی۔بسا اوقات آدمی مہمانوں کی خدمت کے لئے نوکروں کو متعین کرتے ہیں اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

کھانے کے دوران پانی پینا

کھانا کھاتے وقت پانی پینا اچھی بات نہیں ہے۔ یہ بات بعض فقہاء کرام نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اور کھانے کے دوران پانی پینے کو ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے۔

(دیکھئے: المدخل:۲/۲۲۷، الآداب الشرعیۃ:۳/۱۶۴، الروض المربع:ص/۴۱۹ کشاف القناع:۴/۱۵۶، معونۃ اولی النمی:۹/۲۶۸ بحوالہ آداب الاکل والشرب:ص/۸۶)

طبی نقطہ نظر سے بھی کھانے کے دوران پانی پینا نقصان دہ ہے۔اگر کھانے والے کی عادت کھاتے وقت پانی پینے کی نہ ہو تو ضرر رساں چیزوں سے بچنا چاہیے۔

ہاں! کسی کو شدید ضرورت ہو پانی پینے کی یا کھانے والا پیاسا ہو اور پانی پینے کی زیادہ چاہت ہو یا پانی پئے بغیر لقمہ نہ نگل سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ ابن قیمؒ نے زادالمعاد: (۴/۲۲۴) میں لکھا ہے:

" وَلَمْ يَكُنْ مِنْ هَدْيِهِ اَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .اَنْ يَشْرَبَ عَلَى طَعَامِهِ فَيُفْسِدَهُ وَلَاسِيَّمَا اِنْ كَانَ الْمَاءُ حَارًّا اَوْبَارِدًا فَاِنَّهُ رَدِیٌّ جِدًّا ".

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا اسوہ یہ نہیں تھا کہ کھاتے وقت پانی پیتے کہ وہ خرابی پیدا کردے پانی گرم ہو یا ٹھنڈا وہ بہت ہی خراب ہے۔

معلوم ہوا کہ کھاتے وقت اپنی یہ عادت بنانی چاہیے کہ پانی نہ پیا کریں۔کھانا کھا لینے کے بعد پانی پئیں تاکہ کسی طرح کی کوئی خرابی پیدا نہ ہو اور نہ حلق ،شکم یا آنتوں کی پریشانیوں میں مبتلا ہوں۔

دسترخوان کی اہمیت وافادیت

عربی زبان میں لفظ ''مائدہ'' ''خوان'' اور ''سفر'' کا اطلاق ان چیزوں پر ہوتا ہے جن پر کھانے چنے گئے ہوں یا جن میں کھانے رکھ کر اٹھایا جاتا ہو۔

(دیکھئے: القاموس المحیط: ۸۹۳ اور لسان العرب مادہ خ اور س کے تحت)

دسترخوان کے اندر وہ تمام چیزیں شامل ہو جاتی ہیں جن پر آدمی بیٹھ کر کھاتا ہے یا جس پر کھانوں کو رکھ کر کھایا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں دسترخوان کو بڑی اہمیت دی ہے گرچہ اسے استحباب کا درجہ حاصل ہے۔ تاہم صحابہ کرام نے بھی اسے برتنے کی کوشش کی ہے اور امت مسلمہ کے لئے ایک روشن مثال قائم کی ہے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے:

''مَا اَكَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ عَلَى خِوَانٍ، وَلاَ فِي سُكُرُّجَةٍ، وَلاَ خُبِزَ لَهُ مُرَقَّقٌ. قَالَ: فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ: فَعَلَى مَا كَانُوا يَاكُلُوْنَ؟ قَالَ: عَلَى هٰذِهِ السُّفَرِ.''

نبی کریم ﷺ نے کبھی میز وغیرہ پر کھانا نہیں کھایا، اور نہ خوانچہ وطشتری میں، کبھی میدے کی باریک چپاتیاں نہیں کھائیں، یونس کا قول ہے کہ میں نے حضرت قتادہؓ سے پوچھا کہ وہ کس پر کھاتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: وہ دسترخوان پر کھاتے تھے۔

(صحیح بخاری مع الفتح: ۲۸۲/۱۲ (۵۳۸۵) صحیح سنن ابن ماجہ: ۲/ ۲۲۹ (۳۲۹۲) شرح السنہ :۲۹۵/۱۱ (۲۸۴۷)

دوسری روایت ہے:

نبی کریم ﷺ پہلی رات حضرت صفیہؓ کے پاس گئے، میں نے مسلمانوں کو ولیمہ کی دعوت دی، آپ نے دسترخوان بچھانے کا حکم دیا، اسے بچھایا گیا، اس پر کھجور، پنیر اور گھی رکھ دیا گیا۔ (صحیح بخاری مع الفتح: ۲۸۳/۱۲ (۵۳۸۷)، صحیح سنن ابن ماجہ: ۲۲۹/۲ (۳۲۹۲)

دستر خوان پر کھانے میں غالبا حکمت یہ ہے کہ کوئی لقمہ گر جائے تو وہ گرد وغبار اور گندگیوں سے محفوظ رہے۔ اسے اٹھا کر کھانے میں کسی طرح کی کراہیت محسوس نہ ہو، گویا دستر خوان گرے لقموں کی غلاظت وگندگی سے بچاؤ کا اہم وسیلہ ہے اور یہ اجتماعیت کا مظہر بھی۔

وحشی بن حرب کا بیان ہے:

" اِنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّا نَاكِلُ وَلَا نَشْبَعُ قَالَ : فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ ،قَالُوْا: نَعَمْ ، قَالَ : فَاجْتَمِعُوْا عَلٰى طَعَامِكُمْ ، وَاذْكُرُوْا اِسْمَ اللّٰهِ يُبَارِكْ لَكُمْ فِيْهِ،،.

(صحیح سنن ابی داود: (۳۷۶۴) صحیح سنن ابن ماجہ: ۲۲۸/۲ (۳۲۸۶۔۳۲۸۷)

صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم کھاتے ہیں لیکن آسودہ نہیں ہوتے ،آپ نے پوچھا شائد تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو۔انہوں نے کہا کہ ہاں،آپ نے فرمایا: اپنے کھانے کو یکجا ہو کر کھاؤ اور کھانے پر ''بسم اللہ'' پڑھ لیا کرو۔اسکے اندر برکت نازل ہوتی ہے۔

دوسری روایت میں ہے:

''ایک ساتھ کھاؤ الگ الگ ہو کر نہ کھاؤ''۔

ابن حبان اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے بہتر کھانا وہ ہے جس پر ہاتھ زیادہ ہوں۔ (یہ حدیث حسن ہے۔ دیکھئے: صحیح الجامع: ۱۷۱)

اس سے بالکل واضح ہے کہ نزول برکت اور آسودگی ایک دستر خوان پر اجتماعی شکل میں کھانے میں ملتی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انفرادی شکل میں کھانا ممنوع ہے۔ البتہ اجتماعی شکل میں کھانا افضل ہے۔اللہ تعالی کے فرمان سے انفرادی طور پر بھی کھانے کی رخصت ہے ارشاد ہے: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاكُلُوْا جَمِيْعًا وَاَشْتَاتًا (سورہ نور: ٦١)۔ تم پر اس کے اندر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم ایک ساتھ کھانا کھاؤ اور الگ الگ ہو کر نہ کھاؤ۔

اس آیت کریمہ کے اندر اس تنگی کا ازالہ مقصود ہے جو اہل عرب کے اندر تھی ، جب تک اپنے کھانے میں کسی کو شریک نہ کر لیتے اس وقت تک نہیں کھاتے تھے۔ خدانخواستہ کوئی

نہیں ملتا تو وہ دن فاقہ میں گزر جاتا، وہ اپنے ساتھ کسی کو بٹھا کر کھلانے کو واجب سمجھتے تھے۔ اکیلے کھانا پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس زعم کی سخت تردید کی اور فرمایا کہ اکٹھے کھاؤ یا الگ الگ دونوں میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن احادیث کی روشنی میں اجتماعی شکل میں کھانا نزول برکت کا باعث ہے۔

اس آیت میں اس ہندوانہ رسم کی بھی تردید ہے جو درمیان رائج ہے وہ یہ کہ اپنے کھانے میں دوسروں کی شرکت مکروہ و منحوس خیال کرتے ہیں۔ لیکن یہ ہندوؤں ہی میں نہیں بلکہ مسلمانوں کے معاشرے میں بھی موجود ہے۔ آج مسلمان بھی اپنے کھانے میں دوسروں کی شرکت ناپسند کرتے ہیں۔ الغرض دسترخوان کی اہمیت وافادیت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

دسترخوان پر اکٹھا کھانا کھانے میں برکت

دسترخوان پر یکجا ہو کر کھانا کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ تعداد جتنی زیادہ ہوگی برکت بھی اتنا ہی زیادہ ہوگی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سب اکٹھا ہو کر کھاؤ، الگ الگ ہو کر مت کھاؤ۔ اس لیے کہ ایک آدمی کا کھانا دو آدمی کے لیے کافی ہوتا ہے۔ دو آدمی کا کھانا تین آدمی کے لیے اور تین آدمی کا کھانا چار کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ایک ساتھ کھاؤ، متفرق ہو کر مت کھاؤ۔ اس لیے کہ برکت جماعت میں ہے۔ [صحیح الجامع: ۴۵۰]

مہلب کہتے ہیں کہ اس سے مراد عمدہ کاموں کے کرنے اور کفایت کرنے والی روزی پر قناعت کرنے پر لوگوں کو ابھارنا ہے۔ یہاں مقدار کفایت کی تحدید مقصود نہیں ہے بلکہ ہمدردی مقصود ہے، یعنی جب دو آدمی ہوں تو انہیں تیسرے یا چوتھے آنے والے کو بھی کھانے میں ازراہ ہمدردی شامل کر لینا چاہیے۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ بھی ہے کہ اگر ہمدردی پیدا ہو جائے تو اس کے ساتھ برکت بھی ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آدمی اس چیز کو حقیر نہ سمجھے جو اس کے پاس ہے اور اس کو پیش کرنے سے باز نہ رہے۔ اس لیے کہ تھوڑے کھانے سے

بھی کفایت حاصل ہوسکتی ہے یعنی زندگی کو باقی رکھا جاسکتا ہے یہاں حقیقی آسودگی مراد نہیں ہے۔ بلکہ بقدر کفایت روزی کا حصول اور زندگی کی بقا مراد ہے۔

جہاں ابن ماجہ کی ایک ضعیف حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دستر خوان پر رکھے کھانوں کو جب تک اٹھا نہ لیا جائے کوئی شخص نہ اٹھے اور جب تک سب ساتھی فارغ نہ ہو جائیں کوئی ہاتھ نہ روکے بیٹھے کیوں کہ بسا اوقات اس عمل کی وجہ سے دوسرا ساتھی شرمندہ ہو کر کھانے کی اشتہا باقی ہونے کے باوجود اپنا ہاتھ کھینچ لے گا۔

حکیم طارق محمود نے سنت نبوی اور جدید سائنس : (۲۲۴/۳) میں اپنے ایک دوست کے تجربات کو یوں بیان کیا ہے کہ یورو پی وامریکی باشندگان کو اب یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ مل کر کھانا واقعی باعث برکت اور باعث رحمت ہے۔اس کا تجربہ یوں ہوا کہ مجھے ایک دعوت میں جانے کا موقع ملا۔ میں حیران ہوا کہ سب لوگ اکٹھا کھانا کھا رہے تھے۔ایک چھ انچ اونچا لکڑی کا دستر خوان بچھا ہوا تھا۔ پہلے دستر خوان بچھایا گیا۔ پھر تمام لوگ بیٹھے پھر کھانا لایا گیا۔ ہر شخص دوسرے شخص کا احترام کرتے ہوئے کھانا کھا رہا تھا حتی کہ جب ایک شخص کھانے سے فارغ ہو جاتا ہے تو وہ پھر بھی کچھ نہ کچھ کھاتا رہتا تا کہ دوسرا کھانے والا شرمندہ نہ ہو اور کھاتا رہے۔ جب تمام کھا چکے ہوتے تو پھر دوسرا دوست جو کہ لحاظ کی وجہ سے کھانا کھا رہا تھا وہ کھانا چھوڑ دیتا اور تمام دستر خوان سے اٹھ جاتے۔

دستر خوان پر محرمات کو کھانا بہتر نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے منع کیا ہے کہ ایسے دستر خوان پر بیٹھا جائے جس پر حرام چیزیں رکھی ہوں۔عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو جگہ کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے:

"عَنِ الْجُلُوْسِ عَلَى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمَرُ ، وَاِنْ يَّاكُلُ (الرجل) وَهُوَ مُنْبَطِعٌ عَلَى بَطْنِهِ". (ابو داود : ۲۴۰ (۳۷۷۴)

ایک تو اس دستر خوان پر بیٹھ کر جس پر شراب پی جارہی ہو اور دوسری جگہ جہاں آدمی اوندھے پیٹ کے بل لیٹ کر کھائے۔

دستر خوان پر ایک ساتھ کھانا باہمی الفت و محبت ، اخوت و بھائی چارگی ، ہمدردی

وانسیت کا آئینہ دار ہے۔اس سے برکت نازل ہوتی ہے۔نفرت کی دیواریں منہدم ہوتی ہیں۔نفس کو آسودگی میسر ہوتی ہے،لہذا جب آدمی کھانا کھائے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ کا مکمل پاس ولحاظ رکھے،گھر والوں کو ساتھ میں بٹھا کر کھلائے۔یہی اجتماعیت کی دلیل اور مردمومن کی عمدہ خصلت وعادت سے متصف ہونے کی بہترین مثال ہے۔

باری باری کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے

دعوت میں لوگوں کو باری باری کھلانا کوئی عیب کی بات نہیں ہے ۔جب ایک بار میں مدعوئین کو کھلانے کی گنجائش ہو تو ایک ہی بار بیٹھا کر کھلایا جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ اچھی چیز ہے اور گھر تنگ ہو بیٹھنے کی جگہ اتنی کشادہ نہ ہو کہ سارے لوگ ایک بار میں نہ آسکیں تو باری باری کھلائیں تاکہ کھلانے والے اور کھانے والے حرج میں مبتلا نہ ہوں۔آج کل دعوتوں کی مجلس میں جب ایک ہی بار میں سارے لوگ اکٹھا ہو جاتے ہیں تو کھلانے والے دس دس، پچاس پچاس لوگوں کو باری باری کھلاتے ہیں۔بچے بوڑھے،جوان سب ایک ساتھ کھاتے ہیں اور اس طرح میزبان کو پریشانیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ہے۔بیک وقت سارے لوگ بیٹھ جاتے ہیں تو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ایسا کیا ہے اور یہ ہمارے لئے اسوہ ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

"أَمَرَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سُلَيْمٍ أَنْ تَصْنَعَ لِلنَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا لِنَفْسِهِ خَاصَّةً، ثُمَّ أَرْسَلَنِي إِلَيْهِ فَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ وَسَمَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ، فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا، فَقَالَ: كُلُوا وَسَمُّوا اللَّهَ، فَأَكَلُوا، حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ بِثَمَانِينَ رَجُلًا، ثُمَّ أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ ذَلِكَ، وَأَهْلُ الْبَيْتِ، وَتَرَكُوا سُؤْرًا". (مسلم مع النووی: ۲۱۸/۱۳(۵۲۸۷)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ نبی ﷺ کے لئے ہی کھانا تیار کریں،پھر مجھ کو ان کے پاس بھیجا۔نبی ﷺ اس میں اپنا ہاتھ رکھا اور بسم اللہ پڑھا۔پھر فرمایا:اس کو اجازت دو (کہ وہ آئیں اور کھائیں)،ان کو اجازت دی گئی ،وہ

تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کھاؤ اور اللہ کا نام لو (یعنی بسم اللہ پڑھ لو)۔ انہوں نے کھایا یہاں تک کہ اس طرح کر کے اسی (۸۰) لوگوں نے کھانا کھایا۔ پھر نبی ﷺ اور گھر والوں کھانا کھایا اور بسم اللہ پڑھے اور کھانا میں سے جو بچ رہا اس کو چھوڑ دیا۔

مہمانوں کو دستر خوان پر بلانے اور کھلانے کا انداز

جب مہمان دروازے پر حاضر ہو جائیں تو ان سے نرمی سے گفتگو کرنا اور ان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرنا، ان کے لئے ہمدردانہ و خیر خواہانہ الفاظ اور عبارتیں استعمال کرنا ہی حسن ادب میں شامل ہے۔ دستر خوان پر ان کو لطیف عبارتوں سے بلایا جائے خوبصورت جملے بولے جائیں جن سے مہمانوں کی دلجمعی ہو نہ کہ ایسے جملے جن سے دل شکنی ہو۔ مہمانوں کے سامنے ایسی خوشگوار باتیں کی جائیں جن سے ان کے دل خوشیوں سے جھوم اٹھیں اور وہ اپنی بے عزتی خیال نہ کریں۔

قرآن مجید میں سورہ ذاریات کی آیت نمبر ۲۷ کی تلاوت کرتے ہیں تو اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کو دیکھ کر جلدی جلدی کھانا تیار کرایا اور ان کے سامنے پیش کر کے لطیف انداز میں فرمایا: "الا تاکلون" آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں ہیں؟ اس عبارت میں کس قدر لطف و عنایت کا پرتو جھلکتا ہے اور نرم کلامی کا سلیقہ ملتا ہے۔ اس کے بر عکس کہ کوئی یہ جملے کہے۔ آگے بڑھئے، دستر خوان تیار ہے۔ آیئے، کھائیے، اپنے ہاتھوں کو کھانے میں رکھئے، کھانا شروع کیجئے۔

قرآن نے مہمانوں کے ساتھ نرم لہجے میں گفتگو کرنے کا بہت ہی بہترین اسلوب عطا کیا ہے اور ہر میزبان کو یہ سبق سکھایا ہے کہ وہ مہمانوں کے ساتھ دستر خوان پر بلاتے وقت لطیف اور پر مسرت عبارتیں استعمال کریں۔ دل شکن اور نفرت آمیز باتوں سے پرہیز کریں۔

یہ بھی ایک عمدہ ادب ہے کہ دستر خوان پر مہمانوں کے پاس کھانے والی چیزوں کو قریب کیا جائے تا کہ ان کو ہاتھ بڑھانے میں مشقت نہ ہو۔ حسن ادب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مہمانوں کے سامنے کھانے والی چیزوں کو پیش کیا جائے اور مہمانوں کے لئے آسانیاں

پیدا کی جائیں۔

دسترخوان پر خوشگوار گفتگو

دسترخوان کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب مہمان دسترخوان پر بیٹھ جائیں تو ان کو خوشی بخوشی کھانا تناول کرنے کے لئے خوشگوار گفتگو کی جائے۔ یہ ادب گرچہ مسنون نہیں ہے لیکن سنت رسول کے منافی بھی نہیں ہے۔ دسترخوان پر خوشگوار موڈ میں بیٹھنا جہاں غذا کو لذیذ بناتا ہے وہیں معدے میں ہلکا پن پیدا کرتا ہے۔ انسان بڑے سکون کے ساتھ کھالیتا ہے اور اسے کسی طرح نہ گھٹن کا احساس ہوتا ہے اور نہ ہی مہمان ذہنی کرب واذیت کا شکار ہوتا ہے۔ فرحت بخش باتوں سے غصہ افسردگی اور ناگواری کے عناصر زائل ہوجاتے ہیں۔ اس بات کا ضرور خیال رہے کہ باتیں اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہوں۔ ایسی مزاحیہ باتوں سے اجتناب لازم ہے جن سے نفرت وعداوت کی بو آتی ہے یا ان سے تناؤ کی صورت پیدا ہونے کا امکان ہو یا جن سے کسی کے عزت ووقار کو ٹھیس پہنچے یا کسی کی غیبت وچغل خوری کی جائے۔

جدید سائنس نے اس بات کی تصدیق کردی ہے کہ دسترخوان پر ایسے شرعی امور زیر بحث لائیں جائیں جن سے دفاعی تفریح ہو اور غم وغصہ فرو ہوجائے۔ معدے کے عضلات اور اعصاب جسمانی اعضا کو طاقت ملتی ہے۔ طبی تحقیقات کے مطابق جو لوگ غم وغصہ کی حالت میں کھاتے ہیں یا دل شکنی کی باتیں کرتے ہیں۔ کھاتے وقت ذہنی وجسمانی الجھنوں کا شکار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت جلد معدے کے السر اور آنتوں کی دق کے مہلک مرض میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

معاشرے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب بعض احباب اپنے گھر اعزہ واقارب اور دوستوں کی دعوت کرتے ہیں تو دسترخوان پر بیتے لمحوں کی یاد تازہ کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں اور غم وغصہ کا اظہار کر بیٹھتے ہیں یا کسی پرانی یاد کو تازہ کردیتے ہیں جو خوشیوں کے بجائے غم لائے یا تو تو میں میں کی نوبت پیدا کردے۔ بسا اوقات نتیجہ یہ ہوتا

ہے کہ وہ دستر خوان سے اٹھ کر بغیر کھائے واپس چلے جاتے ہیں یا کھاتے بھی ہیں تو ذہنی تناؤ کے ساتھ کھاتے ہیں اس حالت میں کھانے سے مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جانے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے احباب ورفقاء کے ساتھ کھانے کے وقت خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ دستر خوان پر یادوں کو بھلا کر ہمیں خوشی کھانا تناول کرنا چاہیے اور خوشگوار موڈ میں کھانے کی محفل سجانی چاہیے۔ پرلطف اسلامی باتوں کو پیش کرنی چاہیے نہ کہ دل شکن باتیں میزبان کو یا مہمان میں سے کسی کو ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے جن سے ایک دوسرے کو تکلیف ہو۔ دستر خوان پر خوشگوار باتوں کے ساتھ کھانا تناول کرنا مسلمان کا ذہنی اور اعصابی نظام کی تبدیلی سے مکمل طور پر محفوظ ہونے کی ضمانت ہے۔

مہمانوں کو کھانے پر اصرار کرنا

نبی ﷺ کے بعض ہدایات میں سے اور آپ کی بعض معمولات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ مہمانوں سے کہتے رہتے کہ کھایئے، کھایئے اور کھایئے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے ابو ہریرہ کو فرمایا: پیو، پیو اور پیو حتی کہ ان کا بیان ہے کہ مجھکو کہنا پڑا کہ اب میں پیٹ میں کوئی جگہ نہیں پا رہا ہوں۔

جب ہم مہمانوں سے اس طرح کہیں گے تو وہ خوب شکم سیر ہو کر کھائیں گے۔ اگر کھانے میں ہم نے سرگوشیاں کیں اور مہمانوں کے ساتھ خلوص ومحبت، ہمدردی و جاں نثاری کا برتاؤ نہیں کیا۔ اس کے ساتھ کھانے میں استہزا و مذاق سے کام لیا، اس کو پیو، کھاؤ، یا اس قسم کے دیگر دل آزار و دل شکن کلمات سے نوازا تو گویا ہم حق میزبانی کلی طور پر ادا کرنے اور اپنا خلوص ومحبت مہمانوں کو دینے سے محروم رہے۔

مہمان یا دوست ہمیشہ خلوص ومحبت، ہمدردی اور دوستی کے ناطے آتا ہے۔ ایک قلبی لگاؤ ہوتا ہے جو کھینچ کر لاتا ہے۔ اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو وہ حقیقی مہمان بھی نہیں بلکہ بن بلایا مہمان ہے جس کے ساتھ بے اعتنائی کا برتاؤ روا رکھا جا رہا ہے۔

مہمانوں کے ساتھ خوشدلی وخوش طبعی اور فراخ دلی کا برتاؤ کرنا، ان کے حقوق کی

پاس داری کرنا ضروری ہے۔ خندہ پیشانی سے ملنا، ان سے مل کر فرحت و انبساط محسوس کرنا چاہیے۔ یہ بھی ایک نعمت ہے جو دوست و مہمان کی شکل میں اللہ تعالی نے عطا کیا ہے جبکہ بعض بد خلق لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ ان کے بعض گندے اخلاق اور بد کلام ہونے کی وجہ سے ان کے پاس لوگ جانے سے کتراتے ہیں، غیر تو غیر اپنوں کا رشتہ کٹا رہتا ہے حالانکہ بعض خواہاں ہوتے ہیں کہ ہمارے پاس مہمانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہے لیکن وہ اپنے پاس آنے والے مہمانوں کو خلوص و پیار نہیں دے پاتے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ افراد روز بروز برگشتہ ہونے لگتے ہیں۔

چنانچہ ہر انسان کو مہمانوں کے ساتھ وسیع القلبی اور خوش دلی کا برتاؤ کرنا چاہیے، خود ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بہتر ہے، ان کو خود کھلانا چاہیے، اس سے محبت و دوستی میں اضافہ ہوگا اور تعلقات میں استحکام و دوام پیدا ہوگا۔

مہمانوں کے پسند اور ذوق کا بھی خیال رکھنا بیحد ضروری ہے۔ بعض مہمان بڑے ہی پر تکلف ہوتے ہیں اور دستر خوان پر بیٹھ کر شرم محسوس کرتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آسودہ ہو کر نہیں کھا پاتے ہیں، لیکن میز بان جب اصرار کرے اور کہے کہ کھایئے اور کھایئے تھوڑا رکھئے، تو اس طرح یہ شکم سیر ہو کر کھا سکتا ہے۔ میز بان کو یہ ادا نبھانی چاہیے اور مہمانوں کے ساتھ بہترین طریقے سے پیش آنا چاہئے۔

گوشت کو چاقو سے کاٹنا

نبی اکرم ﷺ گوشت کھایا کرتے اور اس زمانے میں اکثر بھونا ہوا گوشت کھایا جاتا تھا۔ جہاں بھی صحابہ شکار کرتے اس جانور کو بھونتے اور کھاتے، اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھی بھونا ہوا گوشت آتا۔ اس کے ذکر کا مقصد یہ نہیں کہ گوشت پکا کر نہ کھایا جائے بلکہ نبی اکرم ﷺ نے ایسے گوشت بھی کھائے۔ مطلب یہ ہے کہ گوشت عہد رسالت میں کثرت سے کھایا جاتا تھا. نبی اکرم ﷺ کو بکری کا شانہ بڑا ہی محبوب تھا. اس کو خوب مزے کے ساتھ کھاتے تھے.

یہاں پر جو بات قابل ذکر ہے وہ یہ کہ گوشت کو چھری یا کاٹنے کے آلہ سے کاٹ سکتے ہیں. جب احادیث رسول کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان سے یہی پتہ چلتا ہے کہ گوشت کو چھری یا چاقو سے کاٹنا جائز ہے۔عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

,,أَنَّهُ رَأَىَ كَتِفَ شَاةٍ فِي يَدِهِ ' فَدَعَى اِلَى الصَّلٰوةِ ' فَأَلْقَاهَا وَالسِّكِّيْنَ الَّتِيْ يَحْتَزُّبِهَا ' ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ ". (بخاری مع الفتح:۹/۶۷۷ (۵۴۰۸)' کتاب الأطعمۃ)

انہوں نے ان کے ہاتھ میں بکری کا شانہ دیکھا۔نماز کے لئے اذان دی گئی۔اس کو اور اس چھری کو جس سے اس کو کاٹ رہے تھے ڈال دیا۔پھر کھڑے ہوئے،نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

دوسری روایت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ہے،وہ بیان کرتے ہیں:

"ضُفْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأَمَرَ بِجَنْبٍ فَشُوِّيَ ' وَأَخَذَ الشُّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحْتَزُّلِيْ بِهَا مِنْهُ ' فَجَاءَ بِلَالٌ فَاٰذَنَ بِالصَّلَاةِ ' فَأَلْقَى الشَّفْرَةَ 'وَقَالَ : مَالَهُ تَرِبَتْ يَدَاهُ ؟وَقَامَ يُصَلِّيْ ". (سنن ابی داود:۱/۸۲ (۱۸۸) علامہ البانی نے ابوداود:۱/۶۰ میں صحیح قرار دیا ہے)

میں نے ایک رات نبی ﷺ کی ضیافت کی۔پہلو کے گوشت کو بھوننے کا حکم دیا۔(تیز دھاردار) چھری لیا۔اس سے اس کو کاٹنے لگے۔بلال آئے اور انہوں نے اذان دی۔چھری کو نیچے ڈالا اور فرمایا۔اس کا ہاتھ خاک آلود ہو اس کو کیا ہو گیا ہے؟ کھڑے ہوئے اور نماز ادا کی۔

اس سلسلہ میں گوشت کو چاقو سے نہ کاٹ کر دانتوں سے توڑنے کی جو بات بیان کی گئی ہے وہ مدلل نہیں ہے اور جن لوگوں نے سنن دارمی:(۲/۱۴۴-۱۴۵) میں صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت,,اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : اِنَّ هُوَ الَّلحْمُ نَهْسًا ' فَاِنَّهُ أَشْهيٰ وَأَمْرأ " (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:یقیناً وہ گوشت ہے توڑ کر کھانے کے لئے،یہی زیادہ خواہش کو پورا کرتا اور شکم سیری کا باعث ہے۔)'اور سنن ابی داود:

(۳۵۹/۳) میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ روایت ,,أَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : لَاتَقْطَعُوْا اللَّحْمَ بِالسِّكِّيْنِ ' فَإِنَّهُ مِنْ صَنِيْعِ الْأَعَاجِمِ ' اِنْهَسُوْهُ نَهْسًا فَإِنَّهُ أَهْنَأُ وَأَمْرَأُ. (کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گوشت کو چاقو سے مت کاٹو اس لئے کہ یہ عجمیوں کا فیشن ہے۔ اس کو دانتوں سے توڑ توڑ کر کھاؤ۔ وہ زیادہ خوشی پیدا کرنے اور پیٹ بھرنے کا باعث ہے)" ضعیف ہے جس کو علامہ البانی ؒ نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (۲۱۸/۵۔۲۱۹) اور ضعیف سنن ابی داود (۳۰۲) میں ضعیف قرار دیا ہے. چنانچہ ان سے استدلال درست نہیں ہے۔

میزبان پر مہمانوں کے حقوق

ضیافت ومیزبانی ایک انسانی ضرورت ہے اور سماجی مظہر بھی کیوں کہ آدمی جس معاشرے میں رہتا ہے اس میں اس کا کسی سے نسبی تعلق ہوتا ہے اور کسی سے تجارت ومعاملہ کا تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ ضیافت ومیزبانی کا فریضہ ادا کرنا ضروری ہے جب کوئی اجنبی کسی ایسے شہر میں آئے جہاں اس کے قیام وطعام کی کوئی جگہ نہ ہو تو ایسی صورت میں ایک مسلمان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس مسافر کی ضیافت کرے۔

مذہب اسلام نے مسلمانوں کو عظمت وشرافت کے مقام پر فائز کیا ہے۔ انھیں ضیافت کی رغبت دلائی ہے اور ایک دوسرے کی توقیر وتعظیم کو شیوہ مسلمانی قرار دیا ہے۔

ضیافت ومہمان نوازی کا تعلق مکارم اخلاق سے ہے۔ یہ چیز دور جاہلیت کے اندر موجود تھی اور اسلام نے بھی اسے اہمیت دے کر جزو ایمان قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:" مَنْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ". (صحیح بخاری (۶۰۱۹) کتاب الادب، باب الضیافۃ ونحوہا)

" جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے۔

مہمانوں کی ضیافت انبیاء کرام کا خاصہ رہا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم کے اس قرآنی واقعہ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

"هَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرَاهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ. إِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا

سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُوْنَ ،فَرَاغَ إِلَى اَهْلِهٖ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ“.

(ذاریات:۲۴۔۲۶)

کیا تجھے ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر بھی پہنچی ہے وہ جب ان کے یہاں آئے تو سلام کیا۔ ابراہیم نے سلام کا جواب دیا (اور کہا یہ تو) اجنبی لوگ ہیں پھر (چپ چاپ جلدی جلدی) اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑے (کا گوشت) لائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

”جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي مَجْهُوْدٌ فَأَرْسَلَ إِلَى بَعْضِ نِسَائِهٖ فَقَالَتْ: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِيْ إِلَّا مَاءٌ ،ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى أُخْرٰى، فَقَالَتْ: مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَتْ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذٰلِكَ لَا، وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَاعِنْدِيْ إِلَّا مَاءٌ فَقَالَ: مَنْ يُضِيْفُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ، رَحِمَهُ اللّٰهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ: اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلَى رِحْلِهٖ فَقَالَ لِامْرَاتِهٖ هَلْ عِنْدَكِ شَيْئٌ؟ قَالَتْ: لَا إِلَّا قُوْتَ صِبْيَتِيْ، قَالَ فَعَلِّلِيْهِمْ بِشَيْئٍ، فَاِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا فَأَطْفِئِي السِّرَاجَ وَأُرِيْهِ اِنَّانَاكُلُ فَإِذَا أَهْوَى لِيَأْكُلَ فَقُوْمِيْ اِلَى السِّرَاجِ حَتّٰى تُطْفِئِيْهِ ،قَالَ: فَقَعَدُوْا أَكَلَ الضَّيْفُ ،فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: قَدْ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِيْعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ“. (صحیح مسلم مع النووی: ۱۴/۲۵۴ (۱۷۲)، باب اکرام الضیف)

ایک شخص رسول اللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: مجھے بڑی (بھوک کی) تکلیف ہے۔ آپ نے کسی بیوی کے پاس بھیج کر اس سے طلب کیا وہ بولی: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے، میرے پاس تو پانی کے سوا کچھ نہیں ہے، پھر آپ نے دوسری بیوی کے پاس بھیجا، اس نے بھی ویسا ہی کہا، یہاں تک کہ تمام ازواج مطہرات نے یہی جواب دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: آج کی رات اس شخص کی مہمان نوازی کون کرے گا، اللہ اس پر رحم کرے؟ تب ایک انصاری اٹھے اور اسے اپنے ساتھ گھر لے کر چلے، اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ تیرے پاس کچھ ہے، اس نے جواب دیا: بچوں کے کھانے کے سوا کچھ

نہیں ہے۔ انصاری بولا: بچوں کو کسی چیز سے بہلا پھسلا دے اور جب مہمان اندر آئے، تو چراغ بجھا دے، اسے یہ خیال ہو کہ ہم بھی اس کے ساتھ کھا رہے ہیں۔ جب کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو چراغ کے پاس کھڑی ہوئی اور اس کو بجھا دیا۔ وہ مہمانوں کے پاس بیٹھ گئے۔ اور مہمان نے کھانا کھا لیا، جب صبح کے وقت انصاری دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ پر تعجب کا اظہار کیا ہے جو تو نے رات اپنے مہمان کے ساتھ کیا۔

زہد و تقویٰ، بھوک و پیاس پر صبر اور دنیاوی چیزوں پر فریفتہ نہ ہونا بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر وسعت و فراخی کا چراغ گھر میں روشن ہو تو وہاں سے کبھی سائل کو نہیں لوٹانا چاہیے اور نہ ہی مہمانوں کی ضیافت سے منہ موڑنا چاہیے کیوں کہ ایسا کرنا اسوہ محمدی کے عین خلاف ہے۔

مہمانوں کی تکریم و تعظیم جزو ایمان ہے، اور ان کی توہین ایک مذموم عادت۔ کوئی مہمانوں کو ذلیل و رسوا کرنا چاہے تو میزبان کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ حتی المقدور ان کا دفاع کرے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی تعلیم حضرت لوط علیہ السلام کے اس واقعہ کے اندر دی ہے۔

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِىْ فَلَا تَفْضَحُوْنَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنَ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِىْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (حجر: ۶۸-۷۲)

حضرت لوط نے کہا: یہ لوگ میرے مہمان ہیں تو مجھے رسوا نہ کرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو، وہ بولے: کیا ہم نے تجھے دنیا بھر کی ٹھیکداری سے منع نہیں کر رکھا ہے (لوط نے) کہا: اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یہ میری بچیاں موجود ہیں، تیری عمر کی قسم وہ تو اپنی بدمستی میں سرگرداں تھے۔

اس آیت کریمہ کے ضمن میں حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

''انہوں نے ڈھٹائی اور بداخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: اے لوط! ان اجنبیوں کا کیا لگتا ہے؟ اور کیوں ان کی حمایت کرتا ہے؟ کیا ہم نے تجھے منع نہیں کیا ہے کہ اجنبیوں کی حمایت نہ کیا کر دیا ان کو اپنا مہمان نہ بنایا کرو، یہ ساری گفتگو اس وقت ہوئی جبکہ

حضرت لوط کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ اجنبی مہمان اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور وہ اسی ناہنجار قوم کو تباہ کرنے کے لئے آئے ہیں جوان فرشتوں کے ساتھ بدفعلی کے لئے مصر تھی"۔

اس سے واضح ہوا کہ کسی کے گھر آئے مہمانوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی ، بدچلنی اور بداخلاقی کا برتاؤ کرنے کا ارادہ کرے تو میزبان کا یہ پورا حق بنتا ہے کہ وہ مکمل طور سے اس کا دفاع کرے۔

مہمانوں کے کھانے اور پینے کا انتظام کرنا، ان کی نشست و برخاست کے لئے اہل وعیال سے علاحدہ ایک جگہ خاص رکھنا، کچھ دیران سے الگ رہنا، ان کے کھانے سے خوش رہنا اور نہ کھانے سے غمگین وکبیدہ خاطر ہونا ان کی دلجوئی کے لئے خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے بات چیت کرنا میزبان کا امتیازی وصف ہونا چاہیے۔

مہمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ بلاضرورت تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔ اپنے لمبے قیام سے میزبان کو مشقت میں مبتلا نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَالضِّيَافَةُ ثَلاثَةُ اَيَّامٍ فَمَا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَلاَ يَحِلُّ لَهُ اَنْ يَثْوِىَ عِنْدَهُ حَتَّى يَحْرِجَهُ". (صحیح بخاری مع الفتح:۱۳/ ۶۵۷ (۶۱۳۵) صحیح ترغیب وترہیب:۲/ ۶۹۳)

"جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے اس کا جائز حق ایک دن اور رات ہے۔ مہمان کا حق تین دن ہے، اس سے زیادہ ٹھہرے گا تو وہ صدقہ ہو گا اور مہمان کے لئے اتنی دیر قیام کرنا جائز نہیں کہ وہ اپنے میزبان کو تنگی میں ڈال دے"۔

کتاب وسنت میں مہمانوں کی عزت کرنے کی جا بجا تاکید آئی ہے اور اس بات کی کھلی اجازت دی گئی ہے کہ مہمان جس کے گھر آئے اس سے وہ اپنا حق وصول کرسکتا ہے۔

عقبہ بن عامر کا بیان ہے :

"میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ جب ہمیں بھیجتے ہیں تو ہم ایسے لوگوں کے پاس اترتے ہیں جو ہماری ضیافت نہیں کرتے تو آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر ایسے لوگوں کے پاس اترو (اگر وہ مہمان نوازی کریں) تو وہ چیزیں تم قبول کرلو جو مہمان

کے لئے مناسب ہوتا ہے۔ اگر نہ کریں تو ان سے مناسب مہمان کا حق لے لو"۔ (صحیح بخاری مع الفتح: ۱۳/۶۵۸ (۶۱۳۷)، منۃ المنعم فی شرح صحیح مسلم: ۱۱/۲۷۵/۱۷۲۷)

مہمان نوازی نہ کرنا بد اخلاقی، بخالت اور خست ودنائت کی دلیل ہے۔ قرآن کی آیت اس کی واضح مثال ہے: "فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا"۔ (الکھف: ۷۷)

پھر دونوں چلے ایک گاؤں والوں کے پاس، آ کر ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے ان کی مہمان نوازی سے صاف انکار کر دیا۔ دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گر رہی تھی اس نے اسے ٹھیک اور درست کر دیا، موسیٰ کہنے لگے: اگر آپ چاہتے تو اس پر اجرت لے لیتے۔ بقول صلاح الدین یوسف یعنی یہ بخیلوں اور لئیموں کی بستی تھی کہ مہمانوں کی مہمان نوازی سے ہی انکار کر دیا، دراں حالانکہ مسافروں کو کھانا کھلانا اور مہمان نوازی کرنا ہر شریعت کی اخلاقی تعلیمات کا اہم حصہ رہا ہے۔ نبی ﷺ نے بھی مہمان نوازی اور اکرام ضیف کو ایمان کا تقاضا قرار دیا ہے۔ فرمایا:

"مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ"۔ (فیض القدیر بشرح الجامع الصغیر ۵/۲۰۹)

مہمان جب گھر سے رخصت ہونے لگے تو اس کے ساتھ دروازے تک جانا سنت رسول ہے۔ جان لیں کہ مہمانوں کو کبھی گھر سے رخصت نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کے ساتھ دروازے تک آنا جہاں سنت رسول ہے وہاں بہت سے شکوک وشبہات کا تریاق بھی ہے۔ اگر میزبان اپنے مہمانوں کو گھر سے بغیر دروازے تک آئے رخصت کر دیتا ہے تو اس نے لاکھ تواضع وخاطر مدارات کیا ہو لیکن ان کے دلوں میں ایسے خیالات جنم لے سکتے ہیں کہ اس نے ہماری کوئی عزت نہیں کی اور اس کے دلوں میں ہمارا کوئی احترام نہیں ہے۔ یہ ساری چیزیں اس وقت ختم ہو جاتی ہیں جب میزبان مہمان کے ساتھ اس کو لا کر اپنے دروازے پر رخصت کرتا ہے اور لوگوں کی بدگمانیاں بھی اس صورت میں ختم ہو جائیں گی جو

وہ میزبان کو تنہا گھر سے نکلتے دیکھ کر مختلف قسم کے خیالات میں ڈوب جاتے ہیں اور یہ سوچنے لگتے ہیں کہ یہ غیر اس گھر میں آخر کیوں گیا، جبکہ وہ گھر کا آدمی نہیں ہے۔ اس لئے مہمانوں کو ہتک عزت سے بچانا بھی میزبان کا اہم حق ہے۔

اگر ایک شخص اپنے مہمان کی ضیافت کرتا ہے تو بالضرور اس پر عزت و احترام کے پھول نچھاور کئے جائیں گے کیوں کہ یہی دستور زمانہ ہے اور صفات عالیہ کی تکمیل اور مکارم اخلاق کی بلندی بھی اسی وقت ممکن ہے جب مہمانوں کے حقوق کو صحیح ڈھنگ سے ادا کیا جائے۔

جہاں میزبان مہمانوں کے آداب ضیافت کا التزام کرتا ہے وہیں مہمانوں کا حق بنتا ہے کہ وہ میزبان کے لئے دعا کرے۔

حضرت عبداللہ بن بسرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے والد کے پاس تشریف لائے ہم لوگوں نے کھانا اور وطبہ (یہ ایک قسم کا کھانا ہے جو کھجور پنیر اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے دیکھئے: جامع الاصول: ۷/۳۹۷) آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے اسے کھایا، کھجور کھاتے اور گٹھلی کو دونوں انگلیوں کے درمیان رکھتے یعنی گٹھلیاں کھجور میں نہیں ملاتے، انہیں الگ رکھتے، پانی پیا اور جو آپ کے داہنی جانب تھا اسے دیدیا، میرے والد نے آپ کی سواری کی نکیل تھام لی اور کہا کہ آپ میرے لئے دعا کر دیجئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ فَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ". (صحیح مسلم مع النووی: ۱۳/۲۲۷ (۱۴۶) سنن ترمذی مع التحفہ: ۱۰/۲۹، عمل الیوم واللیلۃ: ص ۴۷۷)

اے اللہ! تو ان کی روزی میں برکت دے، ان کی بخشش فرما اور ان پر رحم کر۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری کے گھر گئے، ان کے پاس کھانا کھایا، جب نکلنے کا ارادہ کیا تو گھر کے ایک گوشہ میں دری بچھانے کا حکم دیا۔ آپ نے نماز ادا کی اور ان کے لئے دعا کی۔

دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ سعد بن عبادہؓ کے گھر تشریف لے گئے جہاں آپ کی خدمت میں روٹی اور تیل پیش کیا گیا۔ آپ نے کھانے کے بعد یہ دعا کی:

''اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ''. (ابوداود: (۳۸۵۴) شعیب ارناووط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ ابن حبان (۱۳۵۳) نے بھی عبداللہ بن زبیر والی روایت کو صحیح قرار دیا ہے)

تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا، نیکوکاروں نے کھانا کھایا اور فرشتوں نے تمہارے اوپر رحمت و برکت کی دعائیں کیں۔

ان روایتوں کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ کسی کے گھر کھا کر رہ جانا کافی نہیں ہے بلکہ کھانے والے کا حق بنتا ہے کہ وہ اس کے بارے میں دعا کرے، خیر و برکت کی دعائیں اور بھلی باتیں، ایسی باتیں ہرگز بیان نہ کرے جو دل شکن ہوں۔

بعض فقہاء کا بیان ہے کہ میزبان کا مہمان کے اوپر یہ حق ہے کہ وہ وہیں بیٹھے جہاں میزبان بیٹھائے اُن چیزوں کو خوشی خوشی کھائے جو اس کے سامنے پیش کرے، میزبان کی اجازت کے بغیر کھڑا نہ ہو، وہاں سے رخصت ہوتے وقت میزبان کے حق میں رحمت و برکت اور فراخی و وسعت کی دعا کرے۔ (الفتاوی الہندیۃ: ۳۴۴/۵)

قرآن کریم کی آیتوں اور بیان کردہ اگلی امتوں کے واقعات پر غور کرتے ہیں تو بعض قوموں کی تہذیب و شائستگی کا علم ہوتا ہے. ان کی طرز زندگی اور حسن ضیافت کا اندازہ ہوتا ہے. قرآن کریم نے سورہ یوسف میں ایک نقشہ بایں طور کھینچا ہے:

,,فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سِكِّيْنًا ''. (سورہ یوسف: ۳۱،۳۰)

ترجمہ: جب عزیز کی بیوی نے مکاری کی یہ باتیں سنیں تو انہیں بلوا بھیجا اور ان کے لئے مسندیں آراستہ کیں اور (دستور کے مطابق) ہر ایک کو ایک ایک چھری پیش کر دی (کہ کھانے میں کام آئے)۔

اس آیت کریمہ کے ضمن میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر ,, ترجمان القرآن: (۴۴۵/۳) میں لکھا ہے ۔

''(اس آیت کریمہ سے) ضمنا یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اس زمانہ کی مصری

معاشرت کس درجہ شائستہ ہو چکی تھی۔ ضیافت کی مجلسیں خاص طور پر آراستہ کی جاتی تھیں۔ نشست کے لئے مسندیں لگائیں جاتی تھیں، کھانے کے لئے ہر شخص کے سامنے چھری رکھی جاتی تھی، مسندوں کے اہتمام کا حال اس سے معلوم ہو گیا کہ "**واعتدت لھن متکا**"، مصر کے آثار قدیمہ اور یونانی مؤرخوں کی شہادت سے جو حالات روشنی میں آئے ہیں ان میں بھی اس متمدن معاشرت کی تصدیق ہوتی ہے، خصوصا ان نقوش سے جن میں امراء کی مجلسوں کا مرقع دکھایا گیا ہے اور جو قرآن کے ان اشارات کی پوری تفسیر ہیں"۔

کھانے والوں کے انتظار کرنے کا شرعی حکم

اس سے قبل یہ بات گزر چکی ہے کہ دستر خوان پر کھانا اجتماعیت کا مظہر اور سنت نبوی کا آئینہ دار ہے اور ایسا کرنے والا شخص حقیقی معنوں میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا پاس دار ہے۔

یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ دستر خوان پر گھر کے جملہ افراد ہوتے ہیں یا عمومی دعوتوں میں جم غفیر بالخصوص شادی بیاہ کے موقعہ پر جو دعوت قبول ہوتی ہے اس میں ایک بھیڑ ہوتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کھا لینے کے بعد ان تمام کی رعایت کرنا لازم ہے یا کھانے سے فارغ ہو کر بالفور اٹھ جانا اور ہاتھ دھو لینا بہتر ہے۔

یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ کھانیوالوں کے انتظار میں بیٹھے رہنا نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، چنانچہ عام دعوتوں کے اندر یا دستر خوان پر بیٹھے چند افراد کے ساتھ کھانے میں تمام لوگوں کے انتظار میں بیٹھنا، اور چھوٹوں کا بڑوں کے انتظار میں بیٹھنا، کم کھانے والوں کا زیادہ کھانے والوں کے انتظار میں بیٹھنا لازم قرار پائے گا۔

ہاں! جہاں معاشرے کے اندر یہ چیز خوش دلی سے برتی جا رہی ہو وہاں ایسا کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں کیوں کہ یہ شرعی اصولوں کے منافی بھی نہیں ہے، اس سلسلہ میں کوئی قطعی نص ہوتا تو اسے شریعت میں حارج تسلیم کیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہے۔

فائدہ : اس کے بارے میں کچھ ضعیف حدیثیں وارد ہیں جن کو افادہ عام کی غرض

سے ذکر کرنا مناسب ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دستر خوان اٹھائے جانے سے قبل کھا کر اٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

علامہ البانیؒ نے ''سنن ابن ماجہ: (۳۰۹/۲) اور سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ (۴۱۲/۱) (۲۳۹) میں ''ضعیف جدا'' قرار دیا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب دستر خوان چن دیا جائے تو کوئی آدمی نہ کھڑا ہو یہاں تک کہ کھانے کے بعد دستر خوان اٹھالیا جائے، اپنا ہاتھ نہ اٹھائے گرچہ وہ آسودہ ہو چکا ہو یہاں تک کہ تمام لوگ فارغ ہو جائیں کیوں کہ اس بات کا خدشہ ہے کہ اس کا ساتھی شرمندہ ہو جائے اور وہ اپنا ہاتھ روک لے حالانکہ اسے مزید کھانے کی ضرورت ہو۔

امام بصری نے عبدالاعلی اعین کی وجہ سے اسے ''ضعیف جدا'' قرار دیا ہے۔

(دیکھئے مجمع الزوائد: ۱۴/۴۷)

ابونعیم کا بیان ہے کہ وہ یحیی بن ابی کثیر سے مناکیر حدیثیں بیان کیا کرتا اور یہ بھی انہی میں سے ایک ہے، دار قطنی نے غری ثقہ کہا اور ابن حبان کا بیان ہے کہ اس سے دلیل اخذ کرنا جائز نہیں ہے۔ علامہ البانیؒ نے اسے ''ضعیف سنن ابن ماجہ: (ص ۲۶۷ (۳۳۵۸) اور سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ: (۲۳۸) میں ''ضعیف جدا'' قرار دیا ہے۔

مہمانوں کو کھانے کے تمام اقسام کی خبر دینا

میزبان جب ضیافت کرے اور دستر خوان پر لوگوں کو بلائے تو وہ کھانے کو ایک ہی بار دستر خوان پر رکھے تو ایسی صورت میں کھانے کی تمام قسمیں مہمانوں کے سامنے ہوتی ہیں اور وہ حسب ضرورت ان میں سے کھاتے ہیں لیکن میزبان جب کھانے کی تمام قسموں کو دستر خوان پر لا تا رہے تو مہمانوں اور مدعوئین حضرات کو کھانے کی کمیت کے بارے میں اور ان کی قسموں کے بارے میں آگاہ کر دے تاکہ کھانے والے صرف ایک ہی کھانے پر اکتفا نہ کریں بسا اوقات مہمان ایک ہی طرح کے کھانے کو تناول فرما کر فوراً دستر خوان چھوڑ دیں

گے اور عفت کی بناء پر میز بان سے مزید کے بارے میں دریافت نہیں کر پائیں گے نتیجہ یہ ہو گا کہ میز بان نے جو کچھ مہمانوں کے لئے تیار کیا ہو گا وہ یونہی بیکار ہو جائے گا اور میز بان کو افسوس ہو گا۔ چنانچہ یہ بہت ضروری ہے کہ وہ مہمانوں اور کھانے والوں کو خبر دے دیں کہ ابھی کئی طرح کے کھانے کی چیزوں کا آنا باقی ہے۔ جب سارے لوگ یہ جان لیں گے تو دوسری چیزوں کی آمد کا انتظار کریں گے اور دستر خوان سے اٹھنے میں جلدی نہیں مچائیں گے۔

گھر والوں کے لئے بھی کھانا چھوڑنا

دعوت کے موقع پر عمومی طور پر ایسا ہوتا ہے کہ کھلانے والے اہل خانہ بعد ہی میں کھاتے ہیں۔ پہلے مہمانوں کے لئے بہترین کھانوں کا انتظام کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کھانا مہمانوں کے لئے کم نہ پڑے۔ ادب کا طریقہ یہ ہے کہ مہمان جب کھانا کھائے تو تمام کھانوں کو صفا چٹ نہ کر جائے بلکہ گھر والوں کے لئے بھی چھوڑے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب مہمان میں زیادہ کھانے اور حرص و طمع کی بیماری نہ ہو اور نہ سامنے رکھے سارے کھانوں کو کھا جانے کی بری عادت ہو۔ جب میز بان کے بارے میں یہ معلوم ہو تو وہ اکثر مہمانوں کی فراغت کے بعد ہی کھاتے ہیں گھر والوں کے لئے کھانا چھوڑ دینا ہی عمدہ خصلت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

”اَمَرَ اَبُوْطَلْحَةَ اُمَّ سُلَيْمٍ اَنْ تَصْنَعَ لِلنَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا لِنَفْسِهِ خَاصَّةً ، ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ اِلَيْهِ فَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ وَسَمّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ : اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ ، فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا فَقَالَ : كُلُوْا وَسَمُّوْا اِلَيْهِ فَاَكَلُوْا ، حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ بِثَمَانِيْنَ رَجُلاً ثُمَّ اَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَهْلُ الْبَيْتِ وَسَمُّوْا وَتَرَكُوْا سُوْرًا“. (مسلم: ۱۳/۲۱۸۔ النووی (۵۲۸۷) کتاب الاطعمہ)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو خاص نبی ﷺ کے لئے کھانا تیار کرنے کے لئے حکم دیا۔ پھر مجھ کو ان کے پاس بھیجا۔ نبی ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈالا اور بسم اللہ کہا پھر فرمایا: دس آدمیوں کو کھانے کی اجازت دو۔ ان کو اجازت دی گئی

اور وہ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا: کھاؤ اور بسم اللہ پڑھو چنانچہ انہوں نے کھایا۔ اس طرح اسی (۸۰) آدمیوں نے کھانا کھایا۔ نبی ﷺ نے اس کے بعد اور گھر والوں نے کھایا اور جو باقی بچ گیا اسے چھوڑ دیا۔

علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس ضمن میں بیان کیا ہے: قولہ " ثُمَّ اَکَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَکَلَ اَهْلُ الْبَیْتِ فِیْهِ اِنَّهُ یَسْتَحِبُّ لِصَاحِبِ الطَّعَامِ وَاَهْلِهِ اَنْ یَّکُوْنَ اَکْلَهُمْ بَعْدَ فِرَاغِ الصِّبْیَانِ " . (المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج:۲۱۹/۱۳)، پھر رسول اللہ ﷺ اور اہل بیت نے کھانا کھایا اس میں صاحب طعام اور اس کے گھر والوں کے لئے استحباب یہ ہے کہ وہ بچوں کے فارغ ہونے کے بعد ہی تناول فرمائیں۔

آسودگی اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے

اللہ تعالیٰ نے زمین پر پائی جانے والی تمام چیزوں کو کھانے کی مکمل اجازت دی ہے اِلا یہ کہ کسی کے بارے میں حرمت پر دلالت کرنے والے شرعی نصوص موجود ہوں۔ ان میں شرعی حدود کا پاس ولحاظ رکھنا بے حد ضروری ہے۔ بصورت دیگر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینا اور شیطان کا بھائی بننا ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهُ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنِ (الاعراف: ۳۱)

کھاؤ، پیو، حد اعتدال سے تجاوز نہ کرو۔ یقیناً وہ حد اعتدال سے تجاوز کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا: وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (بنی اسرائیل: ۲۶:۲۷)

فضول خرچی نہ کرو۔ یقیناً فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

نیز فرمایا: وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُکُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ کُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ

(الانعام: ۱۴۱)

وہی ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جو باڑھوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو باڑھوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون وانار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے ہیں، ان سب پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ نکل آئیں اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن ادا کر دیا کرو، حد سے تجاوز نہ کرو یقیناً حد سے گزرنے والوں کو وہ ناپسند کرتا ہے۔

مسند احمد میں ایک روایت ہے جس کو امام بخاری نے بھی تعلیقاً روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: كُلْ وَاشْرَبْ وَالْبَسْ وَتَصَدَّقْ فِيْ غَيْرِ سَرَفٍ وَلاَ مَخِيْلَةٍ. یعنی فضول خرچی اور کبر و ناز کے بغیر کھاؤ، پیو، پہنو، اور صدقہ کرو۔

ان مذکورہ قرآنی آیات وحدیث کے اندر کھانے اور پینے میں درمیانہ روی اور اعتدال پسندی کی تاکید کی گئی ہے اور ان چیزوں کے کھانے کی رغبت دلائی گئی ہے جن میں صحت وتندرستی کے عناصر موجود ہیں بلکہ یہ کہنا بجا ہے کہ انسانی جسموں کے اندر تر وتازگی پیدا ہوتی ہے اور روحانی وجسمانی اصلاح کے بہترین وسائل مہیا ہوتے ہیں ان کے اندر ایسے امور سے بچنے کی تاکید ہے جن سے نقصان پہنچنے کا عین امکان ہے۔

امام ابن کثیر کا بیان ہے کہ سیاق آیت کی رو سے زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ کھانے اور پینے میں اسراف وفضول خرچی ممنوع ہے کیوں کہ بسیار خوری جسم وعقل کو تباہ کرنے والی چیز ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲/۲۴۶)

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جملہ معالجات کو یکجا کر دیا ہے چنانچہ صحت وتندرستی کی بحالی کے لئے ہر شخص کو پیٹ بھر کھانے سے بچنا ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَا مَلأَ ابْنُ آدَمَ وَعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ لُقَيْمَاتٍ يُقِمْنَ صُلْبَهُ فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ وَثُلُثٌ لِنَفْسِهِ.

(صحیح سنن ترمذی: (۴/۵۹۰ (۲۳۸۰) کتاب الزہد باب ماجاء فی کراہیۃ کثرۃ الأکل، صحیح سنن ابن ماجہ: (۲/ ۱۳۷ (۳۳۴۲) اسے علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے)

ابن آدم پیٹ سے بدتر کوئی برتن نہیں بھرتا۔ ابن آدم کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھ سکیں اگر ایسا نہ کرکے زیادہ کا شوق کرے تو تہائی کھانے کے لئے، تہائی پینے کے لئے اور تہائی اپنے نفس کے لئے۔

حضرت نافع کا بیان ہے:

"اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لاَ يَاكُلُ حَتّٰى يُوْتٰى بِمِسْكِيْنٍ يَاكُلُ مَعَهُ، فَاَتَى يَوْمًا بِرَجُلٍ يَاكُلُ مَعَهُ، فَاَكَلَ كَثِيْرًا فَقَالَ لِخَادِمِهِ: لَا تَدْخُلْ هٰذَا عَلَيَّ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: اَلْمُوْمِنُ يَاكُلُ فِيْ مِعًى وَاحِدٍ، وَ الْكَافِرُ يَاكُلُ فِيْ سَبْعَةِ امْعَاءٍ". (صحیح بخاری مع الفتح: (۱۲/۲۹۲ (۵۳۹۳)، صحیح مسلم مع النووی: (۱۴/۲٦٦ (۱۸۲-۱۸۳)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے جب تک اپنے ساتھ کھانے میں کسی محتاج کو شریک نہ کرلیا کرتے۔ ایک دن میں ان کے ساتھ کھانے کے لئے ایک شخص کو لایا۔ اس نے بہت زیادہ کھایا۔ آپ نے فرمایا: اے نافع! اسے مت لایا کرو کیوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ مومن ایک معدے میں کھاتا ہے اور کافر سات معدے میں کھاتا ہے۔

دوسری روایت کے مطابق زیادہ کھانے والا شخص مکہ کا باشندہ ابونہیک تھا۔ عبداللہ بن عمر نے اس سے کہا: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ کافر سات معدے میں کھاتا ہے تو اس نے کہا: میں تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔

(صحیح بخاری: ۱۲/۲۹۲ (۵۳۹۵)- الفتح، کتاب الاطعمہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

"اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ضَافَهُ ضَيْفًا وَ هُوَ كَافِرٌ فَاَمَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا ثُمَّ اُخْرَى فَشَرِبَهُ ثُمَّ اُخْرَى فَشَرِبَهُ حَتّٰى شَرِبَ

حِلَابَ، سَبْعَ شِيَاهٍ ثُمَّ اِنَّهٗ اَصْبَحَ فَاَسْلَمَ فَاَمَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِشَاةٍ فَشَرِبَ حِلَابَهَا ثُمَّ اَمَرَ بِاُخْرٰی فَلَمْ يَسْتَتِمُّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلْمُؤْمِنُ يَشْرِبُ فِيْ مَعْيٍ وَّاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَشْرِبُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ". (صحیح مسلم:۲۹۴/۵)

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کافر آیا اور آپ نے اس کی ضیافت کی آپ نے حکم دیا، ایک بکری کا دودھ دوہا گیا، وہ پی گیا، پھر دوسری بکری کا دودھ دوہا گیا، وہ بھی پی گیا، پھر تیسری بکری کا دودھ دوہا گیا، وہ بھی پی گیا، حتی کہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا پھر صبح کے وقت وہ مسلمان ہوگیا۔ آپ نے ایک بکری کو دوہنے کا حکم دیا: ایک بکری کا دودھ پی گیا۔ پھر دوسری کا حکم دیا تو وہ پورا نہ پی سکا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے۔

مومن کی شان ہی کم خوری ہے۔ اسے بخوبی علم ہے کہ کھانے سے شریعت کا مقصد بھوک ختم کرنا، زندگی کی سانس باقی رکھنا اور عبادت میں تقویت حاصل کرنا ہے۔ اگر مومن بسیار خوری کا عادی ہو جائے تو یہ کسی عارضہ کی بنا پر ہے کیوں کہ خوف الٰہی اس کے ذہن ودماغ میں ضرورت سے زائد کھالینے کے بارے میں سوال اٹھاتا رہتا ہے یہی وجہ کہ ضرورت سے زیادہ کے استعمال سے بے نیاز ہوتا ہے، اس کے برعکس کافر مقصد شریعت سے ناواقف ہوتا ہے، وہ دلی خواہشات کا غلام اور حرام چیزوں کے استعمال کا عادی ہوتا ہے، اسے حساب وکتاب کا نہ ڈر ہے اور نہ ہی کسی نعمت کے بارے میں سوال کا خوف، ان میں سے بعض کم کھانے کے عادی ہوں تو وہ محض ریاضت وورزش کے لئے یا کمزوری معدہ یا ناقابل علاج مرض میں مبتلا ہونے کے سبب یا ڈاکٹروں کے مشورے کی تعمیل میں ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ امام نووی کے نزدیک مختار یہ ہے کہ بعض مومنین ایک معدے میں کھاتے ہیں اور کفار سات معدے میں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ساتوں میں سے ہر ایک معدہ مومن کے معدے کے مانند ہوا کرتا ہے۔

قاضی عیاض کا قول ہے کہ اُنسانی معدے میں فرق ہوتا ہے۔ انہوں نے قرطبی کا یہ قول

نقل کیا ہے کہ کھانے کی خواہشیں سات قسم کی ہوتی ہیں: شہوت طبع، شہوت نفس، شہوت عین، شہوت فم، شہوت اذن، شہوت انف اور شہوت جوع۔ یہ آخری خواہش مومن کی ایک اہم ضرورت ہے۔ بھوک کو ختم کرنے کے لئے کھانا کھاتا ہے اور کافر کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان تمام شہوتوں کو حاصل کرے۔

ابن التین کا قول ہے کہ کھانے میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔ کچھ لوگ بلا ضرورت کھاتے ہیں اور یہ کار جاہلاں (جاہلوں کا کام) ہے۔ کچھ لوگ بھوک مٹانے کے لئے کھاتے ہیں۔ اور کچھ لوگ نفسانی خواہشات کو کم کرنے کے لئے بھوکا رہنا پسند کرتے ہیں۔ بسا اوقات کھاتے بھی ہیں تو اتنا ہی جو زندگی کی رمق باقی رکھنے کے لئے کافی ہو۔ (فتح الباری: ۱۲/ ۲۹۷)

کوئی فاقہ کشی سے دوچار ہو، اللہ کی عبادت وذکر میں مشغول رہتا ہو، کئی کئی دن گزر جاتے ہوں لیکن کھانے کو کچھ نہ ملتا ہو، ناگہاں کسی دن کھانے کی کوئی چیز پائے تو شکم سیر ہو کر کھالے تو یہ بسیار خوری میں داخل نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی قباحت ہے۔ شمع رسالت کے پروانوں میں اس طرح کی بہت ساری مثالیں بھری پڑی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

"إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَرَهُ اَنْ يَدْعُوْاَهْلَ الصُّفَّةِ لِشُرْبِ قَدَحٍ مِنَ اللَّبنِ، فَقَالَ فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ، فَأَقْبَلُوْا فَاسْتَاذَنُوْا فَاَذِنَ لَهُمْ، وَأَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: يَا اَبَاهِرٍّ قُلْتُ: لَبَّيْکَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: قَالَ: خُذْ فَأَعْطِهِمْ فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ أُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرِبُ حَتّٰى يَرْوِیَ، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَیَّ الْقَدَحَ، فَأُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرِبُ حَتّٰى يَرْوِیَ، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَیَّ الْقَدَحَ، فَيَشْرِبُ حَتّٰى يَرْوِیَ ثُمَّ يَرُدُّ عَلَی الْقَدَحِ حَتّٰى انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِیِّ وَقَدْ رَوَی الْقَوْمُ كُلُّهُمْ". (صحیح البخاری: ۶۴۵۲/ الآداب الشرعیۃ: ۳/ ۱۳۲)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوہریرہ سے فرمایا: یہ دودھ کا پیالہ ہے، اسے اصحاب صفہ کو پلاؤ۔ ان کا بیان ہے کہ میں ان کے پاس آیا اور ان کو دعوت

دی۔ وہ آئے، اجازت چاہی، ان کو اجازت دی گئی۔ گھر میں اپنی جگہ لی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہ! میں نے کہا: میں حاضر ہوں اے رسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ لو اور ان کو دو، میں نے پیالہ لیا اور آدمی کو دینے لگا۔ وہ پیا اور سیراب ہوا پھر پیالہ مجھے لوٹا دیا۔ میں نے دوسرے کو دیا وہ پی کر سیراب ہوا اور پیالہ مجھے لوٹا دیا یہاں تک کہ میں نبی ﷺ کے پاس پہنچا اور تمام قوم سیراب ہوگئی۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھوکے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو دودھ کا پیالہ پیش کیا اور انہوں نے پیا۔ آپ نے دوسری اور تیسری مرتبہ فرمایا: آخرکار انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں اسے پینے کی کوئی راہ نہیں پاتا۔

ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

''زیادہ کھانے اور پیٹ بھرنے سے بچو۔ یقیناً وہ نماز سے غافل کرنے اور جسم کو نقصان پہنچانے والی چیز ہے۔ کھانے اور پینے میں درمیانہ روی کو لازم پکڑو۔ یہ حرص وہوس سے دور تر، جسم کے لئے صحت بخش اور عبادت میں معاون ہے۔ جب دین پر نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے تو آدمی کی تباہی مسلم ہو جاتی ہے''۔

فضیل بن عیاض کا قول ہے:

''دو چیزیں ایسی ہیں جو دل کو پتھر کی مانند سخت بنا دیتی ہیں۔ کثرت کلامی (زیادہ بولنا) اور بسیار خوری (زیادہ کھانا)۔ (الآداب الشرعیۃ: ۳/۱۳۲)

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی۔ اے میرے بیٹے! آسودگی سے زیادہ نہ کھایا کرو کیوں کہ کتے کے لئے اس کا چھوڑ دینا تیرے کھانے سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مذمت کی ہے جو نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں۔ ارشاد ہے: يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا. (الاحقاف: ۲۰)

اور جس دن کافر جہنم کے سرے پر لائے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا) تم

نے اپنی نیکیاں دنیا کی زندگی ہی میں برباد کر دیں اور ان سے فائدے اٹھا چکے۔

مفسرین کرام نے ''طیبات'' سے وہ نعمتیں مراد لی ہیں جن کو انسان ذوق وشوق سے کھاتا ہے اور استعمال کرتا ہے، ان سے لذت وخوشی محسوس کرتا ہے۔ یہ اس کو آخرت کے ذکر وفکر سے غافل اور نعمتوں کی بازیابی پر شکر گزاری سے بے بہرہ کر دے تو اس سے اخروی نعمتیں چھن جاتی ہیں۔ جب ایک کافر دنیا میں نیک عمل کرتا ہے جبکہ یوم معاد پر اس کا یقین نہیں ہوتا ہے تو اللہ تعالی دنیا کے اندر اسے نفیس اور عمدہ غذائیں عطا کر دیتا ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ الْکَافِرَ إِذَا عَمِلَ حَسَنَةً أُطْعَمَ بِهَا فِیُ الدُّنْیَا وَأَمَّا الْمُوْمِنُ فَإِنَّ اللّٰهَ یَدَّخِرُلَهُ حَسَنَاتِهِ فِیُ الآخِرَةِ وَیُعَقِبَهُ رِزْقًا فِیُ الدُّنْیَا عَلَی طَاعَتِهِ''.

(صحیح مسلم: ۲۸۰۸/باب صفة القیامة)

جب کافر کوئی کارِ خیر کرتا ہے تو اسے بطور بدلہ دنیا کے اندر کھلا دیا جاتا ہے اور مومن کی نیکیاں آخرت کے لئے ذخیرہ کر دی جاتی ہیں۔ اور دنیا میں طاعت وفرمانبرداری کی بنا پر اسے روزی عطا کی جاتی ہے۔

مومن وکافر کے اندر خط امتیاز یہی ہے کہ وہ اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں پر شکر گزار نہیں ہوتا۔ آخرت کی فکر سے بے توجہی ہوتی ہے۔ وہ سرکش وباغی ہوتا ہے لیکن مومن شکر گزار، فکر آخرت کے ساتھ نعمت الہی کا استعمال کرنے والا اور اس کی قدر کرنے والا ہوتا ہے۔

بعض صحابہ کرام کے بارے میں آتا ہے کہ جب ان کے سامنے عمدہ چیزیں آتیں تو یہ مذکورہ بالا آیت انھیں یاد آجاتی اور وہ اسے ڈر سے ترک کر دیتے کہ کہیں آخرت میں ہمیں بھی نہ کہہ دیا جائے کہ تم نے اپنے مزے دنیا میں لوٹ لئے تو یہ ان کی وہ کیفیت ہے جو غایت ورع اور زہد وتقوی کی مظہر ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اچھی نعمتوں کا استعمال وہ جائز نہیں سمجھتے تھے۔

مشائخ حنفیہ نے دو مقامات کے علاوہ آسودگی سے زائد کھانا حرام قرار دیا ہے، گویا رخصت دو جگہوں میں ہے۔ پہلا مقام یہ ہے کہ روزہ رکھنے میں تقویت مقصود ہو تو زیادہ کھانا

جائز ہے۔ دوسرا یہ کہ آدمی مہمان کے ساتھ کھا رہا ہو۔ اس کا مہمان آسودہ نہ ہوا ہو لیکن اسے یہ معلوم ہو کہ اگر یہ اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے تو مہمان شرم وحیا کی وجہ سے کھانے سے رک جائے گا اس صورت میں اس کا آسودگی سے زیادہ کھانا جائز ہے۔ (الآداب الشرعیہ:۳/۱۲۸)

آسودگی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے جو اس سے بہرور ہوگا اسے دنیا سے بے رغبتی ہوگی اور اللہ کی طرف زیادہ جھکاؤ ہوگا۔ اللہ کی دی ہوئی چیزوں سے پر قانع ہوگا اس کے دل میں دوسروں کے لئے جگہ ہوگی۔ اس کا دستر خوان وسیع ہوگا اور یہی مومن کی شان ہے کہ اس کے پاس ایک کے کھانے میں دو کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "طَعَامُ الاِثْنَيْنِ كَافِيْ الثَّلَاثَةِ وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِيْ الْأَرْبَعَةِ". (صحیح بخاری مع الفتح:(۱۲/۲۹۰)(۵۳۹۲) صحیح مسلم مع النووی:(۱۴/۲۶۰)

دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لئے اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ حضرت جابر کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِيُ الْإِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الْإِثْنَيْنِ يَكْفِيُ الْأَرْبَعَةِ وَطَعَامُ الْأَرْبَعَةِ يَكْفِيُ الثَّمَانِيَّةِ". (صحیح سنن ابن ماجہ:(۲/۲۲۷)(۳۳۵۰) مجمع الزوائد، ہیثمی:(۱۰/۵۸۱)(۱۸۲۸) مسند بزار مع کشف الاستار:(۴/۲۵۸)، معجم الکبیر للطبرانی:(۲۲/۱۲۶)(۳۲۷) بتحقیق حمدی عبدالمجید السلفی، الترغیب والترہیب للمنذری:(۳/۱۲۲)، علامہ البانی نے "سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ" (۱/۶۷۲)(۳۴۳) میں "حسن" قرار دیا ہے۔)

یعنی ایک آدمی کا کھانا۔ دو آدمی کے لئے، دو آدمیوں کا کھانا چار آدمی کے لئے، اور چار آدمی کا کھانا آٹھ آدمی کے لئے کافی ہوتا ہے۔

حضرت ابو جحیفہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس ڈکار لیا۔ آپ نے فرمایا: اے ابو جحیفہ! تو نے کیا کھایا ہے؟ میں نے کہا: گوشت اور روٹی۔ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ بھوکا وہ شخص ہوگا جو دنیا میں زیادہ آسودہ حال ہو۔

محمد عربی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سادگی کا آئینہ دار اور عبرت

وموعظت کا نمونہ ہے۔ اس مادیت کے دور میں تمام لوگوں کو ان کی سیرتوں کا مطالعہ کر کے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ کس قدر رفاقہ کشی میں ان کی زندگی گزرتی تھی۔ میں بطور مثال چند حدیثیں پیش کروں جو شاید قلب وذہن میں سادگی پیدا کرنے میں معاون بن سکیں۔

ابوحازم کی روایت ہے کہ میں نے سہیل بن سعد سے پوچھا: کیا حضور ﷺ نے میدہ کھایا ہے؟ انہوں نے کہا: جب سے اللہ نے آپ کو تاج نبوت سے سرفراز فرمایا ہے انہوں نے اپنی وفات تک میدہ دیکھا تک نہیں۔ میں نے پوچھا: آنحضرت ﷺ کے زمانے میں تمہارے پاس چھلنیاں تھیں۔ انہوں نے کہا: جب سے اللہ نے آپ کو پیغمبر بنایا اپنی وفات تک چھلنی دیکھی تک نہیں۔ میں نے پوچھا: جب چھلنی نہیں تھی تو تم جو کی روٹی کیسے کھایا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: جو کو پیس کر ہم منہ سے پھونک دیا کرتے، جو اڑ جاتا، اڑ جاتا اور جو رہ جاتا اس کو گوندھ کر روٹی پکایا کرتے۔

ایک روایت میں ہے: ''اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ شَاةٌ مُصْلِيَّةٌ، فَدَعَوْهُ، فَاَبَى اَنْ يَّاْكُلَ ،قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا وَ لَمْ يَشْبَعْ مِنَ الْخُبْزِ الشَّعِيْرِ ''.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا گزر چند لوگوں پر ہوا جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے حضرت ابوہریرہ کو بلایا۔ انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا: حضور ﷺ دنیا سے جاچکے لیکن انہوں نے جو کی روٹی شکم سیر ہو کر نہیں کھائی۔

حضرت عائشہ کا بیان ہے: ''مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتّٰى قُبِضَ''. (صحیح بخاری مع الفتح: (۳۱۲/۱۲) (۵۴۱۳) کتاب الاطعمہ، باب ماکان النبی واصحابہ یاکلون)

جب سے نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تین رات تک روز گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: ''اِنَّا كُنَّا آلُ مُحَمَّدٍ نَمْكُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ نَارًا ، اِنْ هُوَ اِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ''. (صحیح مسلم: ۲۹۷۲)

ہم آل محمد مہینوں آگ نہیں جلاتے تھے، صرف کھجور اور پانی پر گزارہ ہوا کرتا تھا۔
کسی شاعر نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

قدموں میں ڈھیر اشرفیوں کا لگا ہوا
اور تین دن سے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا
ہیں دوسروں کے واسطے سیم وزر و گہر
اپنا یہ حال ہے کہ ہے چولہا بجھا ہوا
کسریٰ کا تاج روندنے کو پاؤں کے تلے
اور بوریا کھجور کا ہے گھر میں بچھا ہوا

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ صورت آپ کی تنگی معیشت کے سبب نہ تھی بلکہ رسول اللہ ﷺ کی بے مثال فیاضی وایثار کا بھی اس کے اندر دخل تھا۔ عیش وآرام، مالداری سے بیزاری اور شکم سیری سے دوری آپ کے مزاج وطبیعت کا خاصہ بن چکا تھا۔ جذبہ ایثار آپ کا خاص وصف تھا۔ کھانے اور پینے والی تمام چیزوں کے رہنے کے باوجود دوسروں کو دے دینا، کم کھانا، یا پانی وکھجور یا دودھ پر زندگی بسر کرنا نبی کریم ﷺ کی زندگی کا امتیازی وصف تھا۔

گلشن حیات محمدی کی شگفتہ کلیاں اس بات کی مکمل شہادت دیتی ہیں کہ آپ ﷺ نے زندگی کے پورے لمحات بقدر کفایت روزی کی طلب میں صرف کردی۔ حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا"۔
(صحیح بخاری: ۱۱/۲۵۱، صحیح مسلم: ۱۰۵۵)

اے اللہ! آل محمد کو اتنی روزی عطا کر جو زندگی کی رمق باقی رکھنے کے لئے کافی ہو۔

علوم شریعت کے سرچشمہ سے سیراب ہونے والے صحابہ کرام کبھی اپنی بھوک و پیاس کی شدت نہ مٹا سکے۔ کبھی راحت وآرام کی نیند نہ سو سکے۔ کبھی فارغ البالی وخوشحالی کا منظر نہ دیکھ سکے۔ درخت کی پتیاں، بکریوں اور اونٹوں کا دودھ، جو کا ستو، گوشت، پانی و کھجور اور خشک روٹیاں ان کی غذا ہوتی تھیں لیکن یہ چیزیں بیک وقت سب کے یہاں دستیاب نہیں ہوتیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

" خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ذَاتَ يَوْمٍ اَوْلَيْلَةٍ فَاِذَا هُوَ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ: مَا أَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةِ؟ قَالَا: اَلْجُوْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: وَاَنَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَأَخْرَجَنِيْ الَّذِيْ أَخْرَجَكُمَا. قُوْمُوْا فَقَامُوْا مَعَهُ فَاَتَى رَجُلاً مِنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا هُوَ لَيْسَ فِيْ بَيْتِهِ. فَلَمَّا رَاَتْهُ الْمَرَاةُ قَالَتْ: مَرْحَبًا وَاَهْلاً فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَيْنَ فُلَانٌ؟ قَالَتْ: ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا مِنَ الْمَاءِ اِذْ جَاءَ الْأَنْصَارِيُّ فَنَظَرَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَصَاحِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا اَجِدُ الْيَوْمَ أَكْرَمُ اَضْيَافًا مِنِّيْ قَالَ فَانْطَلَقَ فَجَاءَهُمْ بِعَذْقٍ بِسْرِ التَّمْرِ اَوِالْغَضِّ مِنَ النَّخْلِ، مِنَ الْعِنَبِ فِيْهِ دَلِيْلٌ عَلَى اسْتِحْبَابِ تَقْدِيْمِ اَكْلِ الْفَاكِهَةِ عَلَى الْجَزْرِ وَاللَّحْمِ. فِيْهِ بُسْرٌ وَتَمْرٌ وَرُطَبٌ فَقَالَ كُلُوْا مِنْ هٰذِهِ. وَأَخَذَ الْمَدِيَةَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِيَّاكَ وَالْحَلُوْبَ فَذَبَحَ لَهُمْ فَأَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعَذْقِ وَشَرِبُوْا فَلَمَّا اِنْ شَبِعُوْا وَرَوُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَتُسْأَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمُ الْجُوْعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰى أَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيْمُ.

(صحیح مسلم:۳/۱۶۰۹۔۱۶۱۰)

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات باہر نکلے۔آپ نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا: پوچھا: تم اس وقت کیوں نکلے؟ انہوں نے کہا: بھوک کی وجہ سے نکلے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں بھی اسی وجہ سے نکلا۔ چلو، پھر وہ آپ کے ساتھ چلے۔آپ ایک انصاری کے دروازے پر آئے، وہ اپنے گھر میں نہیں تھے۔ان کی عورت نے آپ کو دیکھا: وہ کہنے لگی، مرحبا واہلا (آپ کا استقبال ہے، تشریف لائیے) آپ نے دریافت فرمایا: فلاں شخص کہاں گیا ہے؟ وہ بولی: ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری آدمی آ گیا۔اس نے رسول اللہ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا تو کہا شکر ہے اللہ کا کہ آج کے دن کسی کے پاس ایسے عزت والے مہمان نہیں ہیں جیسے میرے پاس ہیں۔ پھر گیا اور کھجور کا ایک خوشہ لے کر آیا

جس میں تر و تازہ اور سوکھی کھجوریں تھیں اور کہنے لگا: اس میں سے کھایئے پھر اس نے چھری لی۔ آپ نے فرمایا: دودھاری بکری مت ذبح کرنا۔ اس نے ایک بکری ذبح کی اور سب نے اس کا گوشت کھایا اور کھجور بھی کھائی اور پانی بھی پیا۔ جب کھا اور پی کر سیر ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم سے سوال ہوگا اس نعمت سے متعلق قیامت کے دن، تم ان گھروں سے نکلے بھوک کی وجہ سے نکلے پھر نہیں لوٹے یہاں تک کہ تم کو یہ نعمت ملی۔

جابر کی روایت میں ہے: لَمَّا حَضَرَ الْخَنْدَقَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ خَمْصًا.

جب خندق میں آئے میں نے رسول اللہ ﷺ کا کھالی پیٹ دیکھا۔

اور ابوطلحہ نے ام سلیم سے کہا. قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ضَعِيْفًا أَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ. (صحیح مسلم: ۳/ ۱۶۱۰-۱۶۱۲)

میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز کمزور ہوتے ہوئے سنا ہے۔ میں نے ان میں بھوک کو محسوس کیا ہے۔

انس کی روایت میں ہے: جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَوْمًا فَوَجَدْتُهٗ جَالِسًا مَعَ اَصْحَابِهٖ يُحَدِّثُهُمْ وَقَدْ عَصَبَ بَطْنَهٗ بِعِصَابَةٍ اَوْ عَلٰى حَجَرٍ فَقُلْتُ لِبَعْضِ اَصْحَابِهٖ لِمَ عَصَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بَطْنَهٗ؟ فَقَالُوْا: مِنَ الْجُوْعِ. (صحیح مسلم: ۳/ ۱۶۱۴)

ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے ان کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا محو گفتگو دیکھا۔ ان کی حالت یہ تھی کہ اپنے پیٹ پر ایک پتھر باندھ رکھا تھا۔ میں نے بعض ساتھیوں سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا پیٹ کیوں باندھ رکھا ہے؟ انہوں نے کہا: بھوک کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔

محمد بن سیرین کا بیان ہے: " كُنَّا عِنْدَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَ عَلَيْهِ ثَوْبَانٌ مُمَشَّقَانِ (مَصْبُوْغَانِ بِالْمَشْقِ وَهُوَ الطِّيْنُ الْاَحْمَرُ) مِنْ كِتَانٍ ، فَتَمَخَّطَ فِيْ اَحَدِهِمَا فَقَالَ: بَخْ بَخْ ، يَتَمَخَّطُ اَبُوْهُرَيْرَةَ فِي الْكِتَانِ ! لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنِّيْ لَاَخِرُّ فِيْمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَغْشِيًّا عَلَيَّ ،

فَيَجِيُ الْجَائِيُ فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِي ، يَرَى اَنَّ بِيُ جُنُوْنًا وَمَابِيُ جُنُوْنٌ ، وَمَا هُوَ اِلَّا الْجُوْعُ". (بخاری: ۲۳۶۸، کتاب الزھد)

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: "كَانَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَرِيْفَ اَهْلِ الصُّفَّةِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ الْفُقَرَاءَ ، وَيَحْمِلُ وَضْعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مِنَ الْجُوْعِ عَلَى الْفَتْرَةِ الَّتِيْ لَمْ يَكُنْ لَدَى النَّبِيِّ ﷺ فِيْهَا طَعَامٌ يُوَاسِيْهِمْ . وَاِنَّمَا ذَكَرَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ هُنَا لِيَدُلَّ عَلَى ضَيْقِ عِيْشِهِ ،لِاَنَّهُ لَوْ كَانَ لَدَيْهِ مَا تَرَكَ اَصْحَابَهُ هٰكَذَا . والله اعلم

(مختصر الشمائل المحمدية للالبانی: ۷۶)

سعد بن وقاص کا بیان ہے: "اِنِّيْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ اِهْرَاقَ دَمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ، وَاِنِّيْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ رَمَى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، لَقَدْ رَأَيْتَنِيْ أغْزُوْ فِيْ الْعَصَابَةِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ مَا نَاكُلُ اِلَّا وَرَقَ الشَّجَرَةِ وَالْحَبَلَةُ حَتَّى تَقَرَّحَتْ أشْدَاقُنَا، وَاِنَّ اَحَدَنَا لِيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَالْبَعِيْرُ ، وَاَصْبَحَتْ بَنُو اسَدٍ يُعَزِّرُوْنِيْ فِيْ الدِّيْنِ ، لَقَدْ خِبْتَ وَ خَسِرَتْ اِذًا وَضَلَّ عَمَلِيْ". (بخاری: ۲۳۶۶، مسلم: ۲۹۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: "اَصَابَنِيْ جُهْدٌ شَدِيْدٌ ، فَلَقِيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ، فَاسْتَقْرَاتُهُ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ ، فَدَخَلَ دَارَهُ وَ فَتَحَهَا عَلَيَّ ، فَمَشَيْتُ غَيْرَ بَعِيْدٍ ، فَخَرَرْتُ بِوَجْهِيْ مِنَ الْجُهْدِ وَ الْجُوْعِ ، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى رَاسِيْ فَقَالَ: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ ، فَقُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ، فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَاَقَامَنِيْ وَ عَرَفَ الَّذِيْ بِيْ ، فَانْطَلَقَ بِيْ اِلَى رِحْلِهِ ، فَاَمَرَ لِيْ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ، فَشَرِبْتُ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: عُدْ فَاشْرِبْ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ ، فَعُدْتُ ، فَشَرِبْتُ ثُمَّ قَالَ: عُدْ فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ حَتَّى اسْتَوَى بَطْنِيْ فَصَارَ كَالْقَدَحِ قَالَ : فَلَقِيْتُ عُمَرَ وَذَكَرْتُ لَهُ الَّذِيْ كَانَ مِنْ اَمْرِيْ وَ قُلْتُ لَهُ : تَوَلَّى اللّٰهُ ذٰلِكَ مَنْ كَانَ لَهُ حَقٌّ بِهِ فِيْكَ يَا عُمَرُ : وَاللّٰهِ لَقَدْ

اسْتَقْرَاتُکَ الآ یَةِ وَلاَنَا اقْرَاُ لَھَا مِنکَ قَالَ عُمَرُ: وَاللّٰہِ لَاَنْ اَکُوْنَ اَدْخَلْتُکَ اَحَبَّ اِلَی مِنْ اَنْ یَکُوْنَ لِیْ مِثْلَ حُمْرِ النَّعَمِ ". (صحیح بخاری:۱۸۸۷)

میں فاقہ کے سبب بہت سخت مشقت میں مبتلا تھا۔ پھر میری ملاقات عمر بن خطاب سے ہوئی اور ان سے میں نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنے کے لئے کہا۔ مجھے انہوں نے وہ آیت پڑھ کر سنائی اور پھر اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد میں کچھ دور تک چلتا رہا۔ آخر مشقت اور بھوک کی وجہ سے گر پڑا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے سر کے پاس کھڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے کہا: حاضر ہوں، یا رسول اللہ! تیار ہوں۔ پھر آں حضرت نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھڑا کیا۔ آپ سمجھ گئے کہ میں کس تکلیف میں مبتلا ہوں۔ پھر آپ مجھے اپنے گھر لے گئے اور میرے لئے دودھ کا ایک بڑا پیالہ منگوایا۔ میں نے اس میں دودھ پیا۔ آپ نے فرمایا: دوبارہ پیو۔ میں نے دوبارہ پیا۔ آپ نے فرمایا: اور پیو، میں نے اور پیا یہاں تک کہ میرا پیٹ بھی پیالہ کی طرح ہو گیا۔ ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ پھر میں عمر سے ملا اور ان سے اپنا سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ اے عمر! اللہ تعالی نے اسے اس ذات کے ذریعہ پورا کرادیا جو آپ سے زیادہ مستحق ہے۔ اللہ کی قسم! میں نے تم سے آیت پوچھی تھی حالانکہ میں اسے تم سے زیادہ بہتر طریقہ سے پڑھ سکتا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں نے تم کو اپنے گھر میں داخل کرلیا ہوتا اور تم کو کھانا کھلا دیتا تو سرخ عمدہ اونٹ ملنے سے بھی زیادہ مجھ کو خوشی ہوتی۔

رسول اللہ ﷺ نے ایسے حالات میں زندگی گزارنے کا ایک نسخہ بتایا کہ جب اسے عملی شکل دی جائے تو کم خوری کی عادت پڑ سکتی ہے۔ آدمی پڑھا کرے۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبِکَ مِنْ قَلْبٍ لاَ یَخْشَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لاَ یَنْفَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لاَ یُسْتَجَابُ لَھَا". (صحیح سنن نسائی:۳/۱۱۰-۱۱۱(۵۰۴۴)، مسند احمد: ۳۷۱/۴)

اے اللہ میں ایسے دل سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس میں خوف نہ ہو، ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو، ایسے نفس سے جو آسودہ نہ ہو، ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُوْعِ فَإِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِیْعُ وَأَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخِیَانَةِ فَإِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ۔

(صحیح سنن ابی داود (۱۳۸۳)، صحیح سنن ابن ماجہ: ۳/۱۳۸ (۳۳۱۷)، سنن نسائی: ۸/۲۶۳، الاستعاذہ ۔علامہ ناصر الدین البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔)

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں بھوک سے برا ساتھی ہونے کی وجہ سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں خیانت سے کیوں کہ وہ بری عادت ہے۔

بسیار خوری سے بچنا لازمی چیز ہے، اس سے فائدہ کے بجائے نقصان ہی ہوتا ہے۔ بلغم، رینٹ کی زیادتی، معدے میں بگاڑ، بدہضمی کی شکایت ہوتی ہے۔ آسودہ نہ ہونے والے نفس کی مذمت کی گئی ہے۔ حالی نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

جو ہے تم کو کھانے کا چسکا تو سمجھو
کہ چھوڑیں گے اب آپ دوزخ کو بھر کے
جو پینے پہ آؤ تو پی جاؤ اتنی
رہیں پاؤں کے ہوش جس میں نہ سر کے
جو کھانا تو بے حد جو پینا تو ات گت
غرض یہ کہ سرکار ہیں پیٹ بھر کے

زیادہ کھانا مذموم صفت ہے۔ بسیار خوری انسانی غیرت وحمیت، بے باکی ومردانگی کوفنا کر کے بے آبروئی کے مقام پر لا کھڑا کرتی ہے۔ جب مجلس میں کوئی رہے تو وہاں عمر اور فضیلت کی مکمل رعایت کرنا ہر مسلمان کا اخلاقی فریضہ ہے، باوقار وعمر دراز لوگوں سے سبقت نہ کرنا اچھی خصلت ہے ورنہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ آدمی کہیں حرص جیسی مذموم صفت سے متصف ہو جائے اور برسر عام شرمندہ ہونا نہ پڑے۔ جو آسودگی جیسی بیش بہا دولت سے محروم ہے تو جان لیجئے کہ اس کی قسمت میں ندامت ہے۔ ایسے شخص کا دل انواع واقسام کے کھانوں میں اٹکا رہتا ہے اور نفیس غذاؤں کے طریقہ حصول میں اس کی حریصانہ

نگاہیں نیچی رہتی ہیں۔ اللہ تعالی سب لوگوں کو آسودگی کی دولت سے نوازے۔ آمین۔

نوکروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا

نوکروں کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلانا حسن ادب اور عمدہ اخلاق کی دلیل ہے۔ جو اپنے گھر نوکر رکھتے ہیں اور وہ ان کے کھانوں کو تیار کرتے ہیں، ان کے کاموں کو انجام دیتے ہیں، اپنے گھروں میں ادھر سے ادھر آتے جاتے رہتے ہیں، یہ ساری چیزیں انسان انگیز کرتا ہے تو پھر اپنے ساتھ بیٹھا کر کھلانے میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہیے۔ نوکروں کو ساتھ بیٹھا کرنا کھلانا اس انسان کی عادت ہوتی ہے جو اپنے اندر کبر وغرور رکھتا ہو یا اپنی عظمت ورفعت پر نازاں ہو۔ جس میں متانت وسنجیدگی، تذلل وانکساری، حلم وبردباری ہو، وہ کبھی بھی یہ گوارہ نہیں کرسکتا کہ اپنے نوکروں کو الگ رکھے اور ان کے تیار کردہ کھانوں کو خود تنہا بیٹھ کر کھائے۔ نبی اکرم ﷺ کا معمول رہا ہے کہ وہ اپنے نوکروں کے ساتھ کھاتے پیتے تھے، اٹھتے بیٹھتے تھے اس کا اندازہ درج ذیل حدیثوں سے لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا اَتَی اَحَدُکُمْ خَادِمُهٗ بِطَعَامِهٖ ،فَاِنْ لَمْ یُجْلِسْهُ مَعَهٗ ،فَلْیُنَا وِلْهُ اَکْلَةً اَوْ اَکْلَتَیْنِ اَوْ لُقْمَةً اَوْ لُقْمَتَیْنِ ،فَاِنَّهٗ وَلِیَ حَرَّهٗ وَعِلَاجَهٗ" . (بخاری مع الفتح: ۹/۵۸۱ (۵۴۶۰) کتاب الاطعمہ)

جب تم میں کا کوئی اپنے نوکر سے کھانا منگائے۔ اگر اس کو اپنے ساتھ نہ بیٹھاؤ تو اس کو ایک یا دو خوراک یا ایک یا دو لقمہ دیدو، اس لئے کہ اس کی گرمی وتپش کو برداشت کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اِذَا وَضَعَ لِاَحَدِکُمْ خَادِمُهٗ طَعَامَهٗ ثُمَّ جَاءَهٗ بِهٖ وَقَدْ وَلِیَ حَرَّهٗ وَ دُخَانَهٗ فَلْیُقْعِدْهُ مَعَهٗ فَلْیَاکُلْ فَاِنْ کَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوْهًا قَلِیْلًا فَلْیَضَعْ فِیْ یَدِهٖ مِنْهُ اَکْلَةً اَوْ اَکْلَتَیْنِ ". (صحیح مسلم: ۱۱/۱۳۷۔ النووی (۴۲۹۳)، کتاب الایمان)

جب تم میں سے کسی کے لئے اس کا خادم کھانا بنائے پھر اسے اس کے پاس لے کر

آئے اور اس نے اس کے بنانے میں گرمی اور دھواں برداشت کیا ہے تو چاہیے کہ وہ اسے بھی اپنے ساتھ بٹھائے تا کہ وہ بھی کھائے اور یہ معلوم ہے کہ اگر کھانا تھوڑا ہو تو اس کے ہاتھ پر ایک یا دو لقمہ ہی رکھ دے۔

بیوی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا

بیوی شوہر کے لئے سکون وطمانیت کا سامان ہے۔اس کی رفیقہ حیات اور زندگی میں ہر لحہ اس کے ساتھ رہنے والی ہے۔ اس کی وجہ سے شوہر کا گھر جنت نما ہوتا ہے جب وہ بہترین خصلت والی ہو، شوہر کا فرماں بردار ہو، بچوں سے محبت کرنے والی اور ان کی صحیح تربیت کرنے والی ہو، ایسی عورت کو دنیا کی سب سے بہترین متاع قرار دیا گیا ہے۔ ''خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ'' اگر بیوی بد خلق وبدزبان ہو، شوہر کا نافرمان ہو تو شوہر کا گھر اس کی وجہ سے جہنم زار بن جاتا ہے۔

شوہر اور بیوی کے درمیان الفت ومحبت کا راز یہی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاشرت رکھے، اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے، اچھا سلوک کرے۔ بہترین ادب یہ ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''كُنْتُ اَشْرِبُ وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ اُنَا وِلُهُ النَّبِيَّ ﷺ فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ فَيَشْرِبُ وَأَتَعَرَّقُ الْعِرْقَ وَاَنَا حَائِضٌ ، ثُمَّ اُنَا وِلُهُ النَّبِيَّ ﷺ فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ '' ۔ (مسلم:۲۰۱/۳-۲۰۲ (۶۹۰)۔ کتاب الحیض)

میں حیض کی حالت میں ہوتے ہوئے پیتی تھی۔ پھر نبی ﷺ کی طرف بڑھا دیتی تھی۔ وہ اپنا منہ میرے منہ کی جگہ رکھتے اور پیتے تھے۔ میں حالت حیض میں ہوتی اور گوشت کاٹ کر نبی ﷺ کو دیتی وہ اپنا منہ میرے منہ کی جگہ رکھتے (اور اسے کھاتے تھے)۔

حائضہ عورتوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا

عورتوں کے لئے قدرت نے ایک نظام ایسا بنایا ہے جس سے جسمانی صحت کو بحال

رہے اور فاسد خون باہر نکلتا رہے، قرآن کریم نے حیض کو اذی سے تعبیر کیا ہے اور اس میں عورتوں سے مجامعت نہ کرنے کی تعلیم دی ہے، لیکن اس کے سبب عورتوں کے ساتھ قطع تعلق نہ کیا جائے بلکہ ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کو روا رکھا جائے، شریعت کا جو اس سلسلے میں حکم ہے وہ یہ کہ ایام مخصوصہ میں ان سے الگ رہا جائے یعنی مجامعت نہ کی جائے، ان سے گرمی حاصل کرنا۔ ان کے ساتھ سونا، کھانا پینا، سب جائز ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: " كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُنَا فِيْ فَوْحِ حَيْضَتِنَا اَنْ نَتَّزِرَ ثُمَّ يُبَاشِرُنَا وَاَيُّكُمْ يَمْلِكُ اِرْبَهُ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْلِكُ اِرْبَهُ ؟". (بخاری: ۳۰۰، مسلم: ۲۹۳، ترمذی: ۱۳۲)

رسول اللہ ﷺ ہمارے حیض کی شدت میں ہمیں ازار باندھنے کا حکم فرماتے تھے، پھر ہم سے مباشرت کرتے تھے اور تم میں سے کون اپنی خواہش پر قابو پا سکتا ہے جیسا کہ رسول ﷺ کو اپنی خواہش پر قابو تھا۔

دوسری روایت عکرمہ کی ہے۔ وہ بعض ازواج مطہرات سے روایت کرتے ہیں:

"اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا اَرَادَ مِنَ الْحَائِضِ شَيْئًا اَلْقَى عَلَى فَرْجِهَا ثَوْبًا". (صحیح سنن ابی داود: ۱/۱۲۴ (۲۷۲))

نبی ﷺ حائضہ سے جب کچھ کرنا چاہتے تو ان کی شرمگاہ پر ایک کپڑا ڈال دیتے تھے۔

یہ یہودیوں کا طرز عمل تھا کہ ان کی عورتیں جب حائضہ ہوتی تھیں تو اس کا بستر ہی الگ کر دیتے۔ ان کے ساتھ کھانا پینا اور سونا بالکلیہ ترک کر دیتے تھے۔

اسلام نے حائضہ عورتوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے کو حسن ادب بتلایا ہے۔ حیض کے ایام میں بیوی کے ساتھ کھانا پینا حسن معاشرت اور الفت ومحبت کی دلیل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے اور عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا ہے:

" سُئِلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ مَوَاكَلَةِ الْحَائِضِ ؟فَقَالَ وَاكِلْهَا ". (سنن ابی

داود: ۱/ ۹۰ (۶۵۱)۔ علامہ البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ: ۱/ ۲۰۲ میں صحیح قرار دیا ہے)۔

نبی ﷺ سے حائضہ کے ساتھ کھانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے ساتھ کھاؤ۔

بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا

بچے اللہ کی طرف سے عطا کردہ نعمت ہیں جن سے ہر انسان کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ بعض لوگ بچوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا اچھا نہیں گردانتے یہی وجہ ہے کہ ان کے لئے الگ دستر خوان رکھتے ہیں اور اپنے لئے الگ دستر خوان۔ بڑے الگ کھاتے ہیں اور چھوٹے الگ کھاتے ہیں حالانکہ ایسا کرنا عمدہ کام نہیں ہے بلکہ بعض نے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کے عمل کو مذموم قرار دیا ہے۔

نبی ﷺ کا یہ معمول رہا ہے کہ آپ بچوں سے محبت کرتے، ان کو سلام کرتے، ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور ان کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ عمر بن ابی سلمہ کی حدیث میں آپ کا یہ فرمان "يَا غُلَامُ، سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ" سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ایک بچہ کے ساتھ کھانا تناول فرمایا اور کھانے کے دوران اس کو کھانے کے صحیح آداب کی تعلیم دی۔

جب دستر خوان پر بڑے بوڑھے، قوی و ناتواں لوگ بیٹھے ہوں اور چھوٹے بچوں سے ان کو تکلیف پہنچ رہی ہو تو ان بزرگوں کے احترام و ادب میں بچوں کے لئے الگ دستر خوان بچھانا اور ان کو الگ کر کے کھلانا صحیح ہے۔ اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، ورنہ اسلامی تعلیم کا تقاضا تو یہ ہے کہ بچوں کے ساتھ بیٹھ کر ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھایا جائے۔

مصیبت زدہ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا

کھانے کے لئے دستر خوان بچھایا جائے تو اس پر اچھے اور صحت مند لوگ بھی ہو سکتے ہیں اور بیمار و کمزور لوگ بھی کھانے کے لئے بیٹھ سکتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے لیکن جب کھانے

کے لئے کوئی ایسا شخص آجائے جس کو بیماری لاحق ہو اور اس سے ہر شخص نفرت کرتا ہو یا کوئی متعدی مرض کا شکار ہو چکا ہو تو شریعت مطہرہ کی تعلیم یہ ہے کہ اس سے گھن نہ کیا جائے اور نہ ہی اس کو ایک ساتھ بیٹھ کر کھانے سے دور کیا جائے، ایسا کرنے سے اس کی دل شکنی ہوگی اور اس کے قلب و دماغ کو بہت تکلیف پہنچے گی۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول رہا ہے کہ آپ نے ایسے لوگوں کے ساتھ کھانا تناول کیا ہے حضرت جابر کی حدیث ہے:

"إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ فَوَضَعَهَا مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ وَقَالَ كُلْ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلاً عَلَيْهِ". (سنن ابی داود: (۱۸۱۷)۔ علامہ البانی نے سلسلہ الاحادیث الضعیفہ: (۲۸۱/۳) میں ضعیف قرار دیا ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک مجذوم شخص کا ہاتھ پکڑا اور اس کو پیالہ میں رکھا اور فرمایا: اللہ پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہوئے کھاؤ۔

یہ حدیث ضعیف ہے اور اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ اس لئے اس سلسلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ آدمی اگر اس پر قدرت پاتا ہے کہ مصیبت زدہ انسان کے ساتھ بیٹھ کر کھالے تو کوئی بات نہیں ہے اور اگر اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کی تاب نہیں رکھتا اور نہ اس کی طبیعت اسے تسلیم کرتی ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھ کر کھائے تو عمدہ کلامی کے ساتھ معذرت کر دے۔ واللہ اعلم۔

سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کا شرعی حکم

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: "سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: لاَ تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ، وَلاَ الدِّيبَاجَ وَلاَ تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلاَ تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الآخِرَةِ". (بخاری: ۶۸۶/۹ (۵۴۲۶)۔ الفتح، کتاب الاطعمہ، مسلم: ۲۶۳/۱۴ (۵۳۶۷) النووی کتاب اللباس والزینۃ)۔

میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ ریشم و دیباج نہ پہنو، سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ان کی تھالیوں میں کھاؤ۔ یقیناً ان کے دنیا میں ہے اور ہمارے

لئے آخرت میں ہوگا۔

حضرت ام سلمہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ شَرِبَ فِيْ إِنَاءٍ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ فَإِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ".

(بخاری مع الفتح: ۱۰/۱۱۹ (۵۶۳۴)، کتاب الاشربۃ، مسلم مع النووی: ۱۴/۲۵۶ (۵۳۵۵)۔

جو یا چاندی کے برتن میں پیئے وہ اپنے پیٹ کو جہنم کی آگ سے بھر رہا ہے۔

فقہاء کرام کا سونے چاندی کے برتنوں میں پینے اور ان کی تھالیوں میں کھانے کی حرمت پر اتفاق ہے۔ تفصیل کے لئے "تبین الحقائق: (۶/۱۰)، حاشیہ ابن عابدین: (۹/۴۱۵)، الفواکہ الدوانی: (۲/۴۱۷) الاقناع: (۱/۳۵-۳۶) روضۃ الطالبین: (۱/۴۴-۴۵) الروض المربع: (ص ۲۲) الممتع فی شرح المقنع: (۱/۱۳۹-۱۴۰) کا مطالعہ مفید ہوگا۔

کھانے میں ایثار و مناہدہ (کھانے کو ایک جگہ ملا کر کھانا)

کھانے کو کسی ایسے آدمی کے حوالہ کرنا جو تمام کو ایک جگہ کر کے لوگوں کو کھلائے اور سب ایک جگہ ایک ساتھ بیٹھ کر کھائیں۔ جب کئی آدمی سفر میں ہوں اور سب کے ساتھ زادراہ ہو تو سب کھانے کو یکجا کر کے کھانا ہی مناہدہ ہے۔ اس میں اخوت و بھائی چارگی ہے۔ ہمدردی والفت ہے۔ اور ایثار و بہی خواہی ہے۔

جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں:

"بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ، فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَاحِ وَهُمْ ثَلَاثُمِائَةٍ وَأَنَا فِيْهِمْ فَخَرَجْنَا حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ فَنِيَ الزَّادُ فَأَمَرَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ ذٰلِكَ الْجَيْشِ فَجَمَعَ ذٰلِكَ كُلَّهُ، فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ فَكَانَ يُقَوِّتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيْلًا حَتّٰى فَنِيَ فَلَمْ يَكُنْ يُصِيْبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ". (بخاری مع الفتح: (۵/۱۵۸) (۲۴۸۳)، کتاب الشرکۃ، مسلم مع النووی: (۱۳/۸۶) (۴۹۷۴) کتاب الصید والذبائح)

رسول اللہ ﷺ نے ساحل کی جانب ایک قافلہ بھیجا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح

رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا اور وہ تین سو افراد پر مشتمل تھا۔ جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں شامل تھا۔ ہم نکلے راستے کا بعض حصہ طے کیا ہی تھا کہ زاد راہ ختم ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے اس قافلے کے تمام توشے کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ توشہ اکٹھا کیا گیا۔ میرا توشہ کھجور تھا۔ ہر روز اسی کو کھا کر قوت حاصل کرتے یہاں تک کہ تھوڑا تھوڑا کر کے وہ بھی ختم ہو گیا۔ ہم بہ مشکل ایک ہی کھجور پاتے تھے۔

بخاری: (۱۵۹/۵) کے اندر دوسری روایت ہے:

"اِنَّ الْاَ شْعَرِ یِّیِنِ اِذَاارْمَلُوْا فِیْ الْغَزْوِلَوقَلَّ طَعَامُ عِیَا لِهِمْ بِالْمَدِیْنَةِ جَمَعُوْا مَا کَانَ عِنْدَهُمْ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اَقْسَمُوْهُ بَیْنَهُمْ فِیْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالْتَسْوِیَةِ فَهُمْ فِیْ وَاَنَا مِنْهُمْ".

اشعری حضرات جب غزوہ میں جاتے اور مدینہ میں ان کے اہل وعیال کا کھانا کم ہوتا تو سب مل کر اپنے پاس کی چیزوں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے پھر ایک برتن میں ان کے درمیان برابر برابر تقسیم کرتے اور میں ان میں کا ایک فرد تھا۔

علامہ ابن قدامہ بیان کرتے ہیں: "وَلاَ مَا مِنْ اَنْ یَخْلُطَ الْمُسَافِرُوْنَ اَزْوَادَهُمْ وَیَا کُلُوْنَ جَمِیْعًا وَاِنْ اَکَلَ بَعْضُهُمْ اَکْثَرَ مِنْ بَعْضٍ ،فَلاَ بَاسَ وَقَدْ کَانَ السَّلَفُ یَتَنَاهَدُوْنَ فِیْ الْغَزْوِ وَالْحَجِّ". (المغنی:۱۰/۲۱۱)

مسافر حضرات اپنے توشوں کو ملا کر ایک جگہ کھائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ان میں کا بعض دوسرے سے زیادہ کھالے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ سلف کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ غزوہ اور حج میں اپنے کھانوں کو ایک جگہ کر کے کھاتے تھے۔

کھانے والوں کو ضرورت بھر کھانے کے لئے کہنا

میزبان کے اندر شیریں کلامی اور خوش گفتاری کی خصلت ہو تو نہ کھانے کی خواہش رکھنے والا مہمان بھی تھوڑا سا کھانا تناول کر سکتا ہے۔ دستر خوان پر جب مہمان بیٹھ کر کھا رہے ہوں تو میزبان کو ان پر نظر رکھنی چاہیے اور برابر ان کو کھانے کی ترغیب دلانی چاہیے لیکن ایسی

عبارتوں کے ذریعہ ان کو کھانے کے لئے کہا جائے جن میں لطافت ہو، نرمی ہو، قلب کے لئے مسرت آفریں ہوں ان سے مہمانوں کو شرمندگی کے بجائے خوشی محسوس ہوتی ہو اس سے میزبان کی خوش خلقی اور مہمانوں کی تعظیم وتکریم کے جذبے کا بھی پتہ چلتا ہے۔

امام نووی نے ایسا کرنا مستحب قرار دیا ہے۔ایسا کرنے سے وہ وہم رفع ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں کو ضرورت بھر کھانے سے قبل ہی کھینچ لیں ان کے لئے بار بار کھانے کو کہنا مستحب ہے۔

الفواکہ الدوانی:۲/۴۱۵ میں ہے:

"وَمِنَ الآدَابِ: اَنْ لَّا تَقُوْلَ اَنْ یَاکُلَ مَعَکَ فِیْ حَالِ اَکْلِهٖ کُلْ فَاِنَّهٗ یَخْجُلُهٗ بِخَلَافِ لَوْ تَرَکَ الْاَکْلُ فَلَا بَاسَ بِقَوْلِکَ لَهٗ کُلْ فَاِنَّهٗ یَنْبِئُی عَنِ الْاَعْتِنَاءِ بِشَانِهٖ وَبِسَمَاحَتِکَ یَزْدَادُ جَرًّا"۔

اس کا ثبوت بخاری (۹/۶۴۱۔۶۴۲۔الفتح، کتاب الاطعمہ) میں موجود حضرت ابوہریرۃؓ کے اس واقعہ سے ہوتا ہے جس میں ہے کہ بھوک کی وجہ گر پڑے اور نبی ﷺ نے ان کو اپنے گھر لے جا کر دودھ پلایا۔انہوں اسے پیا اور نبی ﷺ نے بار بار کہا کہ اور پیو اور پیو۔حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ میں ان کے کہنے پر بار بار پیا یہاں تک کہ میرا پیٹ پیالے کی طرح ہو گیا۔

مہمان نوازی میں تکلف سے اجتناب لازم ہے

جب مہمان کسی کے گھر آئیں تو ان کے سامنے ماحضر پیش کرنے میں کوئی شرم کی بات نہیں ہے۔تکلفات سے شریعت نے منع کیا ہے اور مہمانوں کے لئے ایسے کھانوں کی تیاری سے روکا ہے جن میں ڈھیروں مشقتیں ہوں۔گھر والوں پر گراں بار ہو۔آداب ضیافت بھی ترک کر بیٹھا ہو۔میزبان تکلفات میں ایسی راہ اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو قدرت سے باہر ہو مثلاً کوئی دانہ کا محتاج ہو اور وہ پیرجی کے لئے مرغ مسلم کی تیاری کرنے بیٹھ جائے تو ظاہری بات ہے کہ وہ کہیں سے قرض لے گا یا سودی رقم لے گا یا اپنی عورت کا

زیور گروی رکھ کر مہمان کے لئے من پسند کھانا تیار کرے گا۔

ایک بار ایسا ہی ہوا شقیق بن سلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ مہمان سلمان فارسی کے پاس گئے تو انہوں نے روٹی اور نمک ان کے سامنے پیش کر دیا اور فرمایا: ''لَوْلاَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ التَّكَلُّفِ لِلضَّيْفِ لِتَكَلَّفْتُ لَكُمْ''.

(مسند احمد: ۴۴۱/۵، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۱۱۵/۵ (۲۳۹۲))

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ نے مہمان کے لئے تکلف کرنے سے روکا ہے تو میں تمہارے لئے تکلف کرتا۔ ان میں سے ایک نے کہا: کاش ہمارے نمک میں سعتر ہوتا (سعتر ایک قسم کا گھاس ہے) تو آپ نے ''مطہرۃ'' سبزی فروش کے پاس بھیج کر گروی رکھا اور سعتر لائے، اس نمک میں ڈالا، جب مہمان کھا چکے تو ایک نے کہا: الحمد لله الذی قنعنا کما رزقنا '' اس پر سلمان فارسی نے فرمایا: اگر اپنے سامنے پیش کردہ چیزوں پر تو قناعت کر لیتا تو سبزی فروش کے پاس میرا مطہرہ گروی نہ رکھا جاتا۔ سلمان فارسی کی دوسری حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''وَلاَ يَتَكَلَّفَنَّ أَحَدٌ لِضَيْفِهِ مَالاَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ''۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۲۴۴۰))

جو کوئی شخص کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا ہے مہمان کے لئے تکلف نہ کرے۔

تکلف سے اجتناب اسلاف کرام کا طریقہ ہے اور مہمانوں کے لئے تکلفات میں پڑنا محبت والفت کی چادر کو تار تار کرنا ہے۔ اپنے آپ کو مشقتوں کا عادی بنانا ہے لوگوں میں قطع کلامی اور قطع تعلقی اس تکلف کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ کوئی اپنے بھائی کو دعوت دیتا ہے اور وہ تکلف کا شکار ہوتا ہے تو دوبارہ جانے سے کتراتا ہی نہیں بلکہ اپنا رشتہ ناطہ توڑ لیتا ہے۔

انگلیوں کا چاٹنا حکمت سے لبریز ہے

نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی تک یہ عادت رہی کہ آپ کھانے سے فارغ ہو کر اپنی انگلیاں زبان مبارک سے چاٹ لیتے تھے۔

حضرت کعب بن مالکؓ کا بیان ہے: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ يَأْكُلُ بِثَلاَثِ

أَصَابِعِ ، فَإِذَا فَرَغَ لَعِقَهَا۔

(صحیح بخاری مع الفتح:۱۲/ ۳۵۸ (۵۴۵۶) باب لعق الاصابع ومصہا قبل ان تمسح بالمندیل، صحیح مسلم مع النووی ۱۳/ ۲۱۵ (۱۲۹) کتاب الاشربۃ، صحیح سنن ابن ماجہ:۲/ ۲۲۵ (۳۲۶۹) کتاب الاطعمہ، باب لعق الاصابع، شرح السنہ للبغوی :۱۱/ ۳۱۵، باب لعق الاصابع)۔

رسول اللہ ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے تھے، کھانے سے جب فارغ ہوتے تو انھیں چاٹ لیا کرتے تھے۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے:

"اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَرَ بِلَعْقِ الْأَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ، وَقَالَ: إِنَّكُمْ لاَ تَدْرُوْنَ فِيْ أَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةِ". (صحیح مسلم مع النووی:۱۳/ ۲۱۷/ ۱۳۳)

نبی کریم ﷺ نے انگلیوں اور پیالے کو چاٹ لینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ تمہیں اس کی جانکاری نہیں کہ برکت ان دونوں میں سے کس میں ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْئٍ مِنْ شَأْنِهِ، حَتَّى يَحْضُرُهُ عِنْدَ طَعَامِهِ فَإِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيَاخُذْهَا فَلْيَمُطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذًى، ثُمَّ لِيَاكُلَهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ ، فَإِذَا فَرَغَ فَلْيُلْعِقْ اَصَابِعَهُ فَإِنَّهُ لاَ يَدْرِيْ فِيْ أَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَة". (صحیح مسلم مع النووی:۱۳/ ۲۱۸/ ۱۳۵)

شیطان تم میں سے ہر ایک کے پاس تمام وقتوں میں موجود رہتا ہے یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی وہ حاضر ہو جاتا ہے جب کسی کا نوالہ (لقمہ) گر پڑے تو اس کے اندر لگے ہوئے گرد وغبار (کچڑے) صاف کر کے کھالیا کرے، اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے، جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو اپنی انگلیاں چاٹ لے یا کسی کو چٹادے کیوں کہ اسے یہ علم نہیں کہ اس میں سے کس کے اندر برکت ہے۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں:

"وَإِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيَاخُذْهَا فَلْيَمُطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذًى

وَلِيَأْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، وَلَا يَمْسَحُ يَدَهُ بِالْمِنْدِيْلِ حَتَّى يَلْعِقُ أَصَابِعَهُ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ أَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةِ". (صحیح مسلم:۱۳/ ۲۱۷ (۱۳۴)-النووی)، سنن ابی داؤد: ۲۳۲/۱ (۳۸۳۹)-العون)، صحیح سنن ترمذی: (۱۵۹/۳ (۱۸۷۹)۔

جب کسی کا نوالہ (لقمہ) گر جائے تو اسے لے کر اس کے اندر لگی گندگی کو زائل کر لے اور کھالے، اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور نہ اپنے ہاتھ کو رومال اور دستی سے پونچھے، یہاں تک کہ وہ اپنی انگلیاں چاٹ لے چنانچہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے کس کھانے میں برکت موجود ہے۔

حضرت انس بن مالک کی روایت میں موجود اس عبارت "وَأَمَرَنَا اَنْ نَسْلُتَ الْقَصْعَةَ" سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ انگلیوں کو تو چاٹ لیا کرے ہی، پلیٹ کی صفائی اور چاٹنے میں کوتاہی بھی نہ کرے کیوں کہ اس بات کا عین امکان ہے کہ انگلیوں کے اندر اگر برکت نہیں ہے تو پلیٹ کے اندر جو چیز باقی ہے اسے شیطان باشوق چاٹ کر کھانے والے کو برکت سے محروم کر دیتا ہے۔

انگلیوں کا چاٹنا یا دوسرے کو چٹانا سنت رسول ہے اور یہ کام ہاتھ کو رومال، کپڑے یا کاغذ میں پونچھنے سے قبل ہونا چاہیے۔ اس کے اندر حکمت یہ ہے کہ آدمی کے علم میں نہیں کہ برکت کس کے اندر موجود ہے، نہ چاٹنے کی صورت میں یہ عین ممکن ہے کہ برکت اسی کے ساتھ چلی جائے اور کھانے والا اس سے محروم رہ جائے۔

اس کا تعلق غیبی امور سے ہے جس کا ادراک ہر آدمی کے بس کی بات نہیں مگر اتنا ہی کہ جتنا شریعت ساز محمد ﷺ نے واضح کر دیا ہے چنانچہ امام نووی کا قول ہے کہ:

اللہ تعالیٰ ہی اس چیز کو اچھی طرح جانتا ہے جس کے ذریعہ غذا حاصل ہوتی ہے اور جس کا انجام کار تکلیف سے بیزاری اور نجات ہے اور جس کے ذریعہ اللہ کے جذبہ طاعت وفرمانبرداری کو تقویت ملتی ہے۔ (عون المعبود: ۲۳۲/۱۰)۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ انگلیوں میں کچھ ایسے عناصر ہوا کرتے ہیں جو کھانے والی چیزوں کو جلد ہضم کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے انگلی چاٹنے والی حدیث بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس حدیث میں کھانے کے واجب آداب میں سے ایک ادب انگلی کا چاٹنا اور انگلی سے پلیٹ صاف کرنا ہے۔ لیکن آج اکثر مسلمان یورپ کے کافرانہ عادات کی تقلید کرتے ہیں اور یہ ادب اختیار نہیں کرتے جبکہ اہل یوروپ کے طور وطریقے مادی نظریات پر مبنی ہیں۔ وہ خالق کا اعتراف نہیں کرتے اور نہ اس کی نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، پس مسلمان ان کی تقلید سے بچیں ورنہ ان پر رسول ﷺ کی یہ حدیث صادق آئے گی: ''مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ''۔ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے واجب آداب اس لئے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے اور اس کی مخالفت کرنے سے منع کیا ہے بس تم مومن بنو، آپ ﷺ کے احکام کو بجالاؤ اور جس چیز سے آپ روکیں اس سے رک جاؤ اور استہزاء کرنے والوں کی پرواہ نہ کرو، دانستہ یا نادانستہ اللہ کے راستے سے تم کو روکنا چاہتے ہیں۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۱/۶۷۶)۔

بخاری کی ایک روایت میں سعید بن حارث کا بیان ہے:

''أَنَّهُ سَأَلَ جَابِرًا عَنِ الْوَضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ: لاَ، قَدْ كُنَّا زَمَنَ النَّبِيِّ لاَ نَجِدُ مِثْلَ ذٰلِكَ الطَّعَامِ إِلَّا قَلِيْلاً، فَإِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ، لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيْلُ إِلَّا أَكُفَّنَا وَسَوَاعِدَنَا وَأَقْدَامَنَا، ثُمَّ نُصَلِّيْ وَلاَ نَتَوَضَّأُ''۔

انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے آگ کی پکی ہوئی چیز کھالینے سے وضو کرنے کا حکم دریافت فرمایا: اس سے وضو باطل ہوگا یا نہیں؟ ہم لوگ نبی ﷺ کے زمانے میں تھے اور اس طرح کا کھانا بہت تھوڑا پاتے تھے۔ جب ہم اس طرح کا کھانا پاتے تو ہمارے پاس تولیاں نہیں ہوتیں بجز ہتھیلیاں، کلائیاں اور پیروں کے، (اسی پر مل کر صاف کرلیا کرتے تھے) پھر نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے تھے۔

ان تمام بیانات سے یہ واضح ہے کہ ایسا گرا ہوا لقمہ جس کو دسترخوان یا زمین سے اٹھالینے میں کوئی حرج نہ ہو اسے لازمی طور پر اٹھالینا چاہیے کیوں کہ شیطان گرنے والے لقموں کی تاک میں رہتا ہے۔ چنانچہ فرمان رسول کی بجا آوری میں آدمی لقمے کے اندر لگے

گردوغبار کو صاف کر کے کھالے ہاں! یہ کہ وہ ایسی جگہوں پر گر جائے جو نجاست آلود ہوں اور گندگیوں کی وجہ سے ان کا اٹھا کر کھانا طبعاً ناپسند ہو تاہم اس لقمہ کو یونہی گرا ہوا چھوڑنا بہتر نہیں ہے بلکہ کسی جانور کو کھلا دینا اچھا ہے کھانا چاہے جہاں کھایا جائے، اپنے گھروں میں یا کسی ہوٹل میں، انگلیاں اور پیالے چاٹ کر صاف کر لینا بہتر ہے تاکہ ان میں سے کسی طرح کی غذائیت باقی نہ رہے اور نہ شیطان کو چاٹنے یا برکت حاصل کرنے کا موقع مل سکے۔

فتح الباری: ۹/۱۶ ۷ میں علامہ خطابی کا یہ قول مذکور ہے:

"عَابَ قَوْمٌ أَفْسَدَ عَقْلَهُمُ التَّرَفُهُ، فَزَعَمُوا اِنَّ لَعْقَ الْأَصَابِعِ مُسْتَقْبِحٌ، كَأَنَّهُمْ لَمْ يَعْلَمُوا اَنَّ الطَّعَامَ الَّذِیْ عَلِقَ بِالْاَصَابِعِ أَوْ الصَّحْفَةِ جُزْءٌ مِنْ اَجْزَاءِ مَا أَكَلُوْهُ، وَاِذَا لَمْ يَكُنْ سَائِرًا جَزَائهُ مُسْتَقْذِرًا لَمْ يَكُنْ الْجُزْءُ الْيَسِيْرُ مِنْهُ مُسْتَقْذِرًا وَلَيْسَ فِیْ ذٰلِکَ اَكْبَرُ مِنْ مَصِّهِ أَصَابِعَهُ بِبَاطِنِ شَفَتَيْهِ، وَلا يَشُكُّ عَاقِلٌ فِیْ اَنْ لا بَأْسَ بِذٰلِکَ فَقَدْ يُمَضْمِضُ الْإِنْسَانُ فَيُدْخِلُ أُصْبِعَهُ فِیْ فِيْهِ فَيُدْلُکُ أَسْنَانَهُ وَبَاطِنَ فَمَهُ، ثُمَّ لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ إِنَّ ذٰلِکَ قَذَارَةٌ أَوْ سُوْءُ اَدَبٍ".

لوگوں نے معیوب سمجھا ہے، فارغ البالی نے ان کی عقلوں کو خراب کر دیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ انگلیوں کا چاٹنا برا ہے گویا ان کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کھانا جو انگلیوں یا پلیٹ سے چاٹا گیا ہے کھائے ہوئے کھانے کا ایک حصہ ہے۔ جب اس کے تمام حصے گندے نہیں ہوئے تو اس کا معمولی حصہ بھی گندہ نہیں ہوگا۔ اور ایسا کرنا اپنے اندرونی ہونٹ سے انگلیوں کے چوسنے سے زیادہ عظیم نہیں ہے۔ ایک عقلمند انسان اس میں شک نہیں کرتا کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ انسان کلی کرتا ہے۔ اپنی انگلی اپنے منہ میں ڈالتا ہے۔ اپنے دانتوں اور اندرون منہ کو رگڑتا ہے۔ پھر کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ گندی یا سوء ادب ہے۔

انگلیوں اور پیالوں کا چاٹنا گرچہ استحباب کا درجہ رکھتا ہے تاہم سنت رسول کی تعمیل کا جذبہ ہمارے دلوں میں رہنا چاہیے۔ اللہ تعالی ہمارے اور تمام مسلمانوں کے دلوں میں رسول کی سنتوں کی تعمیل کا شوق پیدا فرمائے۔

جدید میڈیکل سائنس

شریعت نے اس پر زور دیا ہے کہ انگلیوں کو کسی تولیہ یا رومال سے اس وقت تک صاف نہ کیا جائے جب تک ان کو چاٹ نہ لیا جائے یا کسی کو چٹا نہ دیا جائے۔ جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بہت سے کیمیاوی اجزاء انہی انگلیوں میں باقی رہ جاتے ہیں جو چاٹنے ہی سے جسم کے اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ آدمی جب کھانا کھاتا ہے تو رطوبت ہاضم انگلیوں کے ذریعہ نکلتی ہے اور کھانے میں مل کر کھانے کو ہضم کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ اس کا اثر لبلبہ پر پڑتا ہے۔ فزیالوجی ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ انگلیوں کا چاٹنا دل، معدے اور دماغی امراض سے بچاؤ کا بہترین ذریعہ ہے۔ بہرحال اس بات سے انکار نا ممکن ہے کہ بعض کھانے کے اہم اجزاء انگلیوں میں لگے رہ جاتے ہیں۔

سنت نبوی اور جدید سائنس (۱/ ۸۸) کے مصنف نے اس سے متعلق ایک بڑا دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ایک دفعہ واشنگٹن میں میٹنگ تھی اور اس میں امریکہ کے تین بڑے کوالیفائیڈ کمپنی کے ڈائرکٹرز اور جنرل منیجر موجود تھے۔ ہم نے ایک ہی میز پر کھانا کھایا۔ میں نے دیکھا ہم مہمان تو ہاتھوں سے ہی شروع ہو گئے لیکن انہوں نے بھی ہاتھوں سے کھانا شروع کر دیا۔ چھری کانٹے (cuttery) ایک طرف دھری رہی، مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ مطلب یہ کہ بڑے اہم لوگوں (vips) کی میٹنگ ہے وہ بھی کرسی پر بیٹھ کر ہاتھوں سے کھانا کھا رہے ہیں اور بوٹی نوچ رہے ہیں۔ میں بہت حیران ہوا اور پوچھا کہ آپ نے چھری کانٹے استعمال نہیں کیے۔ انہوں نے کہا: ہمیں ہاتھوں سے کھانا پسند ہے دوسرے کو دیکھا وہ بھی ایسے کھا رہا ہے۔ میں حیران ہوا، میرا تو اپنا کھانا بڑا مشکل ہو گیا۔ یہ آج پہلی دفعہ گوروں کو دیکھا کہ یہ چھری کانٹے چھوڑ کر اس طرح انگلیوں سے کھا رہے ہیں۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو ہمارے پاس پیپر پڑا ہوا تھا۔ میں نے انہیں ہاتھ صاف کرنے کے لیے پیپر دیا لیکن انہوں نے اس سے ہاتھ صاف نہیں کیا بلکہ باقاعدہ انگلیوں کو چاٹا۔ میں نے کہا: where you

learn it? تو اس نے کہا: یہ امریکن ریسرچ میں ہے کہ جب کھانا انگلیوں سے کھایا جاتا ہے تو انگلیوں میں جو مسام ہیں ان میں پلازمہ خاص طور پر خارج ہوتا ہے جس کو اگر مائکرو اسکوپ (micro scope) سے دیکھا جائے تو واضح طور پر نظر آتا ہے۔ کہنے لگے: اب ہم چھری کانٹوں کے بجائے انگلیوں سے کھانا پسند کرتے ہیں۔

پلیٹ کو صاف کرنا نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا معمول رہا ہے۔ انگلیوں کو چاٹنے میں جہاں بے شمار طبی فوائد ہیں وہاں پلیٹ کو صاف کرنے میں بھی۔ جدید میڈیکل سائنس کا کہنا ہے کہ کھانے کے برتن کے پیندے میں وٹامنز اور خاص طور پر کھانے کے پیندے میں موجود وٹامن بی کمپلیکس اور ایسے غذائی اجزاء ہوتے ہیں جو تمام کھانے میں کم اور اس پیندے میں زیادہ ہوتے ہیں۔ اغذیہ میں موجود معدنی نمکیات (Mineral Salts) تو صرف پیندے ہی میں ہوتے ہیں"۔

ان تمام تجربات وسائنسی تحقیقات اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں مکمل طور سے نافذ کر لی جائیں تو بہت ساری بیماریوں سے چھٹکارا مل جائے گا۔ چنانچہ صحت وتندرستی کو ہمیشہ بحال رکھنے کے لئے جملہ انسانوں کو نبی ﷺ کے نسخہ کیمیا کو حرز جاں بنانا چاہیے۔

برکت نبوی اور جدید سائنس

برکت ایسا لفظ ہے جو قرآن میں کئی مقامات میں مستعمل ہے۔ قرآن نے بارک' مبارک' برکہ جیسے الفاظ کو استعمال کر کے یہ بتانا چاہا ہے کہ کسی بھی چیز کو بابرکت بنانا یا کسی چیز میں برکت نازل کرنا اللہ تعالی کا کام ہے' اور برکت آسمان سے نازل ہوتی ہے اور زمین سے بھی۔ ارشاد باری تعالی ہے:

,,وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرىٰ آمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ". (الاعراف : ۹۶)

اگر بستی والے ایمان لے آتے تو ہم ان کے اوپر آسمان وزمین سے برکت کو کھول

دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔

یہ آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ برکت کا نزول اوپری حصہ میں ہوتا ہے اور زمین میں بھی جو چیزیں موجود ہیں ان میں اللہ تعالی برکت عطا کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں پیداوار میں اضافہ ہو جاتا ہے یا اس چیز کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس حقیقت کو مزید واضح کیا ہے کہ برکت بالائی حصہ میں نازل ہوتی ہے اور ہر چیز میں برکت ہوتی ہے۔

ایک روایت میں ہے:

,,کُلُوْا مِنْ جَوَانِبِھَا وَ دَعُوْا ذِرْوَتَھَا ' یُبَارِکُ فِیْھَا". اس کے کناروں سے کھاؤ، اس کی بلندی کو چھوڑ دو، اس میں برکت ہوتی ہے۔

دوسری روایت میں ہے:

,,اِذَا أَکَلَ أَحَدُ کُمْ فَلاَ یَاکُلُ مِنْ أَعْلَى الصَّحْفَةِ ' وَلٰکِنْ یَاکُلُ مِنْ أَسْفَلِھَا ' فَاِنَّ الْبَرَکَةَ تَنْزِلُ مِنْ أَعْلاَھَا".

جب تم میں سے کوئی کھائے تو پیالے کی بالائی حصہ سے نہ کھائے' لیکن اس کے نیچے سے کھائے چونکہ برکت اس کے اوپری حصہ میں سے نازل ہوتی ہے۔

ایک اور روایت کے اندر ہے:

"فَاِنَّهُ لاَ یَدْرِیْ فِیْ أَیِّ طَعَامِهِ تَکُوْنُ الْبَرَکَةُ". کھانے کو نہ چھوڑے اور نہ پھینکے کیونکہ انسان نہیں جانتا کہ اس کے کس کھانے میں برکت ہے۔

صحیح سنن ابی داؤد (۳/۲۷۷۳) اور صحیح سنن ابن ماجہ (۳/۱۲۰/۲۶۶۶) کی ان روایتوں سے یہی پتہ چلتا ہے کہ برکت کسی بھی چیز میں بالائی حصہ سے ہی نازل ہوتی ہے' اسی لئے کسی بھی چیز کے نیچے سے نکالنے کی تاکید کی گئی ہے' حتی کہ کھانے میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے کہ اوپر سے نہ کھایا جائے' برتن میں کنارے سے کھایا جائے' بیچ سے نہ کھایا جائے ورنہ برکت کا نزول ختم ہو سکتا ہے اور شکم سیری بھی نہیں ہو سکتی ہے۔

برکت کا نزول ایسا غیر مرئی شئ ہے جس کو صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ کھانے پینے

والی چیزوں میں برکت نازل نہیں ہوتی تو پھر بروقت انسان پریشانی کا شکار ہوتا رہتا' کھانے کی قلت کا برابر گلہ رہتا۔ برکت کا ہی نتیجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو اور دو کا کھانا چار اور چار کا آٹھ آدمیوں کو کفایت کرتا ہے اور اسی میں آسودگی ہو جاتی ہے آخر یہ برکت ہی تو ہو سکتی ہے کہ اس کھانے میں اضافہ ہوتا رہے اور کم کھانے میں کئی آدمی کھا کر آسودہ ہو جائیں۔

جب برکت والی آیتوں اور حدیثوں پر نظر ڈالتے ہیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ برکت اسی وقت نازل ہوتی ہے جب انسان میں ایمان' تقویٰ' طہارت نفس' دینداری جیسے اوصاف حسنہ موجود ہوں' اگر یہ نہیں ہوں گے تو برکت کا نزول بھی کوئی معنی نہیں رکھتا ہے' اگر مشرکین یا بے ایمان و غیر متقی لوگوں کو دولت و ثروت نصیب ہو جائے تو یہ برکت کا نتیجہ نہیں بلکہ ان کے لئے یہی دنیا جنت نما ہے اس طرح تو چوپائے بھی بہت پاتے ہیں اور حساب و کتاب کی پرواہ کئے بغیر ساری چیزیں چٹ کر جاتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی صاحب ثروت ہوتے ہیں تو بلا خوف و خطر اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنے مالوں کا غلط استعمال کرتے ہیں' ان کے مالوں میں ہر طرح کے مال کی آمیزش ہوتی ہے لیکن مومن بندہ جس کے پاس مال کی قلت ہوتی ہے' بھوکا اور پیاسا رہتا ہے تاہم اللہ کی طرف سے اس کے مال میں برکت نازل ہوتی رہتی ہے اور اسی پر وہ قناعت پسندی کا مظاہرہ کرتا ہے اور اپنے پریوار کی بھی اس مال سے پرورش کرتا ہے' ظاہری طور پر دیکھنے میں فقیر محتاج اور تنگ دست و قلاش نظر آتا ہے لیکن ایمان و تقویٰ' طہارت و خشیت کے اوصاف سے مالا مال ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے کم مال میں برکت عطا کرتا ہے اور اپنا گزر بسر اس پر کرتا ہے یوں تو اخروی زندگی میں جنت کی نعمتوں کو پانے کا حقدار وہی ہے جو یہاں تنگی کے باوجود اچھے اعمال کا مالک ہو۔

برکت کا ایک ایسا ہی واقعہ چمپارن کی سرزمین میں سننے کو ملا۔ ایک سادہ لوح فقیر بے نوا نیک دل انسان کا بیان ہے کہ چاول کی ایک ڈیوڑھی تھی' اس کے اندر چاول رکھکر ڈھکن بند کر دیا جاتا اور یہ طریقہ عموی طور پر رائج تھا، غلہ رکھنے والے سامانوں کا بالائی منہ بند کر دیا جاتا اور نیچے سے ایک منہ کھلا رکھا جاتا جس سے گھر والے اناج و غلہ

نکالتے۔ ان کی عورت اس ڈیوڑھی کے نچلے منہ سے نکال کر کھانا بناتی تھی، ڈیوڑھی زیادہ بڑی بھی نہ تھی بلکہ اوسط حجم کی مالک تھی، تھوڑا سا چاول رکھا گیا تھا لیکن اس سے ایک زمانے تک نکال کر پکاتی رہی، یہ اس گھر کی بات ہے جس کا شیوہ ہی ایمان وتقوی کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہے، معمولی حلال کمائی پر گزر کرنا ہے، چھوٹے بچے اور بچیوں کو تعلیم دینا اور قرآن مجید ان کو مفت دینا، غریب بچوں کو کتابیں خرید کر دینا، لوگوں سے بڑی سنجیدگی وخندہ پیشانی کے ساتھ ملنا اور علماء کرام کو بلا کر دعوت کرنا اور غریب بچے اور بچیوں کا تعلیمی حوصلہ بڑھانا ہے۔

ان کا بیان ہے کہ عورت کو ایک دن یہ خیال آیا کہ ڈیوڑھی میں چاول تو کم ہی رکھا گیا تھا لیکن ختم کیوں نہیں ہوتا اس نے برکت کے اس پہلو کو فراموش کیا اور شیطان کے پھندے میں جا پھنسی۔ اس نے بالائی ڈھکن کھولا تا کہ دیکھ لے کہ آخر چاول کیوں ختم نہیں ہوتا، اس خاتون کا بیان تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اس ڈیوڑھی سے کوئی چیز نکلی ہے اور اوپر چلی گئی ہے۔ اس کے نکلنے میں بڑی تیزی تھی۔ ڈھکن کھولنا تھا کہ چاول ختم ہو گیا اور اس کے بعد سے ایسی کیفیت دیکھنے کو نہ ملی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چاول نیچے سے نکالنے میں برکت نازل ہو رہی تھی اور جوں ہی نیت خراب ہوئی کہ نتیجہ سامنے آیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حکیم محمود طارق نے اپنی کتاب سنت نبوی اور جدید سائنس: (۱۹/۲) میں پیرا سائیکالوجی کا کرشمہ کے حوالہ سے مشہور پیرا سائیکالوجسٹ کی تحقیق (Research of Leol paol) بیان کی ہے۔ اسکا کہنا ہے کہ میں نے ہر حرف کی علیحدہ طاقت کو محسوس کیا اور ایسٹرل ورلڈ میں اس کی خاص روشنائیوں کی لہریں محسوس کیں۔ میں نے محسوس کیا کہ جب آدمی کی نیت کردار اور معاملات درست ہوں تو اس کے الفاظ مثبت لہریں بن کر نکلتی ہیں جو کہ غیر مرئی (invisible) طور پر چیزوں کے حجم کو بڑھا دیتی ہیں یا پھر ان کے اندر مثبت لہروں کی زیادتی کی وجہ سے ایک خاص قسم کی تہہ چڑھ جاتی ہے جو تھوڑی بہت سے لوگوں کا پیٹ بھر دیتی ہے لیکن اس میں شرط نیت، معاملات اور اخلاق کی درستگی ہے۔

ان تمام بیانات کی روشنی میں یہ لائق ذکر بات ہے کہ ہر چیز میں برکت ہوتی ہے۔ جب اس میں اخلاص نیت، ایمان وتقوی، طہارت و پاکیزگی موجود ہو اور برکت کا مطلب

ہی ہے نمو و اضافہ اور یہ ہر شیٔ کے اندر پائی جاسکتی ہے۔ چنانچہ جو سنن مبارکہ میں کاموں کے انجام دینے کا طریقہ بتلایا گیا ہے اس کے مطابق انجام دینا ہی موجب برکت ہے۔ اپنی من مانی کرنا اور سنن مبارکہ کو نظر انداز کر دینا ختم برکت کا باعث ہے۔ تمام مسلمانوں کو اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ اپنا ہر کام خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو سنت کے مطابق انجام دیں تاکہ برکت سے محرومی نہ ہو سکے۔

کھانے کے بعد دستر خوان پر بیٹھے رہنا میزبان کے لئے ناگواری کا باعث ہے

دستر خوان پر کھانا کھالینے کے بعد رخصت ہو جانا، میزبان کی اجازت کے بغیر اس پر دیر تک بیٹھ کر گفت وشنید میں مصروف نہ رہنا، اہل خانہ کو تکلیف و مشقت میں مبتلا نہ کرنا ایک مومن کا امتیازی وصف ہے۔ جب کوئی کسی کے یہاں دعوت میں جائے تو اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّا اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نَاظِرِیْنَ اِنٰهُ وَلٰکِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیِیْ مِنْکُمْ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِکُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْکِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا" . (الاحزاب:۳۳/۵۳)

اے ایمان والو: جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی کریم ﷺ کے گھروں میں نہ جایا کرو کھانے کے لئے ایسے وقت میں کہ اس کے پکنے کا انتظار کرتے رہو بلکہ جب بلایا جائے جاؤ اور جب کھا چکو نکل کھڑے ہو، وہیں باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو نبی کو تمہاری اس بات سے تکلیف ہوتی ہے تو وہ لحاظ کر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ (بیان) حق میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا جب تم نبی کریم ﷺ کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو، تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے کامل پاکیزگی یہی ہے۔ نہ تمہیں یہ

جائز ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دو اور نہ تمہیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو (یاد رکھو) اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا (گناہ) ہے۔

حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے:

"اَنَا اَعْلَمُ النَّاسِ بِالْحِجَابِ كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَسْأَلُنِي عَنْهُ أَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عُرُوسًا بِزَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ وَكَانَ تَزَوَّجَهَا بِالْمَدِينَةِ، فَدَعَا النَّاسَ لِلطَّعَامِ بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَجَلَسَ مَعَهُ رِجَالٌ بَعْدَ مَا قَامَ الْقَوْمُ حَتَّى قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ فَمَشَى وَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتَّى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ، ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا، فَرَجَعَ، فَرَجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ مَكَانَهُمْ فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ الثَّانِيَةَ بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ قَدْ قَامُوا فَضَرَبَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ سِتْرًا وَأَنْزَلَ الْحِجَابُ". (صحیح بخاری مع الفتح: ۱۲/۳۷، (۵۴۶۶) کتاب الاطعمہ، باب قول اللہ، فاذا طعمتم فانتشروا)

میں سب لوگوں سے زیادہ پردہ کے حال سے واقف ہوں۔ ابی بن کعب مجھ سے پردے کا حال دریافت کرتے، ہوا یہ کہ آنحضور ﷺ دولہا بنے، آپ نے مدینہ کے اندر حضرت زینبؓ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا لوگوں کو دن چڑھے (بوقت چاشت) کھانے کے لئے بلایا جب لوگوں نے کھانا کھا لیا کچھ چلے گئے اور چند افراد نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھے رہے۔ آپ ﷺ وہاں سے اٹھ کر چلے، میں بھی آپ کے ساتھ چلا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے پر پہنچ کر یہ خیال کیا کہ وہ لوگ چلے گئے ہوں گے، لوٹ کر آئے میں بھی آپ کے ساتھ لوٹا۔ دیکھا کہ وہ لوگ اپنی جگہ پر بیٹھے ہیں، آپ ﷺ وہاں سے واپس ہو گئے۔ حضرت عائشہ کے حجرے پر پہنچے پھر واپس آئے اس وقت دیکھا تو وہ لوگ چلے گئے تھے۔ پھر آپ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ حائل کر لیا اور پردے کا حکم نازل ہوا۔

کھانے والے برتنوں میں ہاتھ دھونے کا شرعی حکم

اس باب میں تلاش بسیار کے باوجود کوئی ایسی حدیث نہ مل سکی جو اس بات کی بین دلیل ہو کہ کھانے والے برتنوں میں ہاتھ دھونے سے برکت ختم ہو جاتی ہے یا طبی نقطہ نظر سے کوئی خرابی لازم آتی ہے یا ایسا کرنے سے محمد عربی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

ابن مفلح مقدسی نے اپنی کتاب الآداب الشرعیہ (۱۵۲/۳) میں بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن حامد سے منقول ہے کہ کھانے والے برتنوں میں ہاتھ دھونا مکروہ نہیں ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا ہے۔ اس کے بارے میں احمد سے ایک نص وارد ہے اور علماء کرام کا یہی شیوہ رہا ہے نیز ہم لوگ اسے کرتے ہیں، نا خواندہ حضرت اسے ناپسند کرتے ہیں حالانکہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا ایک روایت کے پیش نظر مسنون ہے۔

اولا جو چیز ہاتھ دھونے کے لئے پیش کی جائے اسے ہٹایا نہ جائے یہاں تک کہ تمام لوگ اپنے ہاتھوں کو دھولیں، ان برتنوں کا ہٹالینا عجمیوں کا فیشن ہے۔

جہاں مخصوص برتن ہو جس میں عموماً لوگ ہاتھ دھویا کرتے ہوں تو کوئی حرج کی بات نہیں ورنہ اس کھانے والے برتنوں میں ہاتھ دھولینا مکروہ نہیں ہے۔

البتہ جہاں معاشرے میں لوگ بخوشی اس کام کو برت رہے ہوں یعنی کھانے والے برتنوں میں ہاتھ نہ دھونا تو وہاں اس کے مطابق کام کرنا خلاف شریعت بھی نہیں اور نہ ہی یہ کام شرعی امور کے منافی ہے۔

کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھونے میں حکمت

مذہب اسلام طہارت و پاکیزگی کا علم بردار ہے۔ اس کے زریں اصول قابل اتباع ہیں۔ اس نے جہاں جسمانی نجاستوں کے ازالہ کا حتمی حکم دیا ہے بعینہ کھانے اور پینے سے فارغ ہونے کے بعد غبار آلود یا نجاست آلود ہاتھوں کی صفائی پر مکمل توجہ دی ہے۔

ہاتھوں کے دھونے میں انسانی امراض سے بچاؤ سب سے بڑا فائدہ ہے۔ صفائی نہ

ہونے کی صورت میں جبکہ ہاتھ غبار آلود اور کیچڑ آمیز ہو طرح طرح کے نقصانات کا ڈر ہے اور انسان کے جسموں میں مختلف طرح کی بیماریوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، بہر حال طبی نقطہ نظر سے اس کی صفائی پر کافی توجہ دینا ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مَنْ نَامَ وَفِي يَدِهِ غَمْرٌ وَلَمْ يَغْسِلْهُ فَاَصَابَهُ شَيْئٌ فَلاَ يَلُوْمَنَّ اِلاَّ نَفْسَهُ''.

(سنن ابی داود مع العون: ۱۰/ ۲۳۶ (۳۸۴۶) باب فی غسل الید بعد الطعام، سنن ترمذی ۲/ ۱۶۸ (۱۹۳۸) باب من بات وفی یدہ ریح غمر، سنن ابن ماجہ: ۲/ ۲۳۰ (۳۲۹۶) کتاب الاطعمہ۔ علامہ ناصر الدین البانیؒ نے صحیح سنن ابن ماجہ (۲۶۶۶) میں صحیح قرار دیا ہے)۔

''کوئی شخص سوئے اور اس کے ہاتھ میں گوشت کی چکناہٹ یا اس طرح کی کوئی چیز لگی ہو اور اسے دھویا نہ ہو تو کسی چیز کے لاحق ہونے پر وہ اپنی ہی ملامت کرے''۔

اس حدیث رسول سے واضح ہوا کہ ملوث ہاتھ ہونے کی صورت میں اذیت رساں حیوانات کے ذریعہ بحالت خوابیدگی تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ بہت ایسے زہریلے کیڑے مکوڑے ہوتے ہیں جن کے ڈنک مارنے کے بعد بقضاء وقدر جاں بخشی کی امید بہت کم ہوتی ہے یا اس سے برص کی بیماری ہونے کا غالب ہوتا امکان ہے۔

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دودھ پیا، پانی طلب کیا اور کلی کی پھر فرمایا۔ اس کے اندر چکناہٹ ہوتی ہے۔ (صحیح بخاری: ۱۰/ ۳۱۳ (۲۱۱) کتاب الوضوء، صحیح مسلم: ۱/ ۴/ ۲۷ (۹۵) کتاب الحیض)

بخاری ومسلم اور سنن کی روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھونا بہتر ہے۔ خصوصاً جب ہاتھ غبار آلود ہوں یا اس کے اندر چربی لگی ہو یا چکناہٹ موجود ہو تو انہیں اذیت رسانی سے محفوظ رکھنے کے لئے ہاتھوں کا دھونا ضروری ہے۔

کھانے سے فراغت کے بعد تولیہ یا رومال سے ہاتھ صاف کرنا

کھانے سے فراغت کے بعد انسان اپنا ہاتھ دھونا بہتر خیال کرتا ہے لیکن سوال یہ

ہے کہ ہاتھوں کو تولیہ یا رومال سے صاف کرے یا کیا کرے؟ اس سلسلہ میں بتانا یہ ہے کہ ہاتھوں کو صاف کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن نبی ﷺ کی تعلیم یہ ہے:

"لَا يَمْسَحُ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعِقَ اَصَابِعَهُ". (مسلم:۲۰۲۳/۱۳۴)

یعنی اپنے ہاتھ کو تولیہ سے صاف نہ کرے یہاں تک کہ وہ اپنی انگلیاں چاٹ کر صاف کرلے۔ نبوی تعلیمات کے مطابق انگلیوں کو چاٹ کر صاف کرنا پہلے ہے اور رومال ،تولیہ یا کسی کپڑے سے ہاتھ کو صاف کرنا بعد میں ہے۔

بسا اوقات آدمی خشک چیزیں کھاتا ہے جن سے ہاتھ میں کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے اور نہ انگلیاں تر ہوتی ہیں، کبھی سیال و تر چیزیں کھاتا ہے جن سے ہاتھوں کی انگلیوں میں بہت ساری چیزیں لگ جاتی ہیں تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

عہد رسالت میں جب کھانے کے انواع واقسام پر نظر ڈالی جائے تو بہت کم اس طرح کے کھانے ملتے ہیں جن میں سیال مادہ ہو اور ان کے کھانے سے انگلیاں تر ہو جاتی ہوں۔ آج کل تو کھانے کئی طرح کے ہیں اور خوردنی اشیاء کی فراوانی ہے۔ خشک وسیال صفت کھانوں کی کثرت ہے، کھانے کے بعد صحابہ کرام کیا کرتے تھے اس کے بارے میں واقفیت کے لئے سعید بن حارث کی روایت کا ذکر مناسب ہے۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے "مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ" یعنی آگ سے پکی چیزوں کو کھانے سے وضو کرنے کا حکم دریافت کیا کہ کیا ہم ان کو کھانے کے بعد وضو کریں یا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ہم زمانہ رسالت میں اس قسم کے کھانے بہت کم پاتے تھے۔ جب ہم پاتے تو ہمارے پاس رومال بھی میسر نہ تھے، چنانچہ ہماری ہتھیلیاں، ہماری کلائیاں اور ہمارے پاؤں ہوا کرتے تھے (یعنی ہم ہاتھوں کو انہی پر مل کر صاف کرلیا کرتے تھے) پھر ہم نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے تھے۔ (بخاری:۹/۵۰۱)

آج کل ہوٹلوں، ریستوران میں ٹیشو پیپر (Tissue paper) رکھے ہوتے ہیں یا تولیہ مغسلہ کے پاس لٹکادی جاتی ہے جن سے ہاتھوں کو پانی اور صابن سے صاف کر

کے خشک کیا جاتا ہے، دیکھا یہ گیا ہے کہ تولیہ یا رومال اکثر گندے ہوتے ہیں یا پانی سے تر ہو جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ اپنے ہاتھوں کو اس میں صاف کرتے ہیں ان کو بدلا بھی نہیں جاتا اور نہ ہی ہر کھانے والوں کے لئے الگ الگ تولیہ کا انتظام کیا جاتا ہے، ایسے رومال اور تولیہ میں ہاتھ صاف کرنا دراصل کسی بیماری کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ماہرین اطباء نے اپنی تحقیق کی روشنی میں بیان کیا ہے کہ اس طرح کے رومال اور تولیہ سے ہاتھ صاف کرنے میں متعدی امراض (Infectional Diseases) مثلاً ہیضہ ،طاعون ،ٹائیفائڈ، ٹی بی وائرس یرقان (Jaundice) اور انفلوئنزا ہاتھوں کے ذریعہ جسم میں منتقل ہو جاتے ہیں اور ان کے پھیل جانے کا امکان بہت زیادہ ہوتا ہے چنانچہ اس طرح کے کپڑوں میں ہاتھ صاف کرنے سے بچنا چاہیے جہاں تک ٹیشو کاغذ (Tissu paper) کا سوال ہے تو آدمی اس کو تنہا استعمال کرتا ہے اور پھینک دیتا ہے یہ سائنس کی جدید ایجاد ہے اور اس کے استعمال میں شرعاً کوئی قباحت بھی نہیں ہے۔ اگر سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اس سے کسی مرض کے لاحق ہونے کا خدشہ ہو تو اسلامی تعلیمات کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے بچا جائے اور کسی مرض کو دعوت نہ دی جائے ،اسی طرح رومال اور تولیہ بھی آدمی تنہا استعمال کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور نہ ان چیزوں کے استعمال سے شریعت منع کرتی ہے بلکہ انسان کو یہ چیزیں پا کر اللہ تعالیٰ کی نعمت خیال کرنی چاہیے، ان کی قدر ہونی چاہیے اور ان کے صحیح استعمال پر اللہ کا شکر بجالانا چاہیے۔

کھانے کے بعد منہ دھونا

کھانے سے فراغت کے بعد منہ دھونا مستحب ہے اور ہر اعتبار سے بہتر بھی کہ آدمی اس وہم میں مبتلا نہ رہے کہ اس کے منہ میں کوئی چیز لگی ہوئی ہے، خصوصاً مائع اور سیال قسم کی چیزوں کے بعد منہ دھونا اسلیئے ہے کہ انکے کھانے اور پینے کے بعد منہ میں ان کے اثرات کے باقی رہ جانے کا قوی امکان ہوتا ہے یہ جدید سائنس کا ہی تقاضا نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ کا معمول بھی رہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ وَقَالَ: إِنَّ لَهُ دَسَمًا“.

(بخاری مع الفتح: ۱/۴۰۸ (۲۱۱)

یعنی نبی ﷺ نے دودھ پیا پھر پانی منگایا، کلی کیا اور فرمایا: اس میں چربی ہے۔

علامہ نووی نے اس کے ضمن میں لکھا ہے:

”فِيهِ اسْتِحْبَابُ الْمَضْمَضَةِ مِنْ شُرْبِ اللَّبَنِ قَالَ الْعُلَمَاءُ وَكَذٰلِكَ غَيْرَهُ مِنَ الْمَأْكُوْلِ وَالْمَشْرُوْبِ تَسْتَحِبُّ الْمَضْمَضَةَ وَلِئَلَّا تَبْقَى مِنْهُ بَقَايَا يَبْتَلِعُهَا فِيْ حَالِ الصَّلَاةِ وَلِتَنْقَطِعَ لُزَجَتُهُ وَدَسَمُهُ وَيَتَطَهَّرُ فَمُهُ“. (المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج: ۴/۲۶۹)

اس میں دودھ پی کر کلی کرنے کا استحباب معلوم ہوا۔ علماء کا بیان ہے کہ اسی طرح کی دوسری چیزیں کھانے اور پینے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے اور اس کی علت یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز نہ باقی رہے کہ نماز کی حالت میں اس کو نگلتا رہے اور اس کی چیچپاہٹ اور چکناہٹ ختم ہو جائے اور منہ پاک ہو جائے۔

اس کے مقابلہ میں سنن ابی داود: ۱/۸۴ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث ”ان رسول اللہ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا فَلَمْ يُمَضْمِضْ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَصَلَّى“ مروی ہے۔ وہ دودھ پینے کے بعد کلی کرنے کے استحباب پر دلالت کرتی ہے یعنی کلی کرنا واجب نہیں ہے۔

کھانے کے بعد مسواک کرنا

مسواک دانتوں کی صفائی اور اس میں جو بدبو پیدا ہو چکی ہو ان کے ازالہ میں معاون ہے مسواک کرنا نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ کرام اس کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ خالد حذاء جہنی تو اپنے کان پر کاتبوں کی طرح مسواک رکھا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے مسواک کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

”لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلَى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ“.

(بخاری مع الفتح:۳۸۱/۲۔مسلم مع النووی:۱۳۵/۳)

اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں اس کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

علامہ ابن قیم نے زادالمعاد: (۳۲۳/۴) میں لکھا ہے :

”وَفِي السَّوَاكِ عِدَّةُ مَنَافِعَ :يُطِيبُ الْفَمَ وَيَشُدُّ اللِّثَةَ ،وَيَقْطَعُ الْبَلْغَمَ ، وَيَجْلُو الْبَصَرَ ،وَيَذْهَبُ بِالْحَفَرِ، وَيَصِحُّ الْمِعْدَةَ ،وَيُصَفِّي الصَّوْتَ ،وَيُعِينُ عَلَى هَضْمِ الطَّعَامِ ،وَيُسَهِّلُ مَجَارِي الْكَلَامِ، وَيُنَشِّطُ لِلْقِرَائَةِ وَالذِّكْرِ وَالصَّلَاةِ، وَيَطْرُدُ السَّرْمَ ،وَيُرْضِي الرَّبَّ، وَيُعْجِبُ الْمَلَائِكَةَ،وَيُكْثِرُ الْحَسَنَاتِ “.

مسواک کرنے میں کئی فائدے ہیں ۔منہ پاکیزہ وخوشگوار ہوتا ہے۔مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں ۔بلغم ختم ہوتا رہتا ہے۔نگاہ تیز ہوتی ہے۔خصر رفع ہوجاتا ہے۔معدہ درست رہتا ہے۔آواز صاف ہوتی ہے۔کھانے کے ہضم ہونے میں معاون ہے۔کلام کے جاری ہونے کی جگہیں آسان ہوجاتی ہیں۔قراءت،ذکر و نماز کے لئے نشیط ہوجاتا ہے۔سرم بھاگ جاتا ہے۔رب راضی ہوتا ہے۔فرشتے پسند کرتے ہیں اور نیکیاں زیادہ ہوتی ہیں۔

کھانے کے بعد دانتوں کا خلال کرنا

خلال کرنا آدمیوں کی عام عادت بن گئی ہے۔بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنے سر کے بالوں میں خلال کے لئے پتلی لکڑیاں ڈالے رہتے ہیں یا جیبوں میں ایسی چیزیں رکھے رہتے ہیں جن سے کھانے کے بعد خلال کرسکتے ہوں۔

خلال کے بارے میں ابوایوب انصاری کی ایک حدیث ہے۔”حَبَّذَا الْمُتَخَلِّلُوْنَ،اِنْ تَخَلَّلَ بَيْنَ اَصَابِعِكَ بِالْمَاءِ ،وَاِنْ تَخَلَّلَ مِنَ الطَّعَامِ“۔ کتنے اچھے ہیں خلال کرنے والے،یا وہ اپنی انگلیوں کا پانی سے خلال کرتے ہیں یا کھانے کے بعد خلال کرتے ہیں۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۵/۱،مسند احمد:۴۱۶/۵)ضعیف ہے)

علامہ البانی نے ارواء الغلیل: (۷/۳۵) میں اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن عبداللہ بن عمر کا یہ قول "اِنَّ فَضْلَ الطَّعَامِ الَّذِیْ یَبْقٰی بَیْنَ الْاَخْرَاسِ یُوْهِمُ الْاَخْرَاسَ" جو معجم طبرانی کے حوالہ سے علامہ البانی نے ارواء الغلیل: (۷/۳۳) میں ذکر کیا ہے وہ صحیح ہے۔

کھانے کے بعد کی دعائیں

خورش ایک مستقل عبادت ہے جبکہ آدمی کی یہی نیت ہو کہ کھانا اور پینا عبادت کے لئے تقویت کا سامان ہے، اگر غذاؤں کے استعمال میں نیت خالص رہے گی تو کھانے اور پینے میں بندہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا، چنانچہ کھانے اور پینے کے شروع میں "بسم اللہ" اور فراغت کے بعد حمد الٰہی کرنی چاہیے۔ کھانے کے بعد کی دعائیں درج ذیل ہیں:

حضرت ابوامامہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کھانا کھالینے کے بعد جب دسترخوان اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا".

(صحیح بخاری: ۱۳/۳۶۲ (۵۴۵۸) - الفتح، کتاب الاطعمۃ۔ صحیح سنن ابی داؤد: ۳/۷۳۰ (۳۸۴۹))

بہت زیادہ پاکیزہ بابرکت جملہ تعریفات اللہ ہی کے لئے ہیں جو اللہ کی ادنی نعمت کے بالمقابل ناکافی ہیں نہ تو تعریف چھوڑی جاسکتی ہے۔ اے ہمارے رب اور نہ اس سے بے نیازی برتی جاسکتی ہے۔

دوسری روایت میں ہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَفَانَا وَأَرْوَانَا غَيْرَ مُكْفِيٍّ وَلَا مَكْفُوْرٍ". (صحیح بخاری مع الفتح ۱۲/۳۶۲ (۵۴۵۹))

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں پیٹ بھر کھلایا، ہمیں سیرابی بخشی، یہ شکر ایسا نہیں ہے کہ ایک بار میں ختم ہو جائے یا پھر ناشکری کی جائے۔

عبدالرحمٰن بن جبیر کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ کی آٹھ سالہ خدمت کی۔ اس کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے کھانا آتا تو آپ "بسم اللہ" کہتے

اور فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

"اَللّٰهُمَّ اَطْعَمْتَ وَسَقَيْتَ وَاغْنَيْتَ وَاقْنَيْتَ وَهَدَيْتَ وَاَحْيَيْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا اَعْطَيْتَ". (مسند احمد: ۴/۶۲، ۳۳۷، ۵/۳۷۵، سنن کبریٰ نسائی: ۴/۲۰۲، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۴۵۶، علامہ ابن حجر نے فتح الباری: (۱۲/۳۶۴) میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے)۔

اے اللہ! تو نے کھلایا، پلایا، غنی کیا، خوش کیا، ہدایت دی، اور زندہ کیا چنانچہ تیری عطا کردہ چیز پر تیری ہی تعریف ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کھانے اور پینے کے وقت یہ پڑھا کرتے تھے۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَ وَسَقٰى وَسَوَّغَهٗ وَجَعَلَ لَهٗ مَخْرَجًا".

(سنن ابی داود مع العون: ۱۰/۲۳۶ (۳۸۴۵) کتاب الاطعمہ، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ص ۴۷۱، علامہ البانی نے "صحیح ابی داود: ۲/۷۳۰ (۳۸۵۱) میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے)۔

تمام تعریف اسی اللہ کے لیے ہے جس نے کھلایا، پلایا اور اسے بآسانی حلق سے نیچے اتار دیا اور اس کے نکلنے کی راہ بنائی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنِىْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّىْ وَلَا قُوَّةٍ". (صحیح سنن ابن ماجہ: ۲/۲۲۸ (۲۶۵۶) کتاب الاطعمہ، صحیح سنن ترمذی: ۳/۱۵۹ (۳۷۰۳) علامہ البانی نے اسے ارواء الغلیل: ۴۸۷ (۱۹۸۹) اور صحیح سنن ابن ماجہ (۳۲۸۵) میں حسن قرار دیا ہے)۔

جس نے کھانا کھا کر یہ دعا پڑھی تو اس کے اگلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

فائدہ: کھانے کے بعد کی دعا جس کو لوگ بکثرت پڑھا کرتے ہیں وہ ضعیف ہے۔

حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھانے سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھا کرتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ".

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمانوں میں سے ایک مسلمان بنایا۔

یہ حدیث ضعیف ہے۔شعیب ارناؤوط نے شرح السنہ للبغوی: (۱۱/۲۷۹) میں یہ بیان کیا ہے کہ ابن علان نے شرح الاذکار: (۵/۲۲۹) میں نقل کیا ہے کہ ابن حجر عسقلانی نے اسے بطریق امام احمد: (۳/۹۸) روایت کرنے کے بعد ''الامالی'' میں حسن قرار دیا ہے لیکن یہ حسن قرار دینا تمام ائمہ کرام کے نزدیک محل نظر ہے کیوں کہ اس کی سند میں اسماعیل مجہول راوی ہے۔علامہ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ملاحظہ ہو: ضعیف سنن ابی داؤد (۳۸۵۰)، ضعیف سنن ابن ماجہ (۳۲۸۳)۔

محقق بدر عبداللہ البدر نے بھی الدعوات الکبیر للبیہقی: (۲/۲۲۶) کے اندر اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

کھانے سے فراغت کے بعد میزبان کے حق میں دعا کرنا

جہاں میزبان مہمانوں کے آداب ضیافت کا التزام کرتا ہے وہیں مہمانوں کا حق بنتا ہے کہ وہ میزبان کے لئے دعا کرے۔

حضرت عبداللہ بن بسرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے والد کے پاس تشریف لائے۔ہم لوگوں نے کھانا اور وطبہ (یہ ایک قسم کا کھانا ہے جو کھجور پنیر اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے دیکھئے: جامع الاصول: ۷/۳۹۷) آپ کی خدمت میں پیش کیا۔آپ نے اسے کھایا، کھجور کھاتے اور گٹھلی کو دونوں انگلیوں کے درمیان رکھتے یعنی گٹھلیاں کھجور میں نہیں ملاتے، انہیں الگ رکھتے، پانی پیا اور جو آپ کے داہنی جانب تھا اسے دیدیا، میرے والد نے آپ کے سواری کی نکیل تھام لی اور کہا کہ آپ میرے لئے دعا کر دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا:

''اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ فَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ''. (صحیح مسلم مع النووی: ۱۳/۲۲۷ (۱۴۶) سنن ترمذی مع التحفہ: ۱۰/۲۹، عمل الیوم واللیلۃ ص ۲۷۷)

اے اللہ! تو ان کی روزی میں برکت دے، ان کی بخشش فرما اور ان پر رحم کر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری کے گھر گئے، ان کے پاس کھانا کھایا، جب نکلنے کا ارادہ کیا تو گھر کے ایک گوشہ میں دری بچھانے کا حکم دیا، آپ نے نماز ادا کی اور ان کے لئے دعا کی۔

دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، جہاں آپ کی خدمت میں روٹی اور تیل پیش کیا گیا، آپ نے کھانے کے بعد یہ دعا کی:

"اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ".

(ابوداود: (۳۸۵۴) شعیب ارناوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ ابن حبان (۱۳۵۳) نے بھی عبداللہ بن زبیر والی روایت کو صحیح قرار دیا ہے)۔

تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا، نیکو کاروں نے کھانا کھایا اور فرشتوں نے تمہارے اوپر رحمت و برکت کی دعائیں کیں۔

ان روایتوں کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ یہاں یونہی کھا کر رہ جانا کافی نہیں ہے بلکہ کھانے والے کا حق بنتا ہے کہ وہ اس کے بارے میں دعا کرے، خیر و برکت کی دعائیں اور بھلی باتیں، ایسی باتیں ہرگز بیان نہ کرے جو دل شکن ہوں۔

بعض فقہاء (الفتاوی الہندیۃ: ۳۴۴/۵) کا بیان ہے کہ میزبان کا مہمان کے اوپر یہ حق ہے کہ وہ وہیں بیٹھے جہاں میزبان بیٹھائے ان چیزوں کو خوشی خوشی کھائے جو اس کے سامنے پیش کرے، میزبان کی اجازت کے بغیر کھڑا نہ ہو، وہاں سے رخصت ہوتے وقت میزبان کے حق میں رحمت و برکت اور فراخی و وسعت کی دعا کرے۔

کھانے کے بعد قیلولہ کرنا مسنون ہے

دوپہر کھانے کے بعد تھوڑی دیر آرام کرنے کا نام قیلولہ ہے۔ یہ اوقات ان اوقات ممنوعہ میں سے ایک ہے جن میں بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے ۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہ معمول تھا کہ دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ کرتے تھے۔ بخاری و مسلم کے اندر حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ دوپہر میں کھانا تناول فرماتے تھے اور قیلولہ کرتے تھے اور یہ کام نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد ہوا کرتا تھا۔ مسلم کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ یہ کام زمانہ رسالت میں ہوا کرتا تھا۔

قیلولہ نہ کرنا شیطانی صفت ہے اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے قیلولہ کرنے کا حکم دیا ہے۔طبرانی اوسط میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ,,قِیلُوا فَاِنَّ الشَّیطَانَ لاَیَقِیلُ ''. یعنی قیلولہ کرو یقیناً شیطان قیلولہ نہیں کرتا ہے۔

قرآن کریم نے اس وقت کی اہمیت کو بایں معنی واضح کیا ہے کہ دوپہر کا وقت تھوڑی دیر آرام کرنے کا ہے اور اس میں بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونا ممنوع ہے۔صحابہ کرام نے اس کو اپنی زندگی میں اپنا معمول بنایا۔

اس کے اندر اللہ تعالی نے بہت سی حکمتیں پنہاں رکھی ہیں ۔یہ تعلیم نبی کو دی گئی اور نبی نے صحابہ کرام کو دیا۔جدید میڈیکل سائنس کے مطابق قیلولہ بے شمار امراض کا تریاق ہے۔ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ قیلولہ سے انسان بے خوابی اور نفسیاتی امراض سے کلی طور پر بچ جاتا ہے۔آدمی کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے۔ہاں !اگر تھوڑی دیر اسے راحت مل جاتی ہے تو پھر وہ نشیط ہو کر کاموں کے لائق بن جاتا ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ قیلولہ سے جہاں آدمی دن کے باقی حصوں کو تازگی اور نشاط کے ساتھ گزارتا ہے وہاں بے شمار نفسیاتی امراض اور دماغی امراض (Mental Diseases) سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

قیلولہ ضرورت کے مطابق ہو اور صرف دوپہر کے کھانوں کے بعد ہی مسنون ہے ۔یہ نہیں کہ صبح کھانا کھایا جیسا کہ دیہاتوں میں اس کا عام رواج ہے اور اس کے بعد لیٹ گئے تو پورا دن یونہی نکل گیا، قیلولہ رات کے کھانے کے بعد بھی متصور نہیں ہے۔زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ قیلولہ جسمانی راحت وسکون کے لئے بہتر ہے۔اگر آدمی زیادہ سونے کا عادی بن جائے تو جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں ایسا شخص سستی وکسل مندی، مرگی (Epilepsy)، اختناق الرحم یا ہسٹریا (Hysteria) بے خوابی اور آنکھوں کے امراض (Eye Diseases) کا شکار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کم سونا بہترین عادت ہے اور معمولات زندگی کو سنت کے مطابق ڈھالنے ہی میں فائدہ ہے۔

۴فروری ۲۰۰۷ء کے اخباری بیان کے مطابق محققین کی رپورٹ یہ ہے کہ مستقل قیلولہ

کرنا دل کے لئے مفید ہے۔تقریباً ۲۴ ہزار یونانی بالغ مرد وخواتین پر ۶ سال تک کی گئی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ جو لوگ دوپہر بعد قیلولہ کرنے کے عادی ہیں ان میں دل کی بیماری سے موت کا خطرہ دوسرے کے مقابلے تین گنا کم ہوتا ہے جو قیلولہ نہیں کرتے ان کے مقابلے میں ایسے افراد میں جو ہفتے میں کم از کم تین دن سے کم ۳۰ منٹ قیلولہ کرتے تھے دل کی بیماریوں سے مرنے کا خطرہ ۳۷ فیصد کم پایا گیا' ہارورڈ یونیورسٹی کے محققین نے بتایا کہ یہ تعلق بے روزگار لوگوں کے مقابلے روزگار افراد میں زیادہ پایا گیا کیونکہ قیلولہ کی وجہ سے ان کو تھکان سے راحت ملتی ہے۔محققین کی ٹیم کی انچارج انڈرونکی ناسکا نے بتایا کہ ہم اس نتیجے میں پہونچے ہیں کہ قیلولہ کرنا لوگوں کے معمولات میں شامل ہے۔محققین کا کہنا ہے کہ قیلولہ نہیں کرنے والوں کے مقابلے میں کبھی قیلولہ کرنے والے بھی دل کی بیماری سے کم مرتے ہیں تاہم مستقل قیلولہ کرنے کی افادیت زیادہ ہے۔سابقہ مطالعات کے برخلاف قیلولہ کے اجمالی اثرات کا جائزہ لیا گیا تھا اس مطالعہ میں دل کی بیماری سے مرنے والوں پر ہی توجہ مرکوز کی گئی۔

☆☆☆

پینے کے اسلامی آداب

اور

جدید سائنس

پینے والے برتن کو کدھر سے بڑھایا جائے

نبی ﷺ کے زمانے میں پینے اور پلانے کا رواج تھا اور وہ کھانے پینے کے آداب کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اگر کوئی مجلس ہو اور آدمی اس میں (پانی یا دودھ وغیرہ) پلا رہا ہو یا چند افراد ہوں اور ان کو پلانا ہو تو پلانے والا کدھر سے پلائے۔ برتن کو پہلے کدھر بڑھائے۔ اس کے سلسلے میں نبی ﷺ کی حدیث واضح ہے۔

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے: "اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ دَارِنَا هٰذِهِ ،فَاسْتَسْقَى ،فَحَلَبْنَا لَهُ شَاةً لَنَا ، ثُمَّ شُبْتُهُ مِنْ مَاءِ بِئْرِنَا هٰذِهِ فَاَعْطَيْتُهُ وَاَبُوْبَكْرٍ عَنْ يَسَارِهِ وَعُمَرُ تُجَاهَهُ وَاَعْرَابِيٌّ عَنْ يَمِيْنِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ عُمَرُ : هٰذَا اَبُوْ بَكْرٍ فَاَعْطَى الْاَعْرَابِيُّ فَضْلَهُ ثُمَّ قَالَ : اَلَا يُمْنُوْنَ ،اَلَايُمْنُوْنَ اَلَا فَيَمِّنُوْا". (بخاری: کتاب الھبۃ: ۲۴۸/۵۔ الفتح مسلم: ۲۰۰/۱۳۔ شرح نووی)

رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر آئے۔ انہوں پینے کے لئے طلب کیا۔ ہمارے پاس جو بکری تھی اس کا دودھ دوہا۔ پھر اپنے کنویں کا پانی ملایا۔ میں نے اسے ان کو دیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دائیں جانب تھے اور عمر ان کے سامنے تھے جبکہ ان کی دائیں جانب ایک اعرابی تھا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ابوبکر ہیں۔ انہوں نے بچا ہوا دودھ دیہاتی کو دیا پھر فرمایا: دائیں والے، دائیں والے۔ سنو! دائیں سے شروع کرو۔

دوسری حدیث میں ہے: "مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا". (ترمذی: (۲۰۰۳) صحیح سنن ابی داود یہ حدیث صحیح ہے: ۲۱۲/۳ (۴۹۴۳)

یعنی جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

تیسری حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"اَرَانِیْ اَتَسَوَّکُ بِسِوَاکٍ فَجَاءَ نِیْ رَجُلَانِ اَحَدُھُمَا اَکْبَرُ مِنُ الآخَرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاکَ الْاَصْغَرَ مِنْھُمَا فَقِیْلَ لِیْ: کَبِّرْ فَدَ فَعْتُہٗ اِلَی الْاَکْبَرِ مِنْھُمَا". (بخاری: ۲۶۴/۱ کتاب الوضوء۔ الفتح)

مجھے دکھایا گیا کہ میں تجھے مسواک دے رہا ہوں کہ میرے پاس دو آدمی آئے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ میں نے ان سے چھوٹے کی طرف مسواک بڑھایا تو مجھ سے کہا گیا: بڑے کو دو۔ چنانچہ میں نے ان میں سے جو بڑا تھا اس کو مسواک دے دیا۔

ایک حدیث میں ہے کہ "کَبِّرِ الْکَبِیْرَ" (بخاری: ۶۵۸/۱۰، کتاب الادب) یعنی بڑے کو بڑا سمجھو (یعنی ہر معاملہ میں اس کو بڑا خیال کر کے ترجیح دو)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پلاتے تو فرماتے:
"ابلؤو ابا لکبیر". (مسند ابی یعلی بسند قوی کمافی الفتح: ۱۰۹/۲) یعنی بڑے سے شروع کیا کرو۔

داہنی طرف سے پلانا اسوہ محمدی ہے

اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ جب کوئی محفل یا کسی جلسہ کا انعقاد ہو یا چند افراد کسی جگہ جمع ہوں یا مہمان کسی کے گھر فروکش ہوں اور انکے درمیان پانی وغیرہ پلانے کا وقت آئے تو اس میں الاقرب فالاقرب اور الاکبر فالاکبر کی رعایت نہ کرتے ہوئے داہنی طرف سے پلانا اسوہ محمدی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ داہنی طرف سے پلایا جائے۔ حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَتٰی بِلَبَنٍ قَدْ شِیْبَ بِمَاءٍ وَعَنْ یَمِیْنِہٖ اَعْرَابِیٌّ، وَعَنْ یَسَارِہٖ اَبُوْ بَکْرٍ فَشَرِبَ ثُمَّ اَعْطَی الْاَعْرَابِیَّ فَقَالَ: اَلْاَیْمَنَ فَالْاَیْمَنَ". (صحیح بخاری مع الفتح: ۶۴۳/۱۲ (۵۶۱۹)، باب الایمن فالایمن فی الشرب، صحیح مسلم مع النووی ۲۱۱/۱۳ (۱۲۴)، سنن ترمذی مع التحفہ: ۱۴/۶ (۱۹۵۵)، صحیح ابن ماجہ: ۱۵۵/۳ (۳۴۸۸) سنن دارمی: ۱۱۸/۲)

رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ لایا گیا، جس میں پانی کی ملاوٹ تھی (یا اس میں پانی ملایا گیا تھا) آپ کی داہنی طرف ایک اعرابی تھا اور آپ کی بائیں طرف ابوبکر تھے چنانچہ آپ نے دودھ پیا اور اعرابی کو دیا اور کہا: الایمن فالایمن (دایاں پھر دایاں)۔

حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت ہے: "اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَتٰی بِشَرَابٍ فَشَرِبَ عَنْهُ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهٖ اَشْيَاخٌ ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ :"اَتَاذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ فَقَالَ الْغُلَامُ : لَا وَاللّٰهِ ! لَا اُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَداً فَتَلَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ يَدِهٖ "(صحیح بخاری مع الفتح: ۱۲/۶۴۴ (۵۶۳۰)، صحیح مسلم مع النووی: ۱۳/۲۱۴ (۱۲۷)

رسول اللہ ﷺ کے پاس پانی یا اس کے مثل چیز لائی گئی، آپ نے پیا اور آپ کی دائیں جانب ایک بچہ تھا اور بائیں طرف بزرگ لوگ تھے۔ آپ نے بچے سے کہا: کیا تو مجھے اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ میں ان لوگوں کو دوں؟ بچے نے کہا: قسم اللہ کی، اے رسول اللہ! میں اپنا حصہ کسی کو نہیں دوں گا۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے اس کے ہاتھ میں رکھ دیا۔

حضرت ابن عباس کی ایک روایت میں ہے: "دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَا وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَلٰى مَيْمُوْنَةَ ، فَجَاءَتْنَا بِاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ، فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ اَنَا عَلٰى يَمِيْنِهٖ ، وَخَالِدٌ عَنْ شِمَالِهٖ، فَقَالَ لِيْ: "الشُّرْبُ لَكَ ، فَاِنْ شِئْتَ آثَرْتَ بِهَا خَالِدًا". فَقُلْتُ : مَا كُنْتُ لِاُوْثِرَ عَلٰى سُوْرِكَ اَحَدًا، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ طَعَامًا فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ، وَمَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَبَنًا فَلْيَقُلْ:"اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ". (صحیح ابن ماجہ: ۳/۱۵۵ (۳۴۸۹)، علامہ البانی نے "سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۵/۴۱۲ (۲۳۲۰) میں اسے حسن قرار دیا ہے)

رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ لایا گیا۔ آپ کی داہنی طرف عبداللہ بن عباسؓ اور بائیں طرف خالد بن ولید تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن عباسؓ سے فرمایا: کیا تو مجھے اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ میں خالد کو پلاؤں؟ ابن عباسؓ نے فرمایا: مجھے پسند نہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کا جھوٹا اپنی ذات پر کسی کو دینے میں ترجیح دوں۔ ابن عباسؓ نے لیا اور پیا

اور خالدؓ نے بھی پیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ کھلائے اس کو کہنا چاہئے: اے اللہ! ہمارے لئے اس میں برکت دے اور اس سے بہتر ہمیں کھلا اور جس کو اللہ تعالیٰ دودھ پلائے تو وہ کہے: اے اللہ ہمارے لئے اس دودھ میں برکت دے اور اس سے زیادہ کردے۔

ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ پانی، دودھ، شربت یا اس طرح کی پینے والی تمام چیزوں کو پلانے والا اپنی داہنی طرف سے پلائے۔ اس کے اندر کسی بڑے اور چھوٹے کی تمیز اسوۂ محمدی کے خلاف ہے۔ یہ اسی صورت میں درست ہے جب وہ شخص جو پلانے والے کی دائیں طرف موجود ہو اس کی اجازت دے دے ورنہ نہیں۔

علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں: ''قُلْتُ: وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهُمَا: "اسْتَسْقِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأُتِیَ....'' وَفِیْهَا بَیَانُ اِنَّ الْبِدْءَ بِهِ لَمْ یَکُنْ لِاَنَّهُ کَبِیْرُ الْقَوْمِ وَ سَیِّدُهُمْ – وَهُوَ کَذٰلِکَ حَقًّا – وَاِنَّمَا لِاَنَّهُ کَانَ هُوَ الطَّالِبُ لِلسُّقْیَا، فَلَامُنَافَاةَ حِیْنَئِذٍ بَیْنَ مَاوَقَعَ، وَبَیْنَ قَوْلِهِ: "اَلْاَیْمَنَ فَالْاَیْمَنَ"، وَلَا تَخْصِیْصَ فِیْ هٰذَا، بَلْ هُوَ عَلٰی عُمُوْمِهِ، بَلْ یُؤَکِّدُ لِاَنَّهُ اِنَّمَا قَالَ ذٰلِکَ بَعْدَ اَنْ صَارَ هُوَ السَّاقِیْ فَاَعْطَاهُ الْاَعْرَابِیُّ دُوْنَ اَبِیْ بَکْرٍ، ثُمَّ قَالَ ذٰلِکَ مُبَیِّنًا اَنَّهُ الْحُکْمُ الشَّرْعِیُّ وَهُوَ اَنْ یَبْدَأَ السَّاقِیْ بِمَنْ عَنْ یَمِیْنِهِ مُطْلَقًا، سِوَاءٌ کَانَ کَبِیْرُ الْقَوْمِ اَمْ لَا، وَلِکَذٰلِکَ اَنَسٌ یَقُوْلُهُ فِیْ رِوَایَةٍ: فَهِیَ سُنَّةٌ، فَهِیَ سُنَّةٌ، فَهِیَ سُنَّةٌ''. (مختصر الشمائل المحمدیہ: ص/۱۱۲)

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں روایتوں میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پانی طلب کیا تو لایا گیا۔۔۔ اس میں وضاحت ہے کہ نبی ﷺ سے آغاز ہوا۔ اس لئے نہیں کہ وہ لوگوں میں بڑے اور ان کے سردار تھے۔ ایسا کرنا حق تھا۔ وہ اس لئے کہ وہ پانی پینے کے طالب تھے۔ جو کچھ ہوا اس کے درمیان اور آپ کے قول کے درمیان ''الایمن فالایمن'' کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے اور نہ ہی اس میں تخصیص ہے۔ بلکہ وہ عموم پر دال ہے۔ بلکہ یہ یقیناً امر ہے کہ ساقی نے اس کے بعد ابوبکر کے علاوہ اعرابی کو دیا۔ پھر وضاحت

سے فرمایا کہ حکم شرعی یہ ہے کہ ساقی اپنے دائیں جانب سے شروع کرے خواہ وہ لوگوں میں بڑا ہو یا نہ ہو۔اور حجرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی روایت میں ایسا ہی کیا ہے کہ یہی سنت ہے، یہی سنت ہے، یہی سنت ہے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: "فِی الْحَدِیْثِ اِنَّ سُنَّةَ الشُّرْبِ الْعَامَّةِ تَقْدِیْمُ الْاَیْمَنِ فِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ وَاَنَّ تَقْدِیْمَ الَّذِیْ عَلَی الْیَمِیْنِ لَیْسَ الْمَعْنَی فِیْهِ، بَلِ الْمَعْنَی فِیْ جِهَةِ الْیَمِیْنِ، وَهُوَ فَضْلُهَا عَلَی جِهَةِ الْیَسَارِ، فَیُؤْخَذُ مِنْهُ أَنَّ ذٰلِکَ لَیْسَ تَرْجِیْحًا لِمَنْ هُوَ عَلَی الْیَمِیْنِ، بَلْ هُوَ تَرْجِیْحٌ لِجِهَةٍ". (فتح الباری ۱/۱۰۹)

حدیث میں ہے کہ پینے کا مسنون طریقہ دایاں کو مقدم کرنا ہے، اس سے یمین پر مقدم کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود جہۃ الیمین ہے اور اس کو جہۃ الیسار پر فضیلت حاصل ہے اس کا مفیہ ہے کہ اس کو یمین پر ترجیح حاصل نہ ہوگا بلکہ جہت یمین کو ترجیحی حیثیت حاصل ہوگی۔

آ گے لکھتے ہیں: "وَیُجْمَعُ بِأَنَّهُ مَحْمُوْلٌ عَلَی الْحَالَةِ الَّتِیْ یَجْلِسُوْنَ فِیْهَا مُتَسَاوِیْنَ مَابَیْنَ یَدَیِ الْکَبِیْرِ اَوْعَنْ یَسَارِهِ کُلِّهِمْ، أَوْخَلْفِهِ اَوْحَیْثُ لاَ یَکُوْنَ فِیْهِمْ، فَتُخَصُّ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ مِنْ عُمُوْمِ تَقْدِیْمِ الْأَیْمَنِ أَوْ یُخَصُّ مِنْ عُمُوْمِ هٰذَا الْأَمْرِ بِالْبِدَائَةِ بِالْکَبِیْرِ مَا اِذَا جَلَسَ بَعْضٌ عَنْ یَمِیْنِ الرَّئِیْسِ وَبَعْضٌ عَنْ یَسَارِهِ، فَفِیْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ یُقَدِّمُ الصَّغِیْرُ عَلَی الْکَبِیْرِ وَالْمَفْضُوْلُ عَلَی الْفَاضِلِ". (حوالہ سابق)

یہ امر متفق ہے کہ اسے ایسی حالت پر محمول کیا جائے جس میں بیٹھتے ہیں یا بڑے کے سامنے ہو یا اس کے بائیں تمام موجود ہوں یا اس کے پیچھے یا ان میں نہ ہو۔اس شکل کو تقدیم ایمن کے عموم سے خاص کیا جائے گا یا اس امر کے عموم سے خاص ہوگا کہ بڑے سے شروع کیا جائے، جب بعض دائیں اور بعض بائیں بیٹھے ہوں اس صورت میں چھوٹے کو بڑے پر اور مفضول کو فاضل پر مقدم کیا جائے گا۔

برتن کے انتخاب کرنے اور انھیں ڈھکنے میں حکمت اور جدید سائنس

جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اِذَا کَانَ جُنَحُ اللَّیۡلُ اِذَا اَمۡسَیۡتُمۡ فَکُفُّوۡا صِبۡیَانَکُمۡ فَاِنَّ الشَّیۡطَانَ یَنۡتَشِرُ حِیۡنَئِذٍ فَاِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنۡ اللَّیۡلِ فَخَلُّوۡهُمۡ وَاغۡلِقُوۡا الۡاَبۡوَابَ وَاذۡکُرُوۡا اسۡمَ اللّٰهِ فَاِنَّ الشَّیۡطَانَ لَا یَفۡتِحُ بَابًا مُغۡلَقًا وَ اَوۡکُوۡا قِرَبَکُمۡ وَاذۡکُرُوۡا اللّٰهَ وَ خَمِّرُوۡا آنِیَتَکُمۡ وَاذۡکُرُوۡا اسۡمَ اللّٰهِ وَلَوۡ اَنۡ تَعۡرِضُوۡا عَلَیۡهَا شَیۡئًا وَاطۡفَئُوۡا مَصَابِیۡحَکُمۡ''.

یعنی جب رات کی تاریکی آجائے یا شام ہو تو اپنے بچوں کو مت نکلنے دو اس لیے کہ شیطان اس وقت پھیل جاتے ہیں پھر جب ایک گھڑی رات گزر جائے تو ان کو چھوڑ دو اور دروازے بند کردو اور اللہ کا نام لو اس لیے کہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا ہے اور اپنی مشکوں پر ڈاٹ لگا دو اور اللہ کا نام لو اور اپنے برتنوں کو ڈھک دو اور اللہ کا نام لو۔ اگر کوئی برتن ڈھانکنے کو نہ ملے تو ان پر آڑے کچھ رکھ دو، اور چراغوں کو بجھا دو۔

دوسری روایت میں ہے: ''غَطُّوۡا الۡاِنَاءَ وَاَوۡکُوۡا السِّقَاءَ وَاغۡلِقُوۡا الۡبَابَ وَاطۡفَئُوۡا السِّرَاجَ فَاِنَّ الشَّیۡطَانَ لَا یَحِلُّ سِقَاءً وَلَا یَفۡتِحُ بَابًا وَلَا یَکۡشِفُ اِنَاءً فَاِنۡ لَمۡ یَجِدۡ اَحَدُکُمۡ اِلَّا اَنۡ یُعۡرِضَ عَلٰی اِنَائِهٖ عُوۡدًا وَیَذۡکُرِ اسۡمَ اللّٰهِ فَلۡیَفۡعَلۡ فَاِنَّ الۡفُوَیۡسِقَةَ تُضۡرِمُ عَلٰی اَهۡلِ الۡبَیۡتِ بَیۡتَهُمۡ''. (مسلم:۱۸۳/۱۳-شرح نووی)

برتنوں کو ڈھک دو، بندھن باندھ دو، دروازہ بند کردو، چراغ بجھا دو، یقیناً شیطان بندھن کو نہیں کھولتا، نہ دروازے کو اور نہ ہی برتن کو۔ جب تم میں سے کوئی کچھ نہ پائے تو اپنے برتن پر لکڑی کا ڈاٹ ڈال دو اور بسم اللہ پڑھ لو، اس لئے کہ چوہیا گھر میں آگ لگا کر گھر والوں کو جلا دیتی ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''غَطُّوۡا الۡاِنَاءَ وَاَوۡکُوۡا السِّقَاءَ فَاِنَّ فِی السَّنَةِ لَیۡلَةٌ یَنۡزِلُ فِیۡهَا وَبَاءٌ، لَا یَمُرُّ بِاِنَاءٍ لَیۡسَ عَلَیۡهِ غِطَاءٌ اَوۡ سِقَاءٌ لَیۡسَ عَلَیۡهِ وِکَاءٌ اِلَّا نَزَلَ فِیۡهِ مِنۡ ذَالِکَ الۡوَبَاءُ''. (مسلم:۱۸۷/۱۳-شرح نووی)

برتنوں کو ڈھانپ دو، بندھنوں کو باندھ دو، سال میں ایک ایسی رات ہوتی ہے جس میں وبا نازل ہوتی ہے اور ہر اس برتن سے اس کا گزر ہوتا ہے جس پر کوئی ڈھکن یا بندھن نہ ہو وہ اس میں داخل ہو جاتی ہے۔

ایک روایت میں ہے: "كُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْمَسَاءِ فَإِنَّ لِلْجِنِّ اِنْتِشَارًا وَ خِطْفَةً". شام کے وقت اپنے بچوں کو روکے رکھو اس لئے کہ وہ ان کے پھیلنے اور اچکنے کا وقت ہوتا ہے۔

بعض فقہا اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ ابن حزم نے لکھا ہے: "فَرَضَ عَلَى مَنْ اَرَادَ النَّوْمَ لَيْلاً اَنْ يُوْكِي قِرْبَتَهُ وَيَخْمِرُ آنِيَتَهُ وَلَوْ بَعُوْدٍ يَعْرُضُهُ عَلَيْهَا وَيَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالَى عَلَى مَا فَعَلَ مِنْ ذَالِكَ وَاَنْ يُطْفِئَ السِّرَاجَ وَيُخْرِجَ النَّارَ مِنْ بَيْتِهِ جُمْلَةً اِلَّا اَنْ يَضْطَرَّ اِلَيْهَا لِبَرْدٍ اَوْ لِمَرَضٍ اَوْ لَتَرْبِيَةِ طِفْلٍ فَمُبَاحٌ لَهُ اَنْ لَا يُطْفِيَ مَا احْتَاجَ اِلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ" (محلی : ۲۲۸/۶)

جو رات میں سونے کا ارادہ رکھے اس کے اوپر فرض ہے کہ وہ اپنے مٹکوں کو ڈھک دے، اپنے برتنوں کو ڈھانپ دے (یعنی ان کا ڈھکن بند کردے) گرچہ ان کے اوپر لکڑی ہی کیوں نہ ہو اور ایسا کرنے پر اللہ کا نام لے (یعنی بسم اللہ پڑھ لے)۔ چراغ کو بجھا دے، اس کے گھر سے روشنی مکمل طور پر نکل جائے الا یہ کہ ٹھنڈک یا بیماری یا نوزائیدہ بچہ کی پرورش کی وجہ سے مجبوراً ایسا کرنا پڑے تو اس کے لئے مباح ہے کہ وہ اپنی ضرورت بھر کی چیزیں نہ بجھائے۔

برتنوں کے اقسام میں سے ایک سقاء کا ذکر ہے اور اس سے مراد وہ برتن ہے جن میں پینے والی چیزیں رکھی جاتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيْذِ اِلَّا فِي سِقَاءٍ فَاشْرَبُوْا فِي الْاَسْقِيَةِ كُلِّهَا. (صحیح مسلم ۱۵۸۴/۳). میں نے تمہیں نبیذ سے منع کیا تھا سوائے برتن کے، تمام برتنوں میں پیا کرو (جو پینے والی جائز چیزیں ہوں)۔

ایک روایت میں ظروف کے الفاظ ہیں جن کا معنی برتن کے ہیں۔ وعاء کا بھی لفظ آیا ہے جو برتن کے معنی میں مستعمل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنِ

اَلْاَشْرِبَةِ فِیْ ظُرُوْفِ الْاَ دَمِ فَا شْرَبُوْ ا فِیْ کُلِّ وِعَاءٍ غَیْرَ اَنْ لاَ تَشْرَبُوْا مُسْکِرًا ". (حوالہ سابق) یعنی میں نے تمہیں ادم کے برتنوں میں پینے سے روکا تھا ہر برتن میں پیا کرو سوائے اس برتن کے جس میں نشہ ملی ہوئی چیزیں ہوں ان میں نہ پیا کرو۔

۳۔ عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: نَهَیْتُکُمْ عَنِ الظُّرُوْفِ وَاِنَّ الظُّرُوْفَ لاَ یَحِلُّ شَیْئًا وَلاَ یَحْرُمُهُ وَکُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ ۔ یعنی میں نے تمہیں برتنوں سے روکا تھا حالانکہ برتن نہ کسی چیز کو حلال کرتا ہے اور نہ اسے حرام کرتا ہے۔ ہر مسکر (نشہ آور) حرام ہے۔

امام نووی نے قاضی کا قول بیان کیا ہے کہ دوسری روایت میں بعض راویوں کی طرف سے تغیر ہے درست یہ ہے۔ "کُنْتُ نَهَیْتُکُمْ اَنْ لاَ تَشْرَبُوْا اِلاَّ فِیْ ظُرُوْفِ الْاَدَمِ"۔ یہاں لفظ الا جو استثناء کے لئے ہے اور اس کا ہونا ضروری ہے حذف کر دیا گیا ہے۔ پہلی روایت میں بھی تغیر ہے درست یہ ہے "فَا شْرَبُوْا فِیْ الْاَ وْعِیَةِ کُلِّهَا" کیوں کہ اسقیہ اور ظروف الادم تو برابر مباح کے درجہ میں ہیں اور ان میں پینے کی اجازت دی گئی ہے۔ ہاں ان کے ماسوا برتنوں میں پینے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں برتنوں میں سے ایک قدح کا استعمال ہے۔ حدیث یہ ہے: " لَقَدْ سَقَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ بِقَدَحٍ هٰذَا الشَّرَابَ کُلَّهُ الْعَسَلَ وَالنَّبِیْذَ وَالْمَاءَ وَاللَّبَنَ". (صحیح مسلم ۱۵۹۱/۳) ابو موسی کی روایت میں ہے۔ "دعا بقدح فیه خذء"۔ (بخاری: ۵۷/۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: " اِنَّ النَّبِیَّ اَتَی لَیْلَةَ اَسْرَی بِهِ بِاِ یْلِیَا بِقَدَحَیْنِ مِنْ خَمْرٍ وَ لَبَنٍ فَنَظَرَ اِلَیْهِمَا فَاَ خَذَا لَّبَنَ، فَقَالَ لَهُ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلاَمُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَاکَ لِلْفِطْرَةِ لَوْاَ خَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُکَ"

(صحیح مسلم ۱۵۹۱/۳)

نبی ﷺ کو رات کے تھوڑے حصہ میں ایلیا (فلسطین) لے جایا گیا تو آپ کے سامنے دو پیالے پیش کئے گئے، ایک شراب کا اور دوسرا دودھ کا تھا۔ آپ نے ان کو دیکھا اور دودھ

کا پیالہ لے لیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے آپ کو فطرت کی طرف رہنمائی کی۔ اگر شراب کا پیالہ اختیار ے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

حضرت ثابت کا بیان ہے: " اَخْرَجَ اِلَيْنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَدْحَ خَشْبٍ غَلِيْظًا بِجَدِيْدٍ، فَقَالَ : يَا ثَابِتُ ! هٰذَا قَدْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ "۔ ہمارے سامنے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سخت لکڑی کا ایک نیا پیالہ لائے اور کہا: اے ثابت! یہ رسول اللہ ﷺ کا پیالہ ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الاشربہ میں عاصم احول کی ایک روایت ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: "رَأَيْتُ قَدْحَ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، وَكَانَ قَدْ تَصَدَّعَ ، فَسَلْسَلَهٗ بِفِضَّةٍ ، قَالَ : وَهُوَ قَدْحٌ جَيِّدٌ عَرِيْضٌ مِنْ نَضَّارٍ (والنضار : خشب معروف). میں نے نبی ﷺ کے پیالہ کو انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھا اور اس کے کنگھے میں تھوڑا ٹوٹا ہوا تھا جس کو چاندی کے تار سے بھرا گیا تھا۔ انہوں نے کہا: یہ معروف لکڑی کا عمدہ چوڑا پیالہ ہے۔

جابر کی روایت میں آنیۃ بمعنی برتن کا ذکر ہے۔ ''خمر و االآنية ''انس کی روایت میں ہے ''دَعَا بِاَنَاءٍ مِنْ مَاءٍ''۔ (صحیح مسلم ۱۵۹۴/۳)

انس کی روایت میں شنۃ ہے: ''بَاتَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِيْ شُنَّةٍ ". (بخاری: ۷۷/۲)

عکراش بن ذویب کی روایت میں جفنۃ کا ذکر ہے:

اَتَى النَّبِيُّ ﷺ بِجَفْنَةٍ كَثِيْرَةِ الثَّرِيْدِ . (ترمذی : ۱۵/٤

عمر بن ابی سلمہ کی روایت میں صحفہ (تھالیاں) کا ذکر ہے: ''وَكَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصُّحْفَةِ''۔ (صحیح مسلم: ۱۵۹۹/۳ کتاب الاشربہ)

انس کی روایت میں مخضب اور اناء من حجر کا ذکر ہے: ''مَخْضَبٌ مِنْ حِجَارَةٍ ''، ''اِنَاءٌ مِنْ حِجَارَةٌ ''۔ (بخاری: ۲۶۱/۱، مسلم ۲۲۷۹)

سہل بن سعد کی روایت میں تور ہے: '' فِيْ تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ ". (صحیح مسلم: ۱۵۰۱/۳)

عبداللہ بن زید کی روایت میں "تور من صفر" اور "تور من ماء" (بخاری :۱/۵۶) کا ذکر ہے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں سونے چاندی کے برتن کا ذکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ شَرِبَ فِیْ اَنَاءٍ مِنْ ذَهْبٍ اَوْ فِضَّةٍ فَاِنَّمَا يُجَرْجِرُفِیْ بَطْنِهٖ نَارًا مِنْ جَهَنَّمَ".

انس بن مالک کی روایت میں "اداوة من ماء" ہے: (صحیح مسلم: ۳/۱۶۳۵) کتاب اللباس والزینۃ (صحیح مسلم: ۱/۲۲۷)

عبداللہ بن حکیم کی روایت میں ہے کہ ہم حذیفہ کے ساتھ مدائن میں تھے تو ایک دیہاتی (جو گاؤں کا سردار تھا) نے چاندی کے پیالہ میں پانی لایا تو حذیفہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: " لاَ تَشْرَبُوْا فِیْ اِنَاءِ الذَّهَبِ اَوِالْفِضَّةِ وَلاَ تَلْبِسُوْا الدِّيْبَاجَ اَوِالْحَرِيْرُ فَاِنَّهٗ لَهُمْ فِی الدُّنْيَا وَهُوَ لَكُمْ فِی الآخِرَةِ يَوْمُ الْقِيَامَةِ "۔ (مسلم: ۳/۱۶۳۷)

سونے یا چاندی کے برتن میں نہ پیو اور دیباج وریشم کے کپڑے نہ پہنو وہ ان کے لئے دنیا میں اور تمہارے لئے بروز قیامت آخرت میں ہے۔

دوسری روایت میں ہے: "وَلاَ تَاكُلُوْ فِیْ صِحَافِهَا فَاِنَّهَا لَهُمْ فِیْ الدُّنْيَا". اس کی (سونے چاندی) تھالیوں میں نہ کھاؤ، بلاشبہ وہ ان کے لئے دنیا میں ہے۔

حسان بن ثابت کی ہمشیرہ ام ثابت بنت ثابت کی روایت میں قربة کا ذکر ہے:

"فک علی رسول اللہ ﷺ نَشْرَبُ مِنْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا". (ترمذی: ۱۸۹۳) ابن ماجہ ۳۴۲۲) اسکی سند صحیح ہے)

انس کی روایت میں اباریق الذهب والفضة (سونے چاندی کا برتن) کا ذکر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو اس حوض پر چاندی اور سونے کے کوزے دیکھے گا جتنے آسمان کے تارے ہیں۔ (مسلم ۶/۲۶ مترجم)

بعض سیرت نگاروں نے پیالہ نبوی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی ﷺ

کے پاس چند ''قدح''یعنی پیالے تھے اور بعض کیمطابق وہ پیالہ جھاؤ کی لکڑی کا تھا،اس کا رنگ زردی مائل تھا اس پر لوہے کا خول چڑھا ہوا تھا۔(واللہ اعلم)

جدید سائنس

جھاؤ کو انگریزی میں ٹمرسک ٹری (Tamarisk Tree) کہا جاتا ہے اوڈاکٹر کرنل چوپڑا نے اس جھاؤ کے پیالے کے بے شمار فوائد بتائے ہیں اس پیالے میں پانی پینے سے جگر کے امراض (Liver Diseases) خاص طور پر ورم جگر (Liver inflammation) استسقاء (Oedema) ختم ہو جاتا ہے اس سے گردوں کی ورم (Inflammation of Kidneys) اور گردوں کی انفلامیشن (Kidnrys infrection) ختم ہو جاتی ہے اور پیشاب کھل کر آتا ہے حتی کہ اس کے پیالے میں پانی پینے سے خون میں صفراوی کیفیت کم ہو کر خون میں چربیلے مواد کولیسٹرول (Cholesterol) اور لسی تھین کم ہو جاتی ہے۔ پتہ (Gall Bladder) میں پتھری بننے والا مواد پیشاب کے ذریعہ نکل جاتا ہے۔(سنت نبوی اور جدید سائنس:۱/۲۱۶)

نبی ﷺ کے پاس کئی طرح کے پیالے اور برتن تھے۔لکڑی کے،شیشے کے اور مٹی کے برتن ہوتے تھے۔سائنسی تحقیقات کی روشنی میں مٹی،لکڑی،چینی اور شیشے کے برتن بیحد مفید ہیں ان میں ضرر اور نقصان کا ادنی خدشہ نہیں ہے لیکن دور جدید میں پلاسٹک نے اتنا عروج حاصل کرلیا ہے کہ روزمرہ استعمال میں آنے والی تمام چیزیں پلاسٹک میں تبدیل ہو گئی ہیں،حالانکہ پلاسٹک کے برتنوں میں کھانا وپینا نقصان دہ ہے۔

ڈاکٹر مائیک فلپ کا بیان ہے کہ ایسے پلاسٹک کے برتنوں میں گرم اشیاء خاص طور پر چائے اور کافی کا پینا بہت مضر ہے۔ یہ مضر اثرات اس وقت اور بھی بڑھ جاتے ہیں جب چائے میں لیموں کا رس ڈال کر پیا جائے کیوں کہ اس طرح پلاسٹک کے برتن کی اندرونی سطح گرمی اور تیزابیت کے اثر سے پگھل کر حل ہونے لگتی ہے ایسی صورت میں ان برتنوں میں چائے پینے سے جو پولیسٹرین جسم میں جائے گی وہ سرطان پیدا کرنے کا باعث بنے گی۔ڈاکٹر فلپ نے لوگوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اب تک کے عام مروجہ برتنوں کو ہی کھانے

پینے میں استعمال کریں"۔

مٹی کے برتن میں یہ خاصیت ہے کہ بہت سے مہلک جراثیم کو اپنے اندر جذب کر لے جیسا کہ چین کے صوبہ یانگ کے تحقیقی مرکز نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ مٹی کے برتن جہاں موسم کی تبدیلی کا مقابلہ کرتے ہیں وہاں یہ جراثیموں کو جذب کرتے ہیں، اگر اس برتن میں جراثیم چلے جائیں وہ اسے جذب کر کے دوسری طرف نکال دیتے ہیں۔

آج پلاسٹک کے برتنوں نے شیشے، چینی اور مٹی و لکڑی کے برتنوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے بلکہ مٹی کا برتن جو اگلے زمانہ میں مروج تھا آج بالکل ختم ہے جبکہ مٹی کے برتنوں میں پانی یا چائے پینے کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ ایلومینیم کے برتن بھی معاشرہ میں خوب رائج ہیں اس کی وجہ جو بھی ہو، تانبے اور پیتل کے برتن بھی کم استعمال ہونے لگے ہیں۔ (سنت نبوی: ۴۴۳/۲)

ایک اخباری رپورٹ میں یہ بات بیان کی گئی تھی کہ انڈین میڈیکل ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ایک سیمینار منعقد ہوا۔ اس میں سائنس داں پروفیسر ڈاکٹر ایس کے اپادھیائے نے پلاسٹک کے بڑھتے ہوئے استعمال پر تشویش کا اظہار کیا: اگر پلاسٹک کے استعمال پر پابندی عائد نہیں کی گئی تو ملک میں نامردی اور کینسر کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ انہوں نے بتایا کہ پلاسٹک بنانے میں تھیلک ایسڈ (thalic acid)، سیسہ اور کیڈ نیم (cadeniam) جیسے نقصان دہ اور مہلک کیمکل ملائے جاتے ہیں اور ان سے تیار کی گئی پلاسٹک تھیلیوں اور برتنوں کے ذریعہ کوڑے کی شکل میں پانی اور زمین میں ان مہلک کیمکل کی آمیزش ہو جاتی ہے اور پانی کے ذریعہ یہ مہلک کیمکل جسم میں چلے جاتے ہیں جس سے صحت پر برے اثرات پڑتے ہیں۔ انہوں نے جدید تحقیقات کے حوالہ سے بتایا کہ پلاسٹک کی تھیلیوں اور برتنوں کے کثرت استعمال سے کینسر اور نامردی جیسے امراض کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ (راشٹریہ سہارا اردو: ۱۹ مارچ ۲۰۰۷ء)

ڈاکٹر وکٹورن کا فیصلہ ہے کہ ایلومینیم کے تمام سالٹ انسانی صحت کے لیے مضر ہیں۔

ڈاکٹر ویلز نے لکھا ہے کہ ایلومینیم کے مرکبات معدے میں پہنچ کر مہلک اثرات دکھائے بغیر نہیں رہتے، اندرونی اعضاء کے تمام پرزے کمزور ہو جاتے ہیں، ان کے

مساموں میں ایلومینیم کے مرکبات جم کر نقصان پہنچاتے ہیں۔

ڈاکٹر ایچ اے شیگن کا کہنا ہے کہ ایلومینیم کے مرکبات معدے میں پہنچ کر بھوک کم کر دیتے ہیں اور بعض اوقات دود (کیڑے) کی نئی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ ان مرکبات کی وجہ سے پیچش، قے اور جی متلانا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر ہلڈ کا فیصلہ ہے کہ یہ مرکبات معدے کی طاقت برباد کرتے ہیں۔ ڈاکٹر جے ویسٹ نائٹ ایف سی ایس نے لکھا ہے کہ ایلومینیم کے برتنوں کا استعمال طبی طور پر مضر ہے۔

ڈاکٹر جارج ڈونلس نے تجربات کے بعد ثابت کیا ہے کہ ایلومینیم کے برتنوں میں کھانا پکانے سے اسکے بعض اجزاء مختلف قسم کے زہریلے مرکبات میں تبدیل ہو کر کھانے میں مل جاتے ہیں اور مختلف طبائع پر مختلف قسم کے مہلک اثرات کا باعث ہوتے ہیں۔ بعض طبیعتیں خصوصیت کے ساتھ ان سمی (زہریلی) اثرات کو قبول کر لیتی ہیں۔ یہ اثرات پہلے پہل نہایت معمولی اور غیر محسوس ہوتے ہیں لیکن سبب کے زائل نہ ہونیکی وجہ سے بڑھتے جاتے ہیں حتیٰ کہ انسان کو اچھا خاصا مریض بنا دیتے ہیں۔

معلوم یہ ہوا کہ ایلومینیم کے برتنوں میں سالٹ کا کافی حصہ موجود ہوتا ہے جو پانی یا پکنے والی چیزوں میں حل ہو کر شامل ہو جاتا ہے۔ یہ مرکبات انتڑیوں کو کمزور بنانے، معدے کے نازک پردوں پر چھوٹے چھوٹے زخم پیدا کرنے، غذا کے ساتھ مل کر غذائیت کو زائل کرنے اور انسانی صحت کو نقصان پہنچانے میں معاون ہیں، ایسے برتنوں کے استعمال سے احتیاط ناگزیر ہے تاکہ انسانی صحت بحال رہے۔

جرمنی کا مشہور ڈاکٹر کرخ لکھتا ہے کہ جس وقت مجھ کو نوشادر کا داء الکلب کے لئے تیر بہدف علاج ہونا دریافت ہو گیا ہے۔ اس وقت سے میں عظیم الشان نبی یعنی محمد ﷺ کی خاص طور پر قدر و منزلت کرتا ہوں اس انکشاف کی راہ میں مجھ کو انہیں کے مبارک قول کی شمع نور نے روشنی دکھائی۔ میں نے ان کی وہ حدیث پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈالے اسکو سات بار دھو ڈالو چھ مرتبہ پانی سے اور ایک مرتبہ مٹی سے۔ یہ حدیث دیکھ کر مجھے خیال آیا: محمد ﷺ جیسے عظیم الشان پیغمبر کی شان میں فضول گوئی نہیں ہو سکتی ضرور

کوئی اس میں مفید راز ہے اور میں نے مٹی کے عنصروں کی کیمیاوی تحلیل کر کے ہر ایک عنصر کا داء الکلب میں الگ استعمال شروع کیا، اخیر میں نوشادر کے تجربہ کی نوبت آتے ہی مجھ پر منکشف ہوگیا کہ مرض کا یہ علاج ہے آنحضرت ﷺ نے مٹی کے برتن کو دھونے کی رغبت کیوں دلائی اس کی وجہ یہ ہے کہ نوشادر ہمیشہ مٹی میں موجود رہتا ہے اور اگر آپ نے محض نوشادر سے برتن دھونے کی ہدایت فرمائی ہوتی تو بسا اوقات اسکا ملنا غیر ممکن ہوتا اس لئے مٹی جو ہر وقت اور ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ برتنوں کی صفائی کیلئے بہترین ذریعہ صفائی ہے۔

(سنت نبوی اور جدید سائنس: ۱/۲۷۹، ۲۸۰)

نبی ﷺ نے بہت پہلے اس کی وضاحت یوں فرمائی: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "طُهُوْرُ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ اِذَا وَلَغَ فِيْهِ الْكَلْبُ اَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَوَّ لَهُنَّ بِالتُّرَابِ". جب تمہارے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس کی پاکی اسی وقت ہوگی جب سات مرتبہ اس کو دھویا جائے۔ پہلی مرتبہ مٹی سے دھویا جائے۔

دوسری روایت میں ہے: "اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْاِنَاءِ فَاغْسِلُوْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَعَفِّرُوْهُ الثَّامِنَةَ فِي التُّرَابِ". (صحیح مسلم: ۱/۲۳۵)

جب کتا برتنوں میں منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھوڈالو اور آٹھویں مرتبہ مٹی سے مل دو۔

ڈاکٹر ہنی مون (Dr. Honeymoon) کے بیان کے مطابق اینٹی سپٹک (Antiseptic) اثرات ہوتے ہیں۔ اس میں نوشادر، فلورائیڈ (Floride) آیوڈین (Iodine) کیلشیم (Calcium) اور فاسفورس (Phosohors) وغیرہ جیسے اجزاء ہوتے ہیں جو جسم انسانی کی ضرورت ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مٹی میں کام کرنے والے یا کھیلنے والے بچے صحت منداور تندرست، بہادر اور جری ہوتے ہیں۔

پلانے کا برتن جب مشترک ہوتو کیا کرے؟

کسی مجلس میں پانی یا کوئی مشروب پلانا ہو اور پلانے کا برتن ایک ہو سب کو پلایا جائے تو سنت یہ ہے کہ دائیں سے شروع کیا جائے، اس لئے کہ بہت سارے دلائل ایسے ہیں جو دائیں

کے استحباب پر غماز ہیں الا یہ کہ دائیں طرف بیٹھنے والا بائیں والے کو پلانے کی اجازت دیدے۔ جاہلیت کے زمانہ میں بھی رائج تھا کہ لوگ دائیں کا التزام کرتے تھے۔ شاعر کہتا ہے:

صَدَدْتِ الْكَاسِ عَنَّا أُمُّ عَمْرٍو وَكَانَ الْكَاسُ مَجْرَاهَا الْيَمِيْنَا

انس بن مالک رضی اللہ کا بیان ہے۔ ''أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ دَارِنَا هٰذِهِ فَاسْتَسْقَى، فَحَلَبْنَا لَهُ شَاةً لَنَا، ثُمَّ شِيْبَ مِنْ مَاءِ بِئْرِنَا هٰذِهِ، فَأَعْطَيْتُهُ، وَأَبُوْبَكْرٍ عَنْ يَسَارِهِ، وَعُمَرُ تُجَاهَهُ، وَأَعْرَابِيٌّ عَنْ يَمِيْنِهِ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ عُمَرُ: هٰذَا أَبُوْ بَكْرٍ، فَأَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ فَضْلَهُ، ثُمَّ قَالَ: الْأَيْمَنُوْنَ، فَأَلَا يَمِّنُوْنَ''. (بخاری مع الفتح: ۵ / ۲۴۸ (۲۵۷۱) کتاب الھبة وفضلھا والتحریض علیھا)

رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور پانی طلب کیا۔ ہم نے بکری کا دودھ دوہا۔ اس میں کنویں کا پانی ملایا۔ اوران کو دیا۔ آپ کی دائیں طرف ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، آپ کے سامنے عمر رضی اللہ عنہ تھے اور دائیں طرف ایک اعرابی تھا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے بچا ہوا حصہ پہلے اعرابی کو دیا۔ چنانچہ آپ نے کہا: (دایاں پھر دایاں)۔

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ ''إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَتَى بِشَرَابٍ، فَشَرِبَ عَنْهُ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: أَتَأْذَنُ لِيْ أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟'' فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا، وَاللّٰهِ! لَا أُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ أَحَدًا، قَالَ: فَتَلَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ يَدِهِ''. (بخاری مع الفتح: ۱۰ / ۱۰۸ (۵۶۲۰) کتاب الاشربة)

رسول اللہ ﷺ کے پاس پینے والی چیز لائی گئی۔ آپ نے پیا ان کے دائیں ایک لڑکا تھا اور آپ کے بائیں بوڑھے لوگ تھے۔ آپ نے لڑکے سے کہا: تم مجھے اس بات کی اجازت دو گے کہ میں ان کو دے سکوں؟ غلام نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! جو آپ کا بچا ہو حصہ ہے اس کو میں اپنے حصہ پر ترجیح نہیں دے سکتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے: رسول اللہ ﷺ نے غلام کے ہاتھ میں ڈال دیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے ,,فتح الباری:۱۰/۱۰۹،، میں بیان کیا ہے:

,,وَفِي الْحَدِيثِ اَنَّ سُنَّةَ الشُّرْبِ الْعَامَّةِ تَقْدِيمُ الأَيْمَنِ فِي كُلِّ مَوْطِنٍ ' وَاِنَّ تَقْدِيمَ الَّذِيْ عَلَى الْيَمِينِ لَيْسَ الْمَعْنَى فِيهِ ' بَلِ الْمَعْنَى فِي جِهَةِ الْيَمِينِ ' وَهُوَ فَضْلُهَا عَلَى جِهَةِ الْيَسَارِ ' فَيُؤْخَذُ مِنْهُ اِنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ تَرْجِيحًا لِمَنْ هُوَ عَلَى الْيَمِيْنِ ' بَلْ هُوَ تَرْجِيحٌ لِجِهَةٍ ". (اس کا ترجمہ گزر چکا ہے)

ممکن ہے کہ یہ بات بیان کی جائے کہ مبتدی کے دائیں جانب بیٹھنے والے پر بڑے فاضل کو ترجیح دی جائے اور مقدم کیا جائے ان حدیثوں کی روشنی میں جو بڑے کو مقدم کرنے پر دال ہیں تو علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے قول سے اس کا جواب دیا جائے گا کہ:

,,وَيُجْمَعُ بِأَنَّهُ مَحْمُولٌ عَلَى الْحَالَةِ الَّتِيْ يَجْلِسُوْنَ فِيهَا مُتَسَاوِيِيْنَ اِمَّا بَيْنَ يَدِيِ الْكَبِيْرِ أَوْ عَنْ يَسَارِهِ كُلُّهُمْ أَوْ خَلْفَهُ أَوْ حَيْثُ لَا يَكُوْنُ فِيهِمْ ' فَتُخَصُّ هٰذِهِ الصُّوْرَةُ مِنْ عُمُوْمِ تَقْدِيمِ الأَيْمَنِ ' أَوْ يَخُصُّ مِنْ عُمُوْمِ هٰذَا الأَمْرِ بِالْبِدَاءَةِ بِالْكَبِيْرِ مَا اِذَا جَلَسَ بَعْضٌ عَنْ يَمِينِ الرَّئِيْسِ وَ بَعْضٌ عَنْ يَسَارِهِ ' فَفِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ يُقَدَّمُ الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ وَالْمَفْضُوْلُ عَلَى الْفَاضِلِ ". (فتح الباری: ۱۰ / ۱۰۹). اس کا ترجمہ بھی گزر چکا ہے۔

مشرکین کے برتنوں کے استعمال کرنے کا حکم کیا ہے ؟

جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: "كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنُصِيْبُ مِنْ آنِيَةِ الْمُشْرِكِيْنَ وَأَسْقِيَتِهِمْ فَنَسْتَمْتِعُهَا ،فَلَا يُعِيْبُ ذٰلِكَ عَلَيْنَا ".

(ابوداود: ۳۸۳۸، یہ حدیث صحیح ہے)

ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوتے تھے اور ہم مشرکین کے برتن اور مشکیزے پاتے تو انہیں کام میں لاتے اور آپ اس کی وجہ سے ہم پر کوئی نکیر (عیب نہیں لگاتے) نہیں فرماتے۔

دوسری روایت میں ابوثعلبہ خشنی کی ہے: " اِنَّهُ سَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : اِنَّا

نُجَاوِرُ اَهْلَ الْكِتَابِ وَهُمْ يَطْبَخُونَ فِي قُدُوْرِهِمُ الْخِنْزِيْرِ وَيَشْرَبُوْنَ فِيْ آنِيَتِهِمُ الْخَمْرَ ،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا فَكُلُوْا فِيْهَا وَاشْرَبُوْا وَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا غَيْرَهَا فَاغْسِلُوْهَا بِالْمَاءِ وَكُلُوْا وَاشْرِبُوْا". (بخاری ۵۴۷۸مسلم:۱۹۳)

ترجمہ:انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں،وہ اپنی ہانڈیوں میں سور کا گوشت پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں تو آپ نے فرمایا:اگر تمہیں انکے علاوہ برتن مل جائیں تو ان میں کھاؤ پیو اور اگر ان کے علاوہ برتن نہ ملیں تو انہیں پانی سے دھوڈالو پھر ان میں کھاؤ اور پیو۔

ان تمام احادیث نبویہ کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ مشرکین کے استعمال کا حکم یہ ہے کہ آدمی احتیاط برتے،اگر وہ اپنے برتنوں میں ایسی چیزوں کو پکاتے ہیں جو شرعا مسلمانوں کے لئے حرام ہیں تو ان کا برتن استعمال نہ کریں،اگر وہ یہ صفائی پیش کررہے ہیں کہ ان برتنوں میں حرام چیزیں نہیں پکتی ہیں یا ان میں حرام چیزیں ڈال کرنہیں پیتے ہیں تو ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ہاں اگر ان کے پاس اکسٹرا برتن ہیں تو ان کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جہاں صرف ان کی آبادیاں ہوتی ہیں اور مسلمان نا کے برابر ہوں اور اجنبی آدمی ان سے ناواقف ہو تو اضطراری صورت میں ان کے برتنوں کو پانی سے دھوکر استعمال کرنے کی شریعت اجازت دیتی ہے۔

مشکیزہ سے منہ لگا کر پینے کا شرعی حکم

مشکیزہ کا منہ موڑ کر یا اس سے منہ لگا کر پانی پینا ادب محمدی کے خلاف ہے۔ارشاد رسول ﷺ ہے:حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشکیزہ کے منہ پینے سے منع فرمایا ہے اور اس بات سے بھی روکا ہے کہ اپنے ہمسایہ کو اپنی دیوار میں لکڑی نصب نہ کرنے دے۔

(صحیح بخاری مع الفتح:۶۵۰/۱۲(۵۶۲۷۔۵۶۲۹)باب الشرب من فم السقاء،صحیح سنن ابی داود:۷۰۹/۲ (۳۷۱۹)باب الشرب من فی السقاء،صحیح سنن ابن ماجہ:۱۵۴/۳(۳۴۸۳۔۳۴۸۴)۔یہ روایت ابن عباس سے

بھی ثابت ہے لیکن حدیث کا آخری ٹکڑا اس میں نہیں ہے)۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے: " نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اِخْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ يَعْنِيْ اَنْ تُكْسَرَ اَفْوَاهُهَا فَيُشْرَبُ مِنْهَا ". (صحیح بخاری مع الفتح: ۱۰/۱۲ ۶۴۸ (۵۶۲۵-۵۶۲۶) باب اختناث الاسقیۃ، صحیح مسلم مع النووی: ۱۳/۲۰۵ (۱۱۰-۱۱۱) باب آداب الطعام والشرب واحکامہا، سنن ترمذی مع التحفہ: ۶/۱۱ (۱۹۵۲) باب ماجاء فی اختناث الاسقیۃ، صحیح سنن ابی داود: ۲/۷۰۹ (۳۷۲۰)

رسول اللہ ﷺ نے مشکیزے کے سرے کو توڑ کر باہر کی طرف موڑ کر پینے سے منع فرمایا ہے۔

دوسری روایت میں ہے: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدْحِ ". رسول اللہ ﷺ نے برتن کے سوراخ یا ٹوٹی سے پینے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح سنن ابی داود للالبانی: (۳۱۶۵)، مسند احمد: ۳/۸۰)

علامہ ابن قیم نے زاد المعاد: (۴/۲۳۴-۲۳۵) میں تحریر کیا ہے:

" وَفِيْ هٰذَا آدَابٌ عَدِيْدَةٌ مِنْهَا : اِنَّ تَرَدُّدَ اَنْفَاسِ الشَّارِبِ فِيْهِ يَكْسِبُهُ زُهُوْمَةً وَرَائِحَةً كَرِيْهَةً يُعَافُهُ لِاَجْلِهَا ،وَمِنْهَا :اِنَّهُ رُبَّمَا غَلَبَ الدَّاخِلُ اِلَى جَوْفِهِ مِنَ الْمَاءِ فَتَضَرُّ بِهِ ،وَمِنْهَا : اِنَّهُ رُبَّمَا كَانَ فِيْهِ حَيْوَانٌ لَا يَشْعُرُ بِهِ ، فَيُؤْذِيْهِ وَمِنْهَا : اِنَّ الْمَاءَ رُبَّمَا كَانَ فِيْهِ قُذَاةٌ اَوْغَيْرُهَا لَا يَرَاهَا عِنْدَ الشُّرْبِ ، فَتَلِجُ جَوْفَهُ ،وَمِنْهَا:اِنَّ الشُّرْبَ كَذٰلِكَ يَمْلَأُ الْبَطْنَ مِنَ الْهَوَاءِ فَيَضِيْقُ عَنْ اَخْذِ حَظِّهِ مِنَ الْمَاءِ اَوْ يُزَاحِمُهُ اَوْ يُؤْذِيْهِ وَلِغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْحُكْمِ. فَاِنَّ الشُّرْبَ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدْحِ فِيْهِ عِدَّةُ مَفَاسِدَ : اَحَدُهَا اَنَّ مَا يَكُوْنُ عَلَى وَجْهِ الْمَاءِ مِنْ قَذًى اَوْ غَيْرِهِ يَجْتَمِعُ اِلَى الثُّلْمَةِ بِخِلَافِ الْجَانِبِ الصَّحِيْحِ .الثَّانِيْ :اِنَّهُ رُبَّمَا شُوِّشَ عَلَى الشَّارِعِ ،وَلَمْ يَتَمَكَّنْ مِنْ حُسْنِ الشُّرْبِ مِنَ الثُّلْمَةِ. الثَّالِثُ : اِنَّ الْوَسْخَ وَالزُّهُوْمَةَ تَجْتَمِعُ فِي الثُّلْمَةِ وَلَا يَصِلُ اِلَيْهَا الْغُسْلُ كَمَا يَصِلُ اِلَى الْجَانِبِ الصَّحِيْحِ .اَلرَّابِعُ : اِنَّ الثُّلْمَةَ مَحَلُّ الْعَيْبِ فِي الْقَدْحِ وَهِيَ اَرْدُ مَكَانٍ فِيْهِ فَيَنْبَغِيْ تَجَنُّبُهُ وَقَصْدُ الْجَانِبِ الصَّحِيْحِ فَاِنَّ الرَّدِيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ لَا خَيْرَ فِيْهِ وَرَاٰى بَعْضُ السَّلَفِ رَجُلًا يَشْتَرِيْ حَاجَةً رَدِيْئَةً فَقَالَ :

لَا تَفْعَلْ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ اللّٰهَ نَزَعَ الْبَرَكَةَ مِنْ كُلِّ رَدِّيٍ. الخامس : اِنَّهُ رُبَّمَا كَانَ فِي الثُّلْمَةِ شَقٌ اَوْ تَحْدِيْدٌ يَجْرَحُ فَمُ الشَّارِبِ وَلِغَيْرِ هٰذِهِ مِنَ الْمَفَاسِدِ".

شاربین (پینے والے) کی سانسیں اس کے اندر بار بار جانیکی وجہ سے بد بو دار ہو کر جمع ہو جاتی ہیں جو نا گواری کا باعث ہوا کرتی ہیں۔

بسا اوقات یہ چیزیں پانی کے سہارے پیٹ کے اندر داخل ہو کر اذیت رسانی کے اسباب مہیا کرتی ہیں۔ اس کے اندر جراثیم ہوتے ہیں وہ پینے والوں کو لاعلمی کی بنا پر تکلیف پہنچا سکتے ہیں غفلت ولا پرواہی کی وجہ سے ایسا حادثہ رونما ہوتا رہتا ہے اسی لئے ہر پینے والا برتن کے اندر دیکھ لے تب اسے پیئے ورنہ موذی جاندار کی موجودگی مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔

بسا اوقات مشروبات کے اندر گندگی یا دوسری چیزیں ہوتی ہیں جو پینے کے وقت لاعلمی اور نہ دیکھنے کی وجہ سے پیٹ کے اندر داخل ہو جاتی ہیں۔ اس طرح پینے سے پیٹ کے اندر ہوائیں بھر جاتی ہیں اور پیٹ میں مزاحمت یا اذیت پیدا ہوتی ہیں اور پیٹ کا زیادہ حصہ پانی سے محروم ہو جاتا ہے۔

اس کے اندر دوسری حکمتیں بھی پنہاں ہیں:

۱۔ سطح آب پر گندگی یا کوئی دوسری چیز کے جمع ہونے کا عین امکان ہوتا ہے۔

۲۔ بسا اوقات یہ چیز پینے والے کے لئے پریشان کن ہوتی ہے اور وہ شگاف سے پینے پر اچھی طرح قادر نہیں ہوتا ہے۔

۳۔ میل کچیل اور بد بو دار چیزیں شگاف میں جمع ہو جاتی ہیں جس کا دھونا گوشہ صحیح کے برخلاف مشکل ہو جاتا ہے۔

۴۔ سوراخ یا ٹوٹی برتن میں عیب سمجھا جاتا ہے یہ سب سے بری جگہ ہے جس سے کنارہ اور صحیح رخ کا قصد ضروری ہے یقیناً خراب چیز میں کوئی خیر نہیں ہے۔ بعض سلف نے ایک آدمی کو دیکھا کہ کوئی بری چیز کی خرید کر رہا ہے تو اس سے فرمایا، ایسا نہ کرو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالی نے ہر ردی چیز سے برکت کو سلب کر لیا ہے۔

۵۔ بسا اوقات سوراخ یا ٹونٹی میں شگاف یا دھار ہوتا ہے جو پینے والے کے منہ کو زخمی کر دیتا ہے اس کے اندر اور دوسرے مفاسد بھی ہیں۔ امام ابن العربی مالکی نے "عارضة الاحوذی بشرح صحیح الترمذی : ۸/ ۶۴" کے اندر تحریر کیا ہے کہ اس سے روکنے کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

حشرات الارض میں سے کوئی جاندار ہو یا تنکا ہو جسے آدمی نگل جائے منہ بدبو دار ہو جائے یا ضرورت سے زائد منہ کے اندر پانی چلا جائے اس طرح آدمی مرض شرق میں مبتلا ہو جائے یا ایسا کرنے سے اسکے کپڑے گیلے ہو جائیں، نبی کریم ﷺ کا پینا ایک ضرورت کے تحت تھا اور ان کا منہ مشک عنبر سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔ اس میں بدبو کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اور یہ ہی کے اندر داخل نہیں ہے۔ یا یہ کہا جائے گا کہ آپ نے چمڑے کے چھوٹے برتن سے پیا اور ممانعت تو بڑے مشکیزے سے پینے میں ہے اور یہ بھی ایک ضرورت کے مطابق تھا۔

کھڑے ہو کر پانی وغیرہ پینے کا شرعی حکم

اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ تمام پینے والی چیزیں بیٹھ کر پی جائیں تا کہ جسمانی پریشانیوں کے لاحق ہونے کا اندیشہ نہ رہے، کھڑے ہو کر پینے میں مختلف بیماریوں کے پیدا ہونے کا امکان اغلب ہے یہی وجہ ہے کہ علی وجہ العموم رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے: "اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی اَنْ یَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا وَقَالَ قُتَادَةُ فَقُلْنَا لِاَنَسٍ مَالاَ کُلُ؟ قَالَ: ذٰلِکَ اَشَرُّ اَوْ اَخْبَثُ". (صحیح مسلم مع النووی: ۲۰۷/۱۳ (۱۱۵) باب فی الشرب قائما صحیح سنن ابن ماجہ: ۲/۱۵۵/۳۴۸۷)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے، ایک روایت کے مطابق قتادہؒ نے انسؓ سے کہا، کھڑے ہو کر کھانا کیسا ہے؟ انسؓ نے کہا یہ تو اور برا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پینا مطلقا نا جائز ہے اور اس کے بالمقابل دیگر روایتوں سے رخصت کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ: سَقَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ مِنْ زَمْزَمَ

فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ". (صحیح مسلم مع النووی:۱۳/۲۰۸(۲۰۲۷)سنن ترمذی مع التحفہ:۶/۴(۱۹۴۳)صحیح ابن ماجہ:۳/۱۵۴/۳۴۸۵)

میں نے نبی ﷺ کو آب زمزم پلایا، انہوں نے کھڑے ہو کر پیا۔

دوسری روایت میں اس بات کی صراحت ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر آب زمزم نوش فرمایا۔

نزال بن سبرہ کی روایت ہے:" اِنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ قَعَدَ فِيْ حَوَائِجِ النَّاسِ فِيْ رَحْبَةِ الْكُوْفَةِ ، حَتّٰى حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ ، ثُمَّ اَتٰى بِمَاءٍ وَ غَسَلَ وَجْهَهُ وَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَامَ فَشَرِبَ فَضْلَهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ : اِنَّ نَاسًا يَكْرَهُوْنَ الشُّرْبَ قَائِمًا وَ اَنَّ النَّبِيَّ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ". (صحیح بخاری مع الفتح:۱۲/۶۳۲ (۵۶۱۶) باب الشرب قائما، مسند احمد:۱/۱۲۳، صحیح ابن حبان:۱۵۲، طیالسی (۱۶۴) اور بیہقی:۱/۷۵ کے اندر یہ الفاظ ہیں:"اُتِيَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهِ عَنْهُ بِكُوْزٍ مِنْ مَاءٍ وَ هُوَ فِي الرَّحْبَةِ ، فَاَخَذَ مِنْهُ كَفًّا فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ،وَمَسَحَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَرَاْسَهُ، ثُمَّ شَرِبَ مِنْهُ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ قَالَ :هٰذَا وُضُوْءٌ لِمَنْ لَمْ يُحْدِثْ ، هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ").

حضرت علیؓ نے نماز ظہر ادا کی پھر مسجد کے چبوترے پر لوگوں کی ضرورتوں کی خاطر بیٹھ گئے حتی کہ نماز عصر کا وقت آ گیا۔ اس وقت ان کے پاس پانی آیا۔ انہوں نے پیا، چہرہ اور ہاتھ دھویا۔ راوی نے سر اور پیر کا بھی ذکر کیا ہے۔ پھر وضو کا بچا ہوا پانی نوش فرمایا اور کہا: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ ہے۔ میں نے آنحضرت ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا جیسا میں نے کیا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ: كُنَّا نَاكُلُ وَنَمْشِيْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَنَحْنُ نَمْشِيْ وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ. (سنن ترمذی مع التحفہ:۶/۳ (۱۹۴۲) ترمذی نے حسن صحیح غریب کہا ہے۔ سنن ابن ماجہ:۳/۱۲۶ (۳۳۶۴)، سنن داری:۲/۱۲۰، مشکل الآثار للطحاوی ۳/۱۹، مسند احمد:۲/۱۰۳، اسے علامہ البانی نے ترمذی میں صحیح قرار دیا ہے)۔

ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں بحالت قیام چل کر کھاتے اور پیتے تھے:

ام ثابت کبشہ بنت ثابت اخت حسان بن ثابت بیان کرتی ہیں: دَخَلَ عَلَيَّ

رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَشَرِبَ مِنْ قِرْبَۃٍ مُعَلَّقَۃٍ قَائِمًا، فَقُمْتُ اِلٰی فِیْھَا فَقَطَعْتُہٗ.

(صحیح سنن ابن ماجہ للالبانی:۲/۱۵۴(۳۴۸۶)

رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور لٹکے مشکیزے سے کھڑے ہو کر پانی پیا۔اس انصاریہ کا بیان ہے کہ میں اس کے پاس کھڑی ہوئی اور مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا۔

اس سے رسول اللہ ﷺ کے مقام دہن (منھ) کی برکت کو حاصل کرنا مقصود تھا۔

تمام روایتوں کو جمع کرنے کے بعد علماء کرام نے ان کے درمیان تطبیق کی صورت پیدا کی ہے کہ آپ ﷺ کا کھڑے ہو کر پینا جواز کی دلیل ہے، اور کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت مکروہ تنزیہی ہے، اس کے اندر یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ کا کھڑے ہو کر پینا شرعی حکم کو جائز کرنے اور حرمت کی نفی کو ثابت کرنے کے لئے تھا یا آپ نے اژدھام کثیر یا زمین کی ناہمواری اور تراوٹ کی وجہ سے ایسا کیا تھا اسی وجہ سے علماء کرام نے بلا ضرورت کھڑے ہو کر پینے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

ابوبکر اثرم کا بیان ہے کہ ثبوت کراہیت کو تادیب پر محمول کیا جائے گا نہ کہ تحریم پر۔امام طبری نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ اگر جواز کے بعد حرمت یا حرمت کے بعد جواز کی صورت ہوتی تو نبی کریم ﷺ اسکو صاف صاف واضح کر دیتے، تطبیق کی صورتوں میں سے یہ بھی کہ نقصان میں مبتلا ہونے کے خوف سے نہی (منع) کا تعلق طریق طلب سے ہے بیٹھ کر پینے سے مرض شرق کلیجہ اور حلق میں کسی درد یا بیماری کے پیدا ہونے کا خدشہ نہیں ہوتا اور کھڑے ہو کر پینے والا اس سے ہرگز محفوظ نہیں رہے گا۔(فتح الباری:۱۲/۱۴۱/۶ تحفۃ الاحوذی:۶/۵)

امام نوویؒ نے بیان کیا ہے کہ کھڑے ہو کر پینے سے نہی (منع) کو مکروہ تنزیہی پر محمول کیا جائے گا اور آپ ﷺ کا کھڑے ہو کر پینا جواز کو ثابت کرنے کے لئے تھا۔

امام خطابی اور ابن بطال کے نزدیک رفع تعارض کے لئے یہی طریقہ راجح ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب ''فتح الباری: ۱۲/۱۴۱/۶'' میں اسی طریقہ کو اولی قرار دیا ہے کیوں کہ یہ اعتراض و اشکال سے بعید تر ہے۔

امام ابن العربی کا قول (عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی:۸/۵۸۔۵۹) میں مذکور ہے کہ:

''آدمی کی آٹھ حالتیں ہوتی ہیں، کھڑا ہونا، چلنا، سہارا یا ٹیک لگانا، جھکنا، سجدے کی حالت میں ہونا، ٹیک لگانا، بیٹھنا اور چت لیٹنا، ان تمام حالتوں میں پینا آسان ہے لیکن سب سے زیادہ بہتر حالت بیٹھ کر پینا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا حالت قیام میں پینے کا اندیشہ ہوتا ہے اور کھڑے ہو کر پینا ضرورت کے مطابق تھا۔ آپ ﷺ نے آب زمزم کثیر اژدہام میں پیا تھا وہاں بیٹھنا بڑا ہی مشکل تھا اور یہ بیان جواز کے لئے تھا عرفہ میں آپ کا اونٹ پر سوار ہو کر پینے سے جو بحالت قیام جواز شرب کی دلیل اخذ کرتے ہیں وہ استدلال بے جا ہے کیوں کہ آدمی اونٹ پر بیٹھا ہوتا ہے نہ کہ کھڑا رہتا ہے''۔

ابن قیم الجوزیہ نے لکھا ہے کہ: "وَلِلشُّرْبِ قَائِمًا آفَاتٌ عَدِيْدَةٌ مِنْهَا : اِنَّهُ لَا يَحْصُلُ بِهِ السَّرِيُّ التَّامِ ، وَلَا يَسْتَقِرُّ فِي الْمِعْدَةِ حَتَّى يُقَسِّمَهُ الْكَبْدُ عَلَى الْاَعْضَاءِ ، وَيَنْزِلُ بِسُرْعَتِهِ وَحَدَةً اِلَى الْمِعْدَةِ فَيُخْشَى مِنْهُ اَنْ يُبْرِدَ حَرَارَتَهَا ، وَيُشَوِّشُهَا ، وَيُسْرِعُ النُّفُوْذُ اِلَى الْاَسْفَلِ الْبُدَنِ بِغَيْرِ تَدْرِيْجٍ وَكُلُّ هٰذَا يَضُرُّ بِالشَّارِبِ وَاَمَّا اِذَا فَعَلَهُ نَادِرًا اَوْلِحَاجَةٍ لَمْ يُضِرُّهُ". (زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ۴/۲۲۹)

کھڑے ہو کر پینے سے متعدد عوارض لاحق ہوتے ہیں، اس طرح پینے سے مکمل طور پر سیرابی نہیں ہوتی اور نہ معدے میں استقرار ہوتا ہے۔ جگر کا اعضاء پر بانٹ دینا پی ہوئی چیزوں کا فوراً معدے تک اتر جانا اس کی وجہ سے معدہ کی حرارت کا ختم ہونا اور خرابی پیدا ہونے کا گمان غالب ہونا، بالفور بدن کے نچلے حصہ میں اتر جانا یہ تمام صورتیں پینے والوں کے لئے نقصان دہ ہیں، اگر کوئی شخص شاذ و نادر یا کسی ضرورت کے تحت کھڑے ہو کر پیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کھانے پینے والی چیزوں میں سانس لینا یا پھونکنا شرعاً ممنوع کیوں؟

حضرت ابو قتادہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِذَا شَرِبَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْاِنَاءِ". (صحیح بخاری مع الفتح: ۱۲/۶۵۳ (۵۶۳۰) کتاب الاشربہ، صحیح مسلم مع النووی:

۲۱۰/۱۳(۱۲۱) کتاب الاشربہ، ترمذی مع التحفہ: ۱۱/۶(۱۹۵۱)، کتاب الاشربہ باب ماجاء فی کراھیۃ النفس فی الاناء، سنن ابی داؤد: ۱۱۴/۴۔۱۱۵(۳۷۲۸) النفخ فی الشراب والتنفس فی الاناء ترمذی اور ابوداؤد کی روایت میں "او ینفخ فیہ" کا اضافہ ہے۔)

یعنی جب کوئی نوش کرے تو برتن کے اندر سانس نہ لے۔

دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (پینے والے) برتنوں میں سانس لینے سے منع فرمایا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس برتن میں سانس نہ لے تو کیا کرے؟ اس میں رسول کی تعلیم کیا ہے؟

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اِذَا شَرِبَ اَحَدُکُم فَلَایَتنَفَّسُ فِیْ الْاِنَاءِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَعُوْدَ فَلْیَنحِ الْاِنَا ءَ ثُمَّ لِیَعُدْ اِنْ کَانَ یُرِیْدُ"۔

جب کوئی پیئے تو برتن کے اندر سانس نہ لے، جب دوبارہ کی حاجت ہو، خواہش ہو تو برتن کو (منہ سے) الگ کر کے سانس لیوے۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے: "اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهَی اَنْ یَتَنَفَّسَ فِیْ الْاِنَاءِ اَوْ یَنْفَخَ فِیْهِ"۔ (صحیح سنن ابن ماجہ للالبانی: ۱۵۶/۳(۳۴۹۰، ۳۴۹۱، ۳۴۹۲)

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے برتن میں سانس لینے اور اس کے اندر پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ: اِنَّ النَّبِیَّ نَهَی عَنْ النَّفْخِ فِیْ الشَّرَابِ فَقَالَ رَجُلٌ الْقَذَاةِ اَرَاهَا فِیْ الْاِنَاءِ ؟ فَقَالَ اِهْرِقُهَا، قَالَ: اِنِّیْ لَا اَرْوِیْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدٍ ؟ قَالَ :فَابْنِ الْقَدْحِ اِذَا عَنْ فِیْکَ" . (سنن ترمذی: (۱۸۸۸)، سنن ابی داود: (۳۷۲۲)، موطا امام مالک: ۹۲۵/۲ باب صفۃ النبی، مسند احمد: ۲۶/۳، سنن دارمی: ۱۱۹/۲، مستدرک حاکم: ۱۳۹/۴، صحیح ابن حبان: (۱۳۶۷) بعض نے اسکی سند کو جید شعیب ارناؤوط نے "شرح السنہ للبغوی: ۳۷۲/۱۱" کی تحقیق میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔)

"نبی کریم ﷺ نے برتن میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک آدمی نے کہا: مجھے برتن میں تنکا دکھائی دے رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کو بہا ڈالو۔ اس نے کہا: مجھے

سانس سے سیرابی نہیں ہو پاتی۔ آپ نے فرمایا: پیالہ اپنے منہ سے ہٹا کر سانس لو"۔

اس سے بالکل واضح ہے کہ ہمارے زمانے میں جو طریقہ پانی یا تیل یا اس طرح کے سیال چیزوں میں جھاڑ پھونک کرنے والے علماء پھونک مار کر دیا کرتے ہیں وہ بھی قطعا درست نہیں کہ اس کو پیا جائے اور وہ کام کریں کیوں کہ جو شریعت میں ممنوع ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں احادیث نبویہ کے فہم و تتبع اور ان پر بلا تاویل عمل کرنے کی صلاحیت بخشے۔

علامہ الجوزیہ (زاد المعاد: ۲۳۵/۴-۲۳۶) نے لکھا ہے: وَاَمَّا النَّفْخُ فِي الشَّرَابِ، فَاِنَّهُ يُكْسِبُهُ مِنْ فَمِ النَّافِخِ رَائِحَةً كَرِيهَةً يُعَافُ لأَجْلِهَا، وَلاسِيَّمَا اِنْ كَانَ مُتَغَيِّرَ الْفَمِ، وَبِالْجُمْلَةِ: فَاَنْفَاسُ النَّافِخِ تُخَالِطُهُ، وَلِهٰذَا جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ النَّهْيِ عَنِ التَّنَفُّسِ فِي الْاِنَاءِ وَالنَّفْخِ فِيْهِ فِي الْحَدِيْثِ الَّذِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَتَنَفَّسَ فِي الْاِنَاءِ اَوْ يُنْفَخَ فِيْهِ فَاِنْ قِيْلَ: فَمَا تَصْنَعُوْنَ بِمَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ" مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْاِنَاءِ ثَلاثًا؟ قِيْلَ: نُقَابِلُهُ بِالْقَبُوْلِ وَالتَّسْلِيْمِ وَلا مُعَارَضَةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْاَوَّلِ، فَاِنَّ مَعْنَاهُ اَنَّهُ كَانَ تَنَفَّسَ فِي شُرْبِهِ ثَلاثًا وَذَكَرَ الْاِنَاءَ آلَةَ الشُّرْبِ وَهٰذَا كَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيْثِ: اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَاتَ فِي الثَّدْيِ، اَيْ فِي مُدَّةِ الرَّضَاعِ".

پینے والی چیز میں پھونکنا بہتر نہیں کیوں کہ پھونکنے والے کے منہ سے بدبودار ہوا خارج ہو کر مل جاتی ہے جو ناگواری کا باعث ہوتا ہے۔ یہ کیفیت اس وقت پائی جاتی ہے جب منہ کا ذائقہ بدل گیا ہو المختصر یہ کہ پھونکنے والوں کی سانسیں (یا بخارات) پینے والی چیزوں میں مل جاتی ہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے پھونکنے اور سانس لینے سے منع کیا ہے۔

ترمذی نے حضرت عباس ؓ کی یہ حدیث "نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ تَنَفَّسَ فِي الْاِنَاءِ اَوْ يَنْفَخَ فِيْهِ" روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ صحیحین میں حضرت انس ؓ کی روایت "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْاِنَاءِ ثَلاثًا" سے برتن میں سانس لینے کا ثبوت ملتا ہے تو جواباً یہ عرض کریں

گے کہ ہمیں یہ تسلیم ہے لیکن حدیث عباسؓ اور حدیث انسؓ میں کوئی تعارض نہیں ہے ان کا مفہوم یہ ہے کہ آپ اپنی مشروبات میں تین بار سانس لیتے تھے اور یہاں ''الاناء'' کا تذکرہ بربنائے '' آلہ شرب'' ہوا ہے دراصل یہ اس حدیث رسول کے مانند ہے کہ ''ابراہیم بن محمد کی وفات پستان میں ہوئی یعنی ان کی وفات مدت رضاعت میں ہوئی'' (صحیح مسلم: (۲۳۱۶) کتاب الفضائل، باب رحمة الصبیان والعیال) کے مانند ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ پینے والی برتنوں میں شرعی اور طبی نقطہ نظر سے سانس لینا درست نہیں اور نہ خوردنی اشیاء میں منہ سے پھونک مارنا طبی نقطہ نظر سے بہت ہی نقصان دہ ہے، فائدہ ندارد ،منہ سے نکلے ہوئے بخارات نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں برتن وغیرہ میں کچھ پڑ جائے جس سے نقصان لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے نکالنے کے لئے ان چیزوں کا استعمال کرنا چاہیے جن سے نکالنا آسان ہو اگر پینے والا اضطراری حالت میں ہے اور اسے سانس لینے کی سخت ضرورت ہے تو وہ برتن سے منہ الگ کر کے سانس لے تاکہ نقصان دہ جراثیم اس کے لئے مہلک ثابت نہ ہوں، نبی کریم ﷺ کا یہ اسوہ رہا ہے ارشاد ہے: حضرت انسؓ کی روایت ہے: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَتَنَفَّسُ فِي الشُّرْبِ ثَلاثًا وَيَقُولُ اِنَّهُ اَرْوَىٰ وَاَمْرَأُ وَاَبْرَأُ"۔ رسول اللہ ﷺ پینے میں تین بار سانس لیتے اور فرماتے کہ ایسا کرنے میں خوب سیرابی ہوتی ہے، پیاس بجھتی ہے یا بیماری سے نجات ملتی ہے؟ تندرستی حاصل ہوتی ہے اور پانی خوب خوب ہضم ہو جاتا ہے''۔

اس سے واضح ہوا کہ غٹ غٹ ایک ہی سانس میں پینا بہتر نہیں ہے اور جو حدیثیں ایک ہی سانس میں پینے کے بارے میں وارد ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ ائمہ جرح وتعدیل نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ کسی مشروب کو تین سانس میں پینا اور ہر بار برتن کو منہ سے الگ کر کے سانس لینا اسوہ محمدی ہے۔

تین سانس میں پینے کا حکم

پینے کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ چائے' پانی 'دودھ یا اور کوئی پینے والی چیز کو تین سانس میں پیا جائے. نبی اکرم ﷺ نے ایسا ہی پیا ہے اور اپنے ساتھیوں کو پینے کی ترغیب دلائی ہے اگر چہ یہ عمل استحباب کے درجہ میں ہے تاہم بہت سارے فوائد اپنے

اندر سموئے ہوئے ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ,,اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ تَنَفَّسُ فِی الشَّرَابِ ثَلَاثًا" (بخاری و مسلم) رسول اکرم ﷺ پینے کی چیز (مشروب) تین سانس میں پیتے تھے۔

حدیث رسول کا مفاد یہ ہے کہ کسی بھی پینے کی چیز کو تین سانس میں پیا جائے یعنی پی کر برتن سے منہ کو الگ کر لیا جائے اور سانس لیا جائے' برتن میں سانس نہ لے' برتن میں سانس لینے سے معدے کے بخارات پینے والی چیزوں سے مل جاتے ہیں اور پینے والی چیزوں کا ذائقہ بدل سکتا ہے یا کوئی خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت ابن عباس کی ایک روایت آتی ہے جو ترمذی نے سنن میں ذکر کیا ہے وہ حدیث یہ ہے:

,,وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: لَا تَشْرِبُوْا وَاحِداً کَشُرْبِ الْبَعِیْرِ' وَلٰکِنْ اِشْرَبُوْا مَثْنٰی وَثُلَاثَ' وَسَمُّوْا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ' وَاحْمَدُوْا اِذَا اَنْتُمْ رَفَعْتُمْ"۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اونٹ کے پینے کی مانند ایک ہی سانس میں پانی مت پیو' بلکہ دو دو اور تین تین سانس میں پیا کرو اور جب پینے لگو تو اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ پڑھو اور جب فارغ ہو کر اٹھاؤ تو اللہ کی حمد کرو یعنی الحمد للہ پڑھو۔

یہ حدیث ضعیف ہے کہ جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے مشکوۃ المصابیح (۴۲۷۸) میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے اگر چہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن جو اس سے مفاد حاصل ہوتا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی ﷺ پیتے وقت تین سانس لیتے اور فرماتے کہ اس میں زیادہ آسودگی ہے اور یہ زیادہ خوشگوار ہے اور بیماریوں سے زیادہ نجات دینے والا ہے حضرت انس کہتے ہیں کہ میں تین سانس میں پیتا ہوں (صحیح بخاری: ۱۳۶۵' صحیح مسلم: ۱۲۰۲) اور اس کے مقابلہ میں جو صحیح حدیثیں وارد ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک سانس میں غٹ غٹ پینا معدے اور جسم کو نقصان پہنچاتا ہے اور ایسا کرنے سے معدے پر یکبارگی بوجھ پڑتا ہے' انسان جانور سے مشابہ قرار پاتا ہے کہ جس طرح وہ ایک ہی بار میں پیتا ہے اسی طرح انسان بھی پیتا ہے۔

صحیح حدیثوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ جب کوئی مشروب پی جائے تو ایک بار میں نہ پی جائے اور نہ ہی برتن میں سانس لی جائے بلکہ اس کا درست طریقہ یہ ہے کہ ایک بار پی کر منہ کو برتن سے الگ کیا جائے اور بخار کو خارج کیا جائے' مشروب کو تین سانس میں پینا شرعی نقطہ نظر سے درست ہے اور طبی نقطہ نظر سے بھی مفید ہے۔ایک سانس میں بلا مجبوری پینا شرعاً بھی درست نہیں ہے اور طبی اعتبار سے بھی درست نہیں اور بہت ساری خرابیاں در آتی ہے۔

بعض ماہرین نے لکھا ہے کہ پانی وغیرہ پینے کا جو شرعی نظام ہے وہ بہت عمدہ ہے' اس طرح پینے سے امراض میں مبتلا ہونے کا خدشہ نہیں ہوتا ہے) غٹ غٹ ایک سانس میں پینے سے بہت ساری بیماریاں پیدا ہوتی ہے' نظام تنفس Respiratory (System) خراب ہوجاتا ہے' اس کے مضر اثرات دماغ کے پردوں (Meninges of Brain) پر بھی پڑتے ہیں' جب پانی معدہ میں بیک وقت زیادہ مقدار میں جائے گا تو معدہ پھیل جائے گا اور جب اوپر تک پھیل جائے تو دل (Heart) اور پھیپھڑوں (Lungs) کو نقصان پہنچاتا ہے اس سے جگر (Liver) تلی (Splean) اور آنتوں (Intestines) کے بھی متاثر ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

چائے خوری اور جدید سائنس

چائے لوگوں میں مقبول ترین مشروب ہے۔موسم جو بھی ہو جائے پی جاتی ہے۔ مہمانوں کی تکریم کا بہترین ذریعہ چائے ہی ہے۔اگر کسی نے اپنے دوست کو پارٹی دی تو ٹی پارٹیوں پر بھی کام چل جاتا ہے۔انسان تازہ دم ہونے کے لئے بھی چائے پیتا ہے۔ کچھ لوگ چائے پینے کے اس قدر عادی ہوجاتے ہیں کہ کھانا نہ ملے تو کوئی پرواہ نہیں چائے ملنی چاہیے۔ چائے انسانی غذا تو نہیں ہے لیکن بھوک کو مٹانے کا ایک اہم سامان ہے۔ چائے پھیکی پی جاتی ہے اور میٹھی بھی مہمانوں کے سامنے پھیکی چائے پیش کرنے کو بداخلاقی تصور کیا جاتا ہے۔اسی لئے موجودہ دور میں گرم پانی اور ہر چیز الگ الگ برتنوں میں پیش کردی جاتی ہے کہ اپنے ذوق کے اعتبار سے چائے بنائی جائے۔عربوں میں بھی اعلیٰ قسم کے چائے

کی خواہش زیادہ ہوتی ہے یوں تو قہوہ اور کھجور کے زیادہ عادی ہوتے ہیں چائے سادی ہی ہوتی ہے جو ہمارے یہاں لیمن ٹی کے نام سے معروف ہے اور اسے سیاہ چائے سے بھی جانا جاتا ہے اور دودھ والی چائے بھی ہوتی ہے جو عموما استعمال کی جاتی ہے لیکن طبی ماہرین کا خیال ہے کہ دودھ کے بغیر چائے ایک اچھا مشروب ہے اس لئے کہ اس میں موجود ایک مرکب پولی فینول شریانوں کو پرسکون کرنے اور خون کے بہاؤ کو رواں کرنے میں مدد دیتا ہے چائے میں دودھ کی موجودگی سے یہ مرکب نہ صرف اپنا کام اچھی طرح کرنے میں ناکام رہتا ہے بلکہ دودھ میں موجود چکنائی اور دیگر بھاری اجزا اور شریانوں کو مزید نقصان پہنچاتے ہیں۔

ایک اخباری بیان کے مطابق گزشتہ دنوں برلن کے ایک ہسپتال میں طبی ماہرین نے بلیک ڈارجلنگ چائے اثرات کا مشاہدہ کے لئے رضا کاروں کو دعوت دی۔ ان لوگوں نے پچاس سال کی عمر کے لگ بھگ کی خواتین کی دودھ والی چائے پلا کر ان کی شریانوں کا معائنہ کیا پھر بعد میں دودھ کے بغیر چائے پلا کر ان کی شریانوں کا معائنہ کیا تو ان میں واضح فرق محسوس کیا گیا اور اس کی ایک رپورٹ ہارٹ جنرل نامی ایک جریدہ میں شائع کی اس سے قبل ایک تحقیق سے واضح ہوا ہے کہ سبز چائے (دودھ کے بغیر چائے صحت کے لئے مفید ہے جبکہ کالی چائے صحت پر مضر اثرات مرتب کرتی ہے سبز چائے یادداشت کو بہتر بنانے میں عام چائے کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہے۔ ذائقہ کے لئے کوئی چیز کھانا نقصان وہ ہوتا یہ گرچہ کھانے پینے میں ذائقہ کی بڑی اہمیت ہے مگر اس کی غذائیت اور صحت سے زیادہ اہمیت نہیں ہوتی۔ چنانچہ صحت کو بحال کرنے کے لئے محض کوئی ضروری نہیں کہ ذائقہ دار چیزیں ہی استعمال کی جائیں بلکہ اکثر بیماریوں کے ازالہ کے لئے کڑوی اور ترش آمیز چیز اور ادویہ کھانی پڑتی ہیں۔

اخباری بیان کے مطابق جاپان میں ایک ریسرچ کے مطابق ریگولر ہری چائے کا استعمال ہارٹ اٹیک سے محفوظ رکھتا ہے۔ دل کے لئے ہر روز ہری چائے کا استعمال فائدہ مند ہے۔ مغربی ممالک میں ہری چائے کا استعمال اسی لئے زیادہ ہو رہا ہے۔ جاپان میں

تو اس کا استعمال ایک عام ڈرنک کے طور پر ہر روز کیا جاتا ہے اس لئے جاپان میں دوسرے ممالک کے مقابلے میں دل کے مریض کم ہیں۔ ہری چائے میں فلیوڈ نائیڈز کی زیادہ سطح دل کی صحت کے لئے اچھی ہے۔ یہ فلیوونائیڈز پھلوں سبزیوں اور ایڈ وائن میں بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ مقوی اجزاء ان فری ایڈیکلز اور ناپائیدار آکسیجن ایٹموں کو ناکارہ کر دیتے ہیں جو سیل کی ڈی این اے بناوٹ کو نقصان پہنچاتے ہیں دی نیشنل ڈیفنس میڈیکل کالج کے ریسرچ اسکالر ڈاکٹر یوبلیکو موی یامہ نے ریسرچ میں پایا کہ ہری چائے استعمال نہ کرنے والے لوگوں کے مقابلہ میں ہری چائے استعمال کرنے والے لوگوں میں دل کے مریض بہت ہی کم ہوتے ہیں۔

پانی اور جدید سائنس

پانی اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمت ہے، یہ وہ انمول رتن ہے جو جاں بلب انسان میں تروتازگی پیدا کر کے چند لمحوں کے لئے زندگی بخش دے، دنیا کے کل رقبہ کا تین چوتھائی پانی پر مشتمل ہے اور ایک چوتھائی میں خشکی ہے گویا بحر اعظم کا رقبہ وسیع ہے اور بر اعظم کا رقبہ تنگ ہے لیکن یہ پانی مختلف اقسام میں موجود ہے کہیں معدنی و سمندری پانی ہے تو کہیں بارش کا پانی ہے، سمندری پانی نمکیات سے پر ہے یہی وجہ ہے کہ وہ قابل شرب نہیں بلکہ بعض سمندروں کا پانی تو اتنا کھارا ہوتا ہے کہ حیوانات و نباتات اپنی زندگی کے وجود سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

جدید سائنسی انکشافات سے یہ معلوم ہوا کہ روئے زمین پر زندگی کی ابتداء بھی پانی سے ہوئی جیسا کہ ارشاد ہے: "اَوَلَمْ يَرَا لَّذِيْنَ كَفَرُوْااَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَا نَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْئٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ. (الانبیاء : ۳۰)

کیا کافروں نے یہ نہیں دیکھا (یا انہوں نے جانا نہیں) کہ آسمان و زمین باہم ملے جلے تھے پھر ہم نے انہیں جدا کیا اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا کیا یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اگر بارش اور چشموں کا پانی ہے تب بھی واضح ہے کہ اس سے روئیدگی ہوتی اور ہر ذی روح کو حیات نو ملتی ہے اور اگر مراد نطفہ ہے تو اس

میں بھی کوئی اشکال نہیں کہ ہر زندہ چیز کے وجود کے باعث وہ قطرہ آب ہے جو نر کی صلب سے نکلتا ہے اور مادہ کے رحم میں قرار پکڑتا ہے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو یہ بے ساختہ زبان سے بات نکل جاتی ہے کہ انسانی زندگی کا مدار پانی ہے انسان یا جانور جو پانی پیتے ہیں اس کے عام ذرائع دریا، ندی نالے، نہریں، تالاب، جھیلیں، چشمے اور کنویں ہیں، بعض کنوئیں ایسے ہوتے ہیں جن میں میدانی علاقوں سے بارش کا پانی نجاست و غلاظت لاکر ان میں ڈال دیتا ہے اور وہ پانی بہت سی چیزوں کو اپنے اندر سمو لیتا ہے یہ پانی لائق شرب نہیں ہوتا اور نہ ایسے کنوؤں کے پانی سے طہارت و نظافت حاصل کی جاسکتی ہے۔ جس میں پانی کم ہو اور اس کے اوصاف تغیر ہو گئے ہوں لیکن اس طرح کا پانی جو رواں ہو اور تیزی سے بہہ رہا ہو اس میں غسل کرنے سے کوئی بیماری لاحق نہیں ہوتی۔ بعض چشموں کا پانی نیچے سے نکلتا ہے اور زیر زمین گندھک، کاربونیٹ اور میگنیشیم وغیرہ ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بعض جگہوں سے نکلنے والے پانی گرم ہوتے ہیں۔

بعض ماہرین کا کہنا ہے کہ دریاؤں، ندی نالوں کا پانی گدلا ہونے کے باوجود کسی بیماری کا باعث نہیں ہوتا کیوں کہ سورج کی شعاعیں پڑتی رہتی ہیں، لہروں میں آکسیجن کے اثرات ہوتے ہیں حیوانات اور سمندری و دریائی جانور کی موجودگی بہاؤ کی تیزی یہ وہ چیزیں ہیں جنکی وجہ سے ان میں مضر اثرات باقی نہیں رہ پاتے۔ جدید سائنسی تحقیقات پانی کے ذریعہ عام طور پر جراثیمی بیماریوں میں ہیضہ، اسہال، پیچس، پیتہ، محرقہ، یرقان، گکرے اور فالج کی شکایت ہو جاتی ہے، ڈاکٹر خالد غزنوی نے جناب عبدالخالق عاصم کی تحقیق بیان کیا ہے کہ پانی میں درج ذیل کیماوی عناصر ہوا کرتے ہیں۔

450 Cocal Diskolyed solids, 110 Hardness,
25 Calcoum, 22 Magnesiom, 230 Carbohydrates
38 Sulphates, 28 Chlorites, 28 Nitrites
28 Nitrogen,Treaces favorides 52 hron
Treaces iodine,Present residual chlorine

انسانی زندگی میں پانی کی اہمیت

پانی ایک ایسی نعمت ہے جس کے بغیر انسانی زندگی کی بقا غیر ممکن ہے یہ انسانی زندگی کا جزء لاینفک ہے، جسم میں پانی کا مقدار گرچہ ہوتا ہے لیکن اس سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا، خون کا بیشتر حصہ پانی پر مشتمل ہے لیکن اس کے ساتھ لحمیات، خون کے خلیات اور نمک ہوتے ہیں، اس طرح معدہ اور منہ کے لعاب وآنسو بھی پانی پر مشتمل ہیں۔

حیوانات ونباتات اور دنیا کی تمام چیزیں جن میں زندگی کی سائنس وکالت کرتی ہے انکی زندگی کا انحصار ہوا کے علاوہ پانی پر ہے، قلت پانی حیوانات ونباتات کی صحت کے لئے خطرناک ہے اور ان کی خوراک کی پیداوار کے لئے بھی مہلک ہے فرمان الٰہی ہے ''وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ''۔ ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندگی بخشی ہے۔

ہوا کو دیکھئے انسان اس میں رہنے کی تاب اسی وقت رکھتا ہے جب اس کے اندر رطوبت ہو اگر پانی کا اثر ختم ہو جائے تو وہ ہوا گرم مسموم ہو جاتی ہے اور انسان اس سے بچنے کا سامان کر لیتا ہے گویا ہوا کے اندر بھی پانی کی مقدار جب تک باقی رہتی ہے اس وقت تک انسان اس سے فائدہ اٹھانے کی پوری کوشش کرتا ہے۔

انسانی صحت کا راز پاکیزگی میں پنہاں ہے اسکی بقاء کے لئے پانی کا ستعمال بے حد ضروری تو ہے ہی لیکن صاف شفاف پانی استعمال ہونا چاہئے غلیظ اور گندہ پانی فوری طور پر صحت کے لئے مضر ہے۔

اسلامی تعلیم میں پانی کی پاکیزگی اور صفائی بڑی اہمیت کی حامل ہے درحقیقت پانی کا مسئلہ ہے۔ آدمی اپنی جان بچانے کے لئے پانی پیتا ہے اور کپڑے وبدن کو پانی سے صاف کرتا ہے انسان کا بدن میل کچیل سے اسی وقت پاک صاف ہوگا جب وہ پانی استعمال کرے قدرت نے پانی میں مہلک جراثیم کے زائل کرنے اور بدبو کو ختم کرنے کی قوت عطا کی ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت نے نجاست وغلاظت کے ازالہ کا طریقہ بتایا کہ پانی استعمال کیا جائے قضاء حاجت سے فراغت کے بعد پانی استعمال کیا جائے ہاتھوں کو پانی سے دھویا جائے۔

دنیا بھر میں ہونے والی سائنسی تحقیقات کے مطابق پانی سے ہاتھوں کو دھونے ہی سے بہت ساری بیماریوں سے بچا جا سکتا ہے۔ ہاتھ دھونے کی عادت دست جیسی مہلک بیماری سے حفاظت کی ضمانت ہے لیکن توجہ طلب بات یہ ہے کہ وہی پانی قابل استعمال ہے جس میں پہلے سے نجاست نہ پڑی ہو اور نہ اس کا رنگ متغیر ہو بلکہ پانی صاف شفاف ہو، گندہ پانی نہ تو نجاست کے ازالہ میں فائدہ مند ہو گا اور نہ انسانی زندگی کی بقا میں اور تشنگی بجھانے میں سود مند ہوتا گندہ پانی میں مختلف طرح کے جان لیوا جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں ان کا پینا گرچہ انسانی زندگی میں رمق حیات کی بقا کے لئے کافی اہمیت کا حامل ہے لیکن اس کے پینے سے فائدہ کے بجائے نقصان ہی ہوتا ہے حدیثوں میں مذکور ہے اس واقعہ پر نظر ڈالئے تو اس کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ ایک پیاسا کتا جو تالاب کے کنارے اپنی زبان نکالے پانی کو تک رہا تھا، پیاس کی شدت سے اس کی جان جانے کو تھی ایک فاحشہ عورت نے ایک کپڑے کو بھگو کر اس کتے کے منہ میں پانی ڈالا اس طرح اس نے اس پیاسے کتے کی جان بچائی اور وہ عورت اس اچھے عمل کی وجہ سے جنتی قرار پائی۔

جب انسان کے مرنے کا وقت ہوتا ہے اس وقت بھی پانی پانی کی آواز لگاتا ہے اس کا حلق خشک ہو جاتا ہے پیاس کی شدت سے تڑپتا ہے راحت وسکون پانی کے چند قطروں سے ہی نصیب ہوتا ہے کچھ وقتوں میں انسان کو کھانے کی کوئی چیز نہ ملے اس کے پاس پانی ہو تو اس پر گزارہ ممکن ہے لیکن کھانے کی ساری چیزیں ہوں، پانی نہ ہو تو اس کا جینا محال ہے۔

انتہائی پیاس کی حالت میں دنیا کی تمام مشروبات پی لی جائے تو ہم یقین کے ساتھ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ وقتی طور پر پیاس مٹنے کا احساس ہوتا ہے لیکن پانی کی تلاش باقی رہتی ہے۔ اللہ تعالی نے پانی میں عجیب صلاحیت دی ہے کہ اس کو پیتے ہی مکمل سیرابی اور تشنگی کے ختم ہونے کا احساس ہوتا ہے اور ایک طرح کی راحت محسوس ہوتی ہے۔

جب انسانی زندگی میں پانی کی اس قدر اہمیت ہو تو ہمیں پانی کیسا استعمال کرنا چاہیے؟ یہ ایک اہم اور غور طلب بات ہے پانی ہر صورت میں پاک صاف ہو، اس میں ادنی نجاست نہ ہو بیماریوں کے جراثیم سے پاک ہو ورنہ بد احتیاطی کی صورت میں ٹائی فائیڈ

(Typhid)، پیراٹائی فائیڈ (Paratyphid) ہیضہ (Choleara)، پیچس خناق اور جمرہ خبیثہ جیسی بیماریاں اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں پانی بھاری (کثیف) نہ ہو، کیڑے مکوڑے، نباتی وحیوانی نوعیت کے عضوی وغیر عضوی مادوں سے پاک ہو۔ پانی میں عضوی، نباتی اور حیوانی کثافتوں کی موجودگی سے معدہ اور آنتوں کی مختلف بیماریوں کا اندیشہ ہوتا ہے پانی میں کثافت ہوتو جلد میں سوزش، بدہضمی اور پتھری کی شکایت ہو جاتی ہے۔

پانی کی حفاظت کرنا اور جن برتنوں میں پانی رکھا جائے ان کو ڈھک کر رکھنا ضروری ہے اس صورت میں صاف شفاف پانی پینے کے لئے مل سکتا ہے صحت کی بقاء کیلئے ہمیشہ تازہ صاف اور ٹھنڈا پانی پینا چاہیے گھروں میں پانی ڈھک کر نہ رکھنا، گھروں کی نالیوں میں برابر پانی جمع ہونے دینا یا گندے تالابوں اور چھوٹے چھوٹے گڈھوں میں رہنے والے پانے کو پینا ملیریا بخار اور زرد بخار کو دعوت دینا ہے ڈاکٹروں کی تحقیقات کے مطابق گھیگھا جیسی بیماری زیادہ تر پانی کی خرابیوں سے ہی پیدا ہوتی ہے چنانچہ پانی کو استعمال کرتے وقت ہمیں دیکھ لینا چاہیے کہ آیا یہ پانی تازہ صاف شفاف، کثافت سے خالی ہے یا نہیں صحت کے لئے مفید ہے یا مضر، تازہ پانی پی کر ہی انسانی جسم میں تازگی آتی ہے اور جسم کے ہر عضو میں قوت نمو پیدا ہوتی ہے۔

مشکیزے ، فریج اور گھڑے کا پانی

اسلام نے پانی کے کئی اقسام بتائے ہیں اور ان کے احکام بھی بیان کر دیا ہے۔ قدرتی طور پر ایسا پانی انسان کو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ جس سے صحت برقرار رہے اور کسی طرح کے جراثیم کے پھیلنے اور دماغی وجسمانی خرابی کا اندیشہ نہ رہے۔ کوئی بھی جاری پانی جو نہروں اور چشموں کا ہو، تالاب اور ندیوں کا ہو پینے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ آلودہ نہ ہو، اس میں کسی بھی شوگر مل یا اس طرح کے کارخانوں کے کچڑے اس میں نہ ملتے ہوں ورنہ اس سے صحت کی خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔ مشکیزے کا پانی اسلام کے ابتدائی ایام ہی میں مستعمل ہوتا تھا بلکہ آج بھی کئی مقامات میں اس کے پانی کو شوق سے استعمال کیا جاتا تھا

۔ میں نے دیکھا ہے کہ گرمی کے موسم میں مشکیزے کا پانی شوق سے پیا جاتا ہے۔ مشکیزہ دراصل چمڑے کا بنا ہوتا ہے جس میں پانی رستا رہتا ہے اور باہری حصہ کی طرف آتا ہے اس سے اندرونی حصہ کا پانی ٹھنڈا رہتا ہے۔ یہ قدرتی طور پر ٹھنڈا پانی ہوتا ہے۔ اس میں کسی طرح کے مصنوعی آلات کے استعمال کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ قدرت کی طرف سے ایسا انتظام ہوتا ہے کہ ہوا کے ذریعہ باہری حصہ کی طرف رستا ہوا پانی ٹھنڈا ہو کر چمڑے کو بھی گرمی سے بچاتا ہے اور پانی کو نارمل رکھتا ہے۔ لیکن فریج کا ٹھنڈا پانی مصنوعی آلات کے ذریعہ ٹھنڈا کیا جاتا ہے اور ہواؤں کی لہریں اندر ہی اندر گھومتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے پانی بھی وزنی اور ثقیل ہو جاتا ہے اور بسا اوقات جم کر برف بن جاتا ہے۔ یہ پانی سائنسی تحقیقات کی روشنی میں صحت کے مفید نہیں ہے۔ مٹی کے برتنوں، گھڑوں اور مشکیزوں کا پانی صحت کے لئے بے حد مفید ہے۔ اس کے مقابلہ میں گیسوں کے ذریعہ ٹھنڈا کیا ہوا پانی قطعا مفید نہیں ہے۔ اس سے گلے کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، سردی، زکام اور نزلے کی شکایت ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی کئی قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہونے کا خطرہ رہتا ہے اس لئے وہ منرل واٹر کے مقابلہ میں کسی بھی طرح مفید نہیں ہے۔

توہماتی پانی

پانی ایک ایسی نعمت ہے جس سے انسان کو انکار نہیں۔ اس کے اندر جو کیمیاوی عناصر اللہ نے رکھے ہیں وہ انسانوں کے پیدا کردہ نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالی نے ہی پیدا کیے ہیں۔ بہت سارے ایسے چشمے بھی ہیں جن کے بارے میں طرح طرح کے خیالات اور واقعات بیان کرتے لوگ نہیں تھکتے ہیں۔ ایسے چشموں کو اولیاء، صلحاء اور اتقیاء کی کرامات کی دین کہا جاتا ہے۔ اس کی پانی سے بسا اوقات شفایابی مل جاتی ہے یا کسی کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہے۔ جب یہ چشمے کسی خاص مقام پر جاری ہوتے ہیں تو سائنس ءتحقیقات کی رو سے بہت سارے معدنیات اپنے اندر لئے ہوتے ہیں۔ ایسے پانی کو توہماتی پانی اور ایسے چشموں کو توہماتی چشموں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پانی کے چشمے

کے بارے میں شریعت کا یہ حکم ہے کہ اگر اس کا پانی صاف شفاف ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر کسی بھی طریقے سے اس کے اندر تبدیلی ہے اس میں گندگی ہے یا اس کے مزے اور بو میں تبدیلی ہے تو اس کا استعمال درست نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات نقصان دہ بھی ہے۔ بعض شہروں میں ایسے کنویں بھی مشہور ہیں جو کسی کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کنویں اپنے اندر ایسی خصوصیات کے حامل ہیں کہ وہ جن ناموں سے موسوم ہیں ان کی نظر عنایت اور کرشمہ جاتی کاموں کا دخل ہے لیکن ایسا خیال صحیح نہیں ہے کیوں کہ یہ چشمے اور کنویں اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے اور انہیں جاری کرتا ہے۔ ان میں کچھ ایسے عناصر پیدا کر دیتا ہے کہ انسان ان کے پانی کو پی کر اپنی ضرورت پوری کرتا ہے اور مریض شفایاب ہو جاتا ہے۔

معدنی چشموں کا پانی

دنیا کے مختلف خطوں میں معدنی چشموں کا وجود ایک نعمت ہے۔ اس کے اندر جو پانی ہے۔ اس کے اندر کھاراپن ہوتا ہے۔ یہ پہاڑوں، جنگلوں اور صحراؤں کے اندر پائے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یورپ کے ممالک میں اس طرح کے چشمے بہت پائے جاتے ہیں۔ بعض چشموں میں تیزابی اجزاء اور تابکار اثرات پائے جاتے ہیں۔ اس کے پانی کو پیا جاتا ہے۔ اس سے غسل بھی کیا جاتا ہے اور بھپارے کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے چشمے جہاں اور جس ملک میں ہیں وہاں بہترین تفریح گاہیں ہیں۔ بہت سارے مریض وہاں کا سیر کرتے ہیں اور ان سے اپنا علاج کرتے ہیں۔ ایسے معدنی چشموں سے ورم، پیشاب اور اس سے متعلق اعضاء کی بیماریوں، جلدی بیماریوں، فالج، گٹھیا اور دوسری بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ سائنسی تحقیق کی روشنی میں معدنی چشمے کے پانی سے اعصابی بیماریاں، دمہ اور سانس کی بیماریاں، آنتوں کی بیماریاں، ریاحی تکالیف نسوانی امراض، بچوں کی بیماریاں ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ طبی اعتبار سے ان چشموں میں آیوڈین اور گندھک کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ ایک طبی ریسرچ کے مطابق آسٹریلیا کے معدنی چشموں کا پانی دل کی

بیماریوں اور عورتوں کی ماہواری کی بے قاعدگی کے علاج میں بہت مفید ہے۔ اسی طرح جرمنی کے معدنی چشموں میں نمکیات، کاربونک ایسڈ، گیس اور سوڈیم کلورائڈ موجود ہے۔ ان چشموں کا پانی پیٹ، آنتوں کی مزمن بیماریوں، جگر کی خرابی، ذیابیطیس، نقرس، وجع مفاصل، سانس کی بیماریوں اور دل کی بیماریوں میں بے حد مفید ہے۔ معدنی چشموں کا پانی شرعی طور پر استعمال کرنا جائز ہے اور طبی اعتبار سے بھی فائدے مند ہے۔ ڈاکٹروں کی تحقیقاتی رپورٹ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کے بہت سے ایسے خواص ہیں جو مختلف بیماریوں کے لئے مفید ہیں اور یہ اللہ تعالی کی انسانوں پر عظیم احسانات ہیں جن پر جتنا شکر بجالایا جائے کم ہے۔

شراب اور جدید سائنس

اسلام میں تمام مسکرات شراب، افیون چرس، بھانگ اور اس قسم کی نشہ آور اشیاء حرام ہیں خواہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ۔ قرآن کریم میں ہے: "يَسْـئَـلُوْنَكَ عَنِ الْخَـمْـرِ وَالْـمَيْسِرِ قُـلْ فِيْهِـمَـا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا"۔

شراب انسانی جسم کے لیے ضرر رساں کیمکل تسلیم کیا گیا ہے۔ شراب سے کئی طرح کے نقصانات ہوتے ہیں۔ اس سے منہ متاثر ہوتا ہے اور مسوڑھوں میں ورم آجاتا ہے۔ شراب کے عادی انسان کے دانت جلد ہی خراب ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد گلے کی خرابیاں بھی پیدا ہونے لگتی ہیں۔ اس سے معدے میں تیزابیت اور سوزش پیدا ہوتی ہے۔ تمام شرابیوں کی بارہ انگشتی آنت اور پتہ کی جھلی ہمیشہ بیماری کا شکار رہتی ہیں یا ان کا کام صحیح نہیں ہوتا۔ یہ حالت ہر شرابی کو گیس اور بدہضمی کے سبب مصیبت میں ڈالے رکھتی ہے۔ شراب کے مضر اثرات سب سے زیادہ جگر پر پڑتے ہیں، اس کی وجہ سے جگر سکڑ جاتا ہے۔ شراب سے خون لانے اور لے جانے والے شریانوں پر بھی خاصا اثر پڑتا ہے۔ جگر کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان سے دل کے اوپر بھی دباؤ پڑتا ہے اور دوران خون میں گڑبڑی کے نتیجہ میں دل میں بھاری پن اور سستی آجاتی ہے۔ انسانی گردے کے بھی خراب ہونے

کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ مقدار میں بیئر پینے والوں کے گردے اکثر خراب ہو جاتے ہیں۔
شراب سے اعصابی نظام میں بھی گڑ بڑی پیدا ہو جاتی ہے۔ عام طور پر اس سے ہذیان، رعشہ، پلا ئینورائٹس اور کوراسا کوف کے مجموعہ علامات جیسی عام بیماریاں جنم لیتی ہیں۔
شراب پینے سے عائلی اور سماجی زندگی پر اس کے برے اثرات پڑتے ہیں۔ شراب پینے والے اکثر دماغی الجھنوں کے شکار ہوتے ہیں۔ ان کو معاشرہ اور سماج میں کئی قسم کے تنازعات کا سامنا ہے۔ بڑے ہی غصہ والے اور چڑ چڑا امزاج ہوتے ہیں۔ ان پر بے ہوشی اور سستی چھائی رہتی ہے۔ معاشرے میں بڑے بڑے جھگڑے کو بھی شراب جیسی عادت قبیحہ ہی جنم دیتی ہے۔ معاشرہ میں طلاق کے مسائل بھی اکثر ایسی عادتوں کے نتیجہ ہی میں رونما ہو رہے ہیں۔

زہر پینا حرام ہے

زہر یا جان لیوا چیزیں پینا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر خبیث چیزوں کو حرام کر دیا ہے اور انسانی جان کی اس کے ذریعہ قدر و قیمت واضح کر دی ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری انسان کی ہے کہ وہ اپنے جان کو عزیز رکھے اور زہر یا ہلاکت خیز اشیاء کے ذریعہ اس کو نہ مارے، کوئی زہر یا اس قسم کی کوئی چیز نوش کرے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَسَا سَمًّا فَسَمَّهُ فِيْ يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا".

(بخاری: ۵۷۷۸، مسلم: ۱۷۵، ترمذی: ۲۰۴۳، نسائی: ۱۹۷۴، مسند احمد: ۲/۴۷۸)

جو زہر نوش کرے گا تو قیامت کے دن وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور اسے جہنم میں پیا کرے گا اور ہمیشہ ہمیش اسی میں پڑا رہے گا کبھی باہر نہیں آسکے گا۔

شریعت میں جو چیزیں حرام ہیں ان میں خباثت و نجاست ہے ان کو بطور دوا بھی پینے سے منع کیا ہے۔ صحیح بخاری (۱۹۸۲) میں ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

,,مَنْ تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدّٰى فِيْهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَمَنْ تَحَسّٰى سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَسَمَّهُ فِيْ يَدِهٖ يَتَحَسَّاهُ فِيْ نَارِ

جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا اَبَدًا '' ۔

جس نے پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کری وہ جہنم کی آگ میں ہوگا اور اس میں ہمیشہ پڑا رہے گا اور جس نے زہر پی کر خودکشی کری تو وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں وہ اسے اسی طرح ہمیشہ پیتا رہے گا' اور جس نے لوہے کے کسی ہتھیار سے خودکشی کرلی تو اس کا ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لئے وہ اسے اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا۔

آبِ زمزم کے فوائد و خصوصیات اور جدید سائنس

آب زمزم اللہ تعالی کی طرف سے انسانوں کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ یہ سب سے عمدہ اور نفع بخش پانی ہے۔ اس کے اندر ہر بیماری سے شفاء اور بھوک سے آسودگی اور ہر پیاس سے سیرابی ہے۔ دراصل یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے دوڑ دھوپ کا ثمرہ ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تشنگی مٹانے کے بہانے پوری امت مسلمہ کے لئے ایک عطیہ ہے۔ اللہ نے بے آب و گیاہ صحرا میں آباد لوگوں کی روزی فراہم کیا اور شکر گزاری کی تلقین کی۔ اسلام نے اس کی عظمت و افادیت کو واضح کیا۔ لوگوں نے اسکی تعمیر و تحفظ پر توجہ مرکوز کی۔ محمد عربی ﷺ نے بھی اس کو خوب اہمیت دی اور اس کا بڑا احترام کیا۔

بخاری و مسلم کی روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو آب زمزم پلایا اور انہوں نے کھڑے ہو کر پیا ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ آب زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے مفید ہے۔

مسلم کے اندر ہے کہ ایک موقعہ پر حضرت محمد ﷺ نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی کیفیت کے بارے میں فرمایا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے کعبہ شریف اور اس کے پردوں کے درمیان تیس دن رات گزاری اور ان کے پاس کھانیکی کوئی چیز نہ تھی وہ اس دوران زمزم پیتے رہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک مکمل خوراک تھا۔ بخاری کی روایت میں یہ

اضافہ ہے کہ زمزم صرف خوراک ہی نہیں بلکہ بیماریوں کے لئے شفاء بھی ہے۔ روایت اس طرح سے ہے: ابوذر کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم یہاں کب سے تھے: وہ کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا: کہ میں یہاں تیس دن سے تھا۔ آپ نے فرمایا: پھر کون تم کو کھلاتا تھا؟ میں نے کہا کہ میرے پاس کوئی کھانا نہیں تھا سوائے آب زمزم کے۔ میں موٹا ہو گیا یہاں تک کہ میرے پیٹ پر سلوٹیں آ گئیں اور میں ذرا بھی بھوک محسوس نہیں کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا: آب زمزم مبارک ہے، وہ کھانے والے کا کھانا ہے اور بیمار کے لیے شفاء ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روئے زمین پر سب سے بہتر پانی آب زمزم ہے۔ اس میں کھانے والے کا کھانا ہے اور بیمار کے لیے شفاء ہے۔ اور روئے زمین پر سب سے خراب پانی وادی بدھوت کا پانی ہے جو حضرموت کے قریب میں ہے۔ وہ ٹڈی کے پیر کی طرح ہے جو صبح کے وقت اچھلتا کودتا ہے اور شام کے وقت اس میں تری باقی نہیں رہ جاتی۔ (معجم طبرانی: اس کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ میں صحیح قرار دیا ہے)۔

آب زمزم اور جدید سائنس

آب زمزم اس قدر مفید کیوں ہے؟ ماہرین علم و تحقیق نے جب اس کے بارے میں اپنا تحقیقی سفر شروع کیا تو بعض نے کہا کہ یہاں سونے کی کانیں کثرت سے پائی جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کے ذرات میں پانی حل ہو جاتے ہیں اور اسکی افادیت بڑھ جاتی ہے۔

لیکن بعض مصری ماہرین اطباء نے محققین کے بیانات کی روشنی میں آب زمزم میں ذیل کیمیاوی اجزاء کے بارے میں پتہ چلا تھا۔

میگنیشیم سلفیٹ (Magnesium Sulphate)، سوڈیم سلفیٹ (Sodium Sulphate)، سوڈیم کلورائڈ (Sodium Chloride)، کیلشیم کاربونیٹ (Calcium Carbonate)، پوٹاشیم نائٹریٹ

(Potessiom Nitrate)ہائیڈروجن سلفائیڈHydrogen Sulphid()

لیکن آبِ زمزم میں ان کیمیاوی عناصر کے وجود سے بعض پانی کے ماہرین علم اس کے منکر ہیں اور اس تجربہ کو نامکمل اور غلط قرار دیا ہے کیوں کہ بعض نے اپنی بسیار جستجو کے بعد اس کا انکشاف کیا ہے کہ آب زمزم کثافت پیدا ہونے والے عناصر و اجزاء سے بالکل خالی ہے۔

میاں نذیر احمد نے اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ آب زمزم پینے کے لئے کیمیاوی طور پر دنیا کا سب سے بہترین پانی ہے۔ عالمی ادارہ صحت کا بیان ہے کہ عالمی معیار کے مطابق زمزم کا پانی پینے کے لئے محفوظ اور ہر طرح سے قابل استعمال ہے راجہ ابو سمن اور طرابلس کی ٹیم نے آب زمزم میں موجود کیمیاوی عناصر کے بارے میں دریافت کیا جسکی تفصیل یوں ہے۔

Total DiskoiyedSolids	1620
Chlorine	234
Calsium Corbonate	365
Sulphate	190
Calcium	+V6
Magnesiom gron	+VE
Sulphur	-VE
Nitrates	-VE

بعض لوگوں نے اپنے تجربات اور مشاہدات بیان کئے ہیں کہ زمزم کے پانی سے پیٹ اور جسمانی اذیتیں ختم ہو جاتی ہیں حتی کہ بعض نے بیان کیا ہے کہ کینسر کا جاں بلب مریض روزانہ زمزم کا پانی پی کر صحت یاب ہو گیا۔ اسی طرح ڈاکٹر خالد غزنوی (طب نبوی اور جدید سائنس ۲/ص ۵۰) نے اپنا ذاتی مشاہدہ یوں بیان کیا ہے "ذیابطیس کا جو بھی مریض حج کرنے گیا اور اس نے باقاعدگی سے زمزم پیا اسکے خون اور پیشاب سے شکر ختم ہو گیا جتنی دیر وہ حجاز مقدس میں رہے ان کو انسولین لینے کی کبھی ضرورت نہیں پڑی۔ اس قسم کا ہمارا مشاہدہ بلڈ پریشر کے بارے میں ہے کہ حج کے دوران بلڈ پریشر کے کسی مریض کو کبھی کسی

دوائی کی ضرورت نہیں پڑی۔ زمزم پینے کے بعد پیٹ کی گرانی فوراً ختم ہو جاتی ہے۔ تیزابیت جاتی رہتی ہے اور بھوک باقاعدہ گی سے لگنے لگتی ہے باقاعدگی سے زمزم پینے کے بعد حافظہ بہتر ہو جاتا ہے۔ زمزم کے فوائد کسی عقیدہ یا ایمان کی بات نہیں جو بھی یقین کے ساتھ اسے پیتا ہے اپنا مطلب پالیتا ہے۔

آب زمزم تمام پانی کے قسموں میں عمدہ وافضل ہے۔لوگوں کے پاس بھی سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔کوئی بھی فرد اس کے پینے سے انکار نہیں کرسکتا ہے بس ملنے کی دیر ہے ہر ایک کی چاہت یہی ہے کہ آب زمزم پینے کو ملے۔

رسولؐ نے فرمایا: اِنَّهَا مُبَارَكَةٌ ،اِنَّها طَعَامُ طَعْمٍ . (مسلم:۱۶/۲۴۵۔شرح نووی)

آب زمزم بابرکت پانی ہے وہ کھانے والوں کا کھانا ہے امام نووی کے بیان کے مطابق اس کا پینے والا ویسا ہی آسودہ ہو جاتا ہے جس طرح کھانے والا کھانے سے آسودہ ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ کا ارشاد ہے: زَمْزَمٌ لِمَا شَرِبَ لَهٗ . (صحیح سنن ابن ماجہ:۳/۵۹)

آب زمزم اسی کے لئے ہے جس کی خاطر نوش کیا جائے بعض فقہاء نے اس کے آداب شرب کو بیان کیا ہے۔قبلہ رو ہونا، بسم اللہ پڑھنا، دایاں ہاتھ میں برتن پکڑنا تین بار بار سانس لینا، اس سے آسودہ حال ہونا، چہرہ وسر پونچھنا، اپنے من پسند مسنون دعائیں کرنا۔ علامہ ابن تیمیہ (مجموع فتاوی شیخ الاسلام:۲۶/۱۴۴) آب زمزم کو پینا اور اس سے آسودگی حاصل کرنا شرعی دعاؤں میں اپنی چاہت ے اعتبار سے پیتے وقت دعا کرنا ہاں !اس سے غسل کرنا مستحب نہیں ہے۔

دودھ اور جدید سائنس

دودھ ایک ایسی غذا ہے جس سے انسان کو قوت وتوانائی ملتی ہے اور بہت سارے وٹامن بھی اس سے مل جاتے ہیں صحت کا انمول خزانہ دودھ بھی ہے نبی اکرم ﷺ کو جب معراج میں شراب ودودھ پیش کیا گیا تو آپ نے دودھ ہی پسند فرمایا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:" اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ اُتِیَ لَيْلَةَ اُسْرِیَ بِهٖ

بِاِیْلِیَاءَ بِقَدَحَیْنِ مِنْ خَمْرٍ وَ لَبَنٍ فَنَظَرَ اِلَیْهِمَا فَاَخَذَ اللَّبَنَ فَقَالَ لَهٗ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَاکَ لِلْفِطْرَةِ ، لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ ، غَوَتْ اُمَّتُکَ". (صحیح مسلم : ۲۲۵/۵، کتاب الاشربه)

یعنی جس رات کو رسول ﷺ بیت المقدس میں لائے گئے تو آپ ﷺ کے پاس دو پیالے آئے۔ ایک میں شراب تھا۔ اور ایک میں دودھ۔ آپ نے دونوں کو دیکھا اور دودھ کا پیالہ لے لیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: شکر اس اللہ کا جس نے آپ کو فطرت کی ہدایت کی۔ اگر آپ شراب کو پی لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

اور آپ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پڑوسیوں کی طرف سے دودھ ہدیہ میں آتا تو اس کو پی کر زندگی کے کچھ اوقات گزارتے تھے۔ دودھ ماں کا ہے اور جانوروں کا بھی اور سب کی خصوصیات وفوائد الگ الگ ہیں۔

دودھ میں سماوی برکت بھی شامل ہے

مقداد بن اسود کہتے ہیں کہ میں اور میرے دو ساتھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ سخت بھوک لگی تھی۔ ہم نے لوگوں سے ملاقاتیں کیں لیکن کسی نے بھی ہماری ضیافت نہیں کی۔ پھر رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے گھر لے کر آئے۔ آپ کے پاس چار بکریاں تھیں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: اے مقداد! اس کا دودھ ہمارے درمیان چار حصوں میں بانٹ دو۔ چنانچہ میں اسے چار حصوں بانٹ دیا کرتا۔ ایک رات رسول اللہ ﷺ کسی کام میں پھنس گئے۔ میں نے سوچا کہ آپ کسی انصار کے پاس گئے ہیں اور وہیں سے کھا پی کر آسودہ وسیراب ہو گئے ہوں گے۔ چنانچہ آپ کا حصہ بھی میں پی لوں۔ میں اسی فکر میں تھا کہ آپ کا حصہ اٹھا کر پی گیا اور پیالہ ڈھانپ دیا۔ جب میں پی چکا تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ بھوکے آئیں اور کھانے کے لیے کوئی چیز نہ پائیں۔ ابھی اسی فکر میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ آ گئے۔ آپ نے اس طرح سلام کیا جسے بیدار لوگ سن سکیں، سوئی ہوئی قوم بیدار ہو جائے۔ پھر آپ پیالے کے پاس آئے

اور اسے کھولا لیکن اس میں کچھ نہ تھا۔ پھر آپ نے کہا: اے اللہ! تو اسے کھلا جو مجھے کھلائے اور اسے پلا جو مجھے پلائے۔ میں نے اس دعا کو غنیمت جانا۔ میں نے ایک چھری لی اور بکریوں کے پاس آیا اور یہ معلوم کرنے کے لیے گیا کہ ان میں سے موٹی کون ہے۔ میں انہیں ہاتھ سے چھونے لگا۔ پھر میرا ہاتھ جس بکری کے تھن پر گیا اس کو دودھ سے بھرا ہوا پایا۔ چنانچہ میں نے دودھ دوہا، یہاں تک کہ پیالہ بھر گیا پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ پی لیجیے۔ آپ نے میری طرف اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: اے مقداد! تمہاری بعض عادت بری ہے۔ بتاؤ کیا خبر ہے؟ میں نے کہا: آپ اسے نوش فرمالیں پھر میں خبر بتاتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے نوش کیا یہاں تک کہ سیراب ہو گئے۔ پھر آپ نے مجھے دیا اور میں نے بھی پیا پھر آپ نے فرمایا: کیا خبر ہے؟ میں نے آپ کو بتایا۔ آپ نے فرمایا: یہ برکت ہے جو آسمان سے نازل ہوئی ہے۔ تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا یہاں تک کہ ہم اپنے دونوں ساتھیوں کو بھی پلا دیتے۔ میں نے کہا کہ جب مجھے اور آپ کو برکت مل گئی تو اب مجھے پرواہ نہیں کہ میں نے کس کو نہیں پلایا ہے۔

دودھ کے اندر برکت بہت ہے۔ امام ابن ماجہ نے کتاب الاطعمہ میں ام سالم راسبین کی ایک روایت بیان کی ہے وہ کہتی ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب دودھ لایا جاتا تو آپ ﷺ فرماتے: ایک برکت یا دو برکت۔

مسند احمد (۱۴۵/۶) میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ لایا جاتا تو آپ فرماتے: گھر میں کتنی برکت ہے ایک یا دو برکتیں ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ زاد المعاد (۳۸۴/۴) میں فرماتے ہیں: ''دودھ اگر چہ محسوس کرنے میں معمولی معلوم ہوتا ہے لیکن وہ آدمی کی اصل خلقت میں مرکب ہے اور اس طبعی ترکیب میں تین جواہر ہیں۔ پنیر، گھی اور پانی۔ پنیر ٹھنڈا، مرطوب اور بدن کو غذا پہنچانے والا ہے۔ گھی معتدل ہے۔ اور بدن انسانی کو صحیح رکھنے کے لیے مناسب ہے۔ پانی گرم ہے۔ یہ طبیعت و بدن کے لیے مرطوب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس

دودھ لایا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھتے: "اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ" اے اللہ! تو ہمیں اس میں برکت دے اور اس سے ہمیں بڑھا۔ مسند احمد کی ایک حسن روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے علم میں دودھ کے علاوہ کوئی بھی کھانے یا پینے کی چیز کافی نہیں ہوتی ہے۔ پھر اس کا فائدہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ محمود ہے۔ وہ عمدہ خون پیدا کرتا ہے اور خشک بدن کو مرطوب بناتا ہے۔ عمدہ غذا ہے۔ وسوسہ اور غم اور سودائی امراض سے بچاتا ہے۔ اگر اسے شہد کے ساتھ پیا جائے تو اندرونی زخم کو فاسد مادہ کے ساتھ ملنے سے بچاتا ہے۔ اگر شکر ملا کر پیا جائے تو اس سے رنگ بہت اچھا ہو جاتا ہے۔ جماع کے ضرر کا تدارک کرتا ہے اور ٹی بی کے مریضوں کے سینے اور پھیپھڑے کے لیے مناسب ہے۔

ماں کا دودھ۔ قدرت کا انمول عطیہ

اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کا مکمل ثبوت اس وقت ہوتا ہے۔ جب انسان ماں کے دودھ پر غور کرتا ہے۔ ماں کی چھاتیوں سے نکلنے والا دودھ دراصل ماں کا خون ہوتا ہے جو اللہ تعالی سفیدی کی شکل میں بچوں کے لئے غذا بنا دیتا ہے۔ ماں کا دودھ بچوں کیلئے بہترین غذا ہے۔ شیر خوار بچوں کی نفسیاتی اور جسمانی اعتبار سے بہترین نشو ونما اور بھرپور طاقت و توانائی ماں کے دودھ میں ہے۔

آج کے موجودہ فیشن زدہ دور میں سماجی، معاشی اور خانگی نظام میں بڑی تیزی سے تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں بہت ساری تبدیلیاں ناخوشگوار ہوتی ہیں اور ان کے برے اثرات سماج پر مرتب ہوتے ہیں عورتوں کو نئے فیشن نے اپنے چنگل میں لے لیا ہے اور مغربی تہذیب کا اس قدر دلدادہ بن گئی ہیں کہ خوبصورتی اور حسن و جمال کو باقی رکھنے کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں خواہ اسکے نتیجہ میں جو قیمت بھی چکانی پڑے۔ آج عورتوں کو شادی کرنیکا وقت تو مل جاتا ہے لیکن اسکے بعد عائلی زندگی کو بہتر ڈھنگ سے گزارنے کا موقع نہیں مل پاتا ہے۔ اپنے بچوں کی پرورش و پرداخت اور صحیح ڈھنگ سے نگہداشت کا موقع نہیں پاتیں پیشتر گھریلو معاملات فون ہی پر طے ہوتے ہیں۔ اپنے نونہالوں کو گلے

لگانے کی فرصت نہیں ملتی گھر کی آیا ہی بچوں کی ماں ہوتی ہے اور بوتل کا دودھ بچوں کی غذا ہوتی ہے۔ بعض مرتبہ یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ بچوں کی مانوسیت ماں کے مقابلہ آیا سے زیادہ ہوتی ہے اس طرح ماں اور بچوں میں کافی فاصلہ ہو چکا ہوتا ہے۔

ایسی صورت میں بریسٹ فیڈنگ (چھاتی سے دودھ پلانا) کے تعلق سے باتیں کرنا عجیب سا لگتا ہے لیکن یہ بڑا ہی حساس اور غیر معمولی سنجیدہ موضوع ہے معاشرہ میں بہت ساری خواتین بریسٹ فیڈنگ سے اس لئے کتراتی ہیں کہ ان کی خوبصورتی متاثر ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

ڈاکٹر عذرا سلطانہ (ایم بی بی ایس ایم ڈی) ایک مضمون میں لکھتی ہیں:

''بریسٹ فیڈنگ سے متعلق جائزوں اور رپورٹوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ بچوں کو دودھ پلانے سے ماں اور بچے دونوں ہی کی جسمانی صحت پر بہترین اثرات مرتب ہوتے ہیں مثلاً آج کینسر موت کا ایک عام سبب بن چکا ہے ہندوستانی اور ایشیائی خواتین میں Cervical Cancer اور یوروپی خواتین میں پستانوں کا کینسر سب سے زیادہ عام ہے اور مختلف میڈیکل تحقیقاتی رپورٹوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایسی مائیں جو اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں ان میں نہ صرف پستانوں کے کینسر بلکہ Carvix اور Ovary کے کینسر کا امکان دودھ نہیں پلانے والی خواتین کے مقابلہ میں کم ہو جاتا ہے چونکہ یورپی اور ترقی یافتہ ممالک کی خواتین ایشیائی عورتوں کے مقابلہ میں بریسٹ فیڈنگ بہت کم کرتی ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ یوروپی ممالک کی خواتین میں پستانوں کے کینسر کی شرح بہت زیادہ ہوتی ہے ایشیائی عورتوں میں پستانوں کے کینسر ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ آج بھی یہاں کی عورتوں میں بہت حد تک دودھ پلانے کا رواج باقی ہے اور میڈیکل رپورٹوں سے یہ اشارے ملتے ہیں کہ دودھ پلانے کی وجہ سے Fast soluble pollutant اور Carcinogen جسم میں جمع نہیں ہوتا جس کی وجہ سے کینسر کا امکان زیادہ ہو جاتا ہے دودھ پلانے والی عورتوں میں کینسر کے امکان کم ہونے کی دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ بریسٹ فیڈنگ کی وجہ سے Estrogen اور Exposure کم ہو جاتا ہے بریسٹ فیڈنگ اس

لئے ضروری ہے کہ ماں کے دودھ میں بچہ کو غذا فراہم کرنے کی بہترین صلاحیت ہوتی ہے بلکہ غذا کے علاوہ انس ومحبت اور مقدس رشتہ کی پاسداری کی بنیاد پڑتی ہے بازاروں میں دستیاب مصنوعی دودھ ماں کے دودھ کی جگہ نہیں لے سکتے اس لئے بہت سے ایسے ضروری اجزاء ہی جنہیں صرف ماں کا دودھ ہی فراہم کرتا ہے ماں کا دودھ بچے کو ایک بہترین اور آسانی سے ہضم غذا فراہم کرنے کے ساتھ بچے کی قوت مدافعت کو بھی مضبوط کرتا ہے جس کی وجہ سے بچے کا نازک جسم مختلف بیماریوں سے لڑنے کے قابل ہو پاتا ہے ماں کے دودھ کی وجہ سے بچہ غذا کی الرجی Diarrhoea ڈائریا، داد، کھجلی Eczema Gastro Intestine infection اور Respiratary infection وغیرہ سے بہت حد تک محفوظ رہتا ہے۔

بعض تجزیاتی اور تحقیقاتی رپورٹوں سے انداز ہوتا ہے کہ ایسے بچے جو ڈبے کا دودھ پیتے ہیں ان میں کینسر کا امکان آٹھ گنا زیادہ ہوتا ہے ایک مطالعہ کے مطابق ماں کا دودھ پینے والے بچوں میں Leukemia کے امکان ۳۰ فیصد تک کم ہو جاتا ہے نیز ماں کا دودھ پینے والے بچوں میں بڑی عمر کے ہونے کے بعد جوڑوں کے درد کی شکایت کا امکان کافی کم ہو جاتا ہے۔ بریسٹ فیڈنگ سے بچے بہت حد تک دل کی بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں اور آسٹریلیائی سائنس دانوں کے مطابق جو بچے ابتدائی تین مہینہ تک اپنی ماں کا دودھ پی لیتے ہیں ان میں ذیابطیس کی بیماری کا امکان ۳۰ فیصد تک کم ہوتا ہے۔ وہ مزید لکھتی ہیں:

ہمارے سماج میں بریسٹ فیڈنگ کی کمزور پڑ رہی روایت سے ہمارا خانگی اور سماجی نظام متاثر ہوتا ہے اس لئے کہ اس روایت کی کمی کی وجہ سے ہمارے سماج کے مقدس ترین رشتے کی بنیادیں کمزور ہو رہی ہیں اور ایک غیر محسوس انداز میں ماں اور بچے کے درمیان ایک فاصلے کی دیوار جنم سے رہی ہے اس حقیقت کے باوجود کہ ماں اور بچے کے درمیان فطری طور پر ایک ایسا رشتہ ہوتا ہے جسے دنیا کے مقدس ترین رشتے کا نام دیا جاتا ہے مگر اس رشتہ کی استواری اور استحکام اور پائیداری میں بریسٹ فیڈنگ کے عمل کو غیر معمولی دخل ہے جیسے صرف دیکھ کر بھی محسوس کیا جاتا ہے کہ ایک عورت جب اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے تو وہ محض

اس عمل سے اپنے بچے کی غذائی ضرورت کی تکمیل نہیں کرتی بلکہ وہ اپنے مخصوص والہانہ انداز سے بچے کے پورے وجود کو سیراب کر دیتی ہے گویا ماں کے پستانوں کا دودھ ماں کے صرف ایک غذائی مادہ نہیں بلکہ پیار کے اظہار کا ایک اچھوتا انداز بھی ہے اور دودھ ماں کے سینے سے پھوٹنے والا ایک شیریں چشمہ ہے جو ماں اور بچے کی بیچ کے رشتے کی جڑوں کی آبیاری کرتا ہے اور اسے قوت بخشتا ہے۔

جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق یونیسیف کا کہنا ہے کہ ماں کے پستانوں سے دودھ پینے والے بچے بوتل کا دودھ پینے والے بچوں کے مقابلہ میں دس فیصد کم اسپتال لائے جاتے ہیں یہ بات تو اب سو فیصد درست ثابت ہو رہی ہے کہ پستانوں سے دودھ پینے والے بچے نفسیاتی لحاظ سے بہت اچھے ہوتے ہیں کیوں کہ ماں کا دودھ قدرتی طور پر ایسا شفا بخش ہوتا ہے کہ بچہ اسے پی کر تندرست و توانا رہتا ہے۔

یونیسیف نے شیر خوار اطفال و خواتین کی فلاحی تنظیموں سے درخواست کی ہے کہ وہ وسیع پیمانے پر اس طبی نکتہ کو اجاگر کریں کہ ماں کے پستانوں سے بچوں کا دودھ پینا بچوں کے خوراک حاصل کرنے کا فطری طریقہ ہے خصوصا ان حاملہ خواتین کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے جو اپنے نومولود بچوں کو اپنی چھاتیوں سے دودھ پلانا چاہتی ہیں۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس: ۹۶/۲)

جدید سائنسی تحقیق کے مطابق بچوں کو دودھ پلانے والی خواتین میں چھاتی کا سرطان کم ہوتا ہے برطانوی ماہرین تشخیص و علاج کے بقول چھاتی میں گلٹیاں ہوتی ہیں ان میں سے ۱۰ بے ضرر اور ایک سرطان ہوتی ہے لیکن آج کل اس مرض میں مبتلا خواتین کو شفا یابی مل جاتی ہے۔ سائنسی تحقیق کے مطابق ماں کا دودھ پینے والے بچے نہایت ذہین ہوتے ہیں ان کے سلسلہ میں یہ Children drinking Mother,s milk are intelligent کہا جاتا ہے گویا ماں کے پستانوں سے دودھ پینے والے بچے ڈبہ کا دودھ پینے والے بچوں کے مقابلہ میں قوی و طاقت ور اور ذہین و فطین ہوتے ہیں برطانوی تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق جو بچے اپنی ماں کا دودھ نہیں پیتے وہ کلاسوں میں اکثر خاموش اور سہمے

سبے ہوتے ہیں اور ان کے دوست بھی بہت کم ہوا کرتے ہیں ایک تحقیق کے مطابق دماغی شیرو فرنسیا کا شکار ہونے والے ۷۰ فیصد بچوں نے اپنی ماں کا دودھ پینے والے بچوں کا اوسط آئی کیو ۱۱۰ اور گائے کا دودھ پینے والے بچوں کا اوسط آئی کیو ۱۰۰ درج کیا گیا ہے ایک برطانوی ماہر نفسیات کے مطابق ماں کے دودھ میں کچھ ایسے اجزاء ہوتے ہیں جو بچے کی ذہنی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتے ہیں جو گائے کے دودھ میں نہیں ہوتے۔ (دیکھئے: سنت نبوی اور جدید سائنس: ۲/ ۹۷)

ماں کا دودھ بچوں کی صحت وتندرستی کے لئے عظیم ترین نعمت ہے دودھ پلانے والے ہر جاندار کے دودھ میں اس کے بچوں کی نشوونما کے لئے مفید اور ضروری چیزیں مثلاً حیاتین وغیرہ مناسب مقدار میں رہتی ہیں لیکن شیر خوارگی کے زمانے میں ماں کے دودھ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مناسب غذا نہیں ہے بچوں میں جو قوت وصلاحیت ماں کا دودھ پیدا کرتا ہے وہ بکری، بھیڑ بھینس وگائے کا دودھ نہیں کرسکتا ہے۔

ماں کا دودھ کبھی خطرناک بھی ہوسکتا ہے ایسا کیوں؟

ماں کا دودھ قدرت کا انمول تحفہ اور بچوں کے لیے عظیم نعمت ہے۔ لیکن ایک اخباری بیان کے مطابق ماں کے دودھ کا ضرورت سے زیادہ استعمال بچوں کے لیے خطرناک بھی ہوسکتا ہے۔ عالمی صحت تنظیم (WHO) کی ایک تازہ ترین رپورٹ شائع ہوئی تھی جس کو ہند سماچار اردو (یکم اپریل ۲۰۰۷) میں ذکر کیا گیا تھا: اس میں لکھا تھا: جنم کے بعد پہلے چھ ماہ تک بچے کو صرف ماں کا دودھ دیا جانا چاہیے لیکن اس کے بعد اس کی مقدار رفتہ رفتہ کم کردینی چاہیے، کیوں کہ بڑھتے بچے کی ضروریات صرف ماں کے دودھ سے پوری نہیں ہوسکتیں جس سے بچوں کے فروغ میں رکاوٹ پڑسکتی ہے۔

اگرچہ چھ ماہ کے بعد بچے کو صرف ماں کا دودھ دیا جایے اور آدھی ٹھوس خوراک نہ دی جائے تو بچہ آہنی اجزاء وغیرہ مقوی اشیاء کی کمی سے خون کی کمی کا شکار ہوجاتا ہے۔ ڈاکٹروں کے مطابق ایک سال میں بچہ تین گنا زیادہ رفتار سے بڑھتا ہے۔ اسی لیے اس رفتار سے بچے

کے فروغ کرنے کے لیے اسے کیلشیم، آئرن اور کاربوہائیڈریٹس جیسے اجزاء کی ضرورت ہوتی ہے۔ صرف ماں کے دودھ پر منحصر رہنے سے بچے کو یہ اجزاء نہیں مل پاتے ہیں اور وہ سوکھے کی بیماری اور قلت خون کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس سے ان کے دماغ کے فروغ اور سیکھنے کی صلاحیت پر بھی اثر پڑتا ہے۔

ماہرین کے مطابق ایک سال کے بعد بچے کو دودھ پلانا بند کروا دینا چاہیے۔ نہیں تو ماں کے دودھ کی عادت ہو جانے کی وجہ سے بچہ ٹھوس غذا کو قبول نہیں کر پاتا ہے۔ ہاں! بیمار پڑنے کی حالت میں اسے ایک سال کے بعد بھی کبھی ماں کا دودھ پلایا جا سکتا ہے۔ ویسے ایک سال کے بعد بچوں کو نہ صرف ماں کا دودھ بند کروانا چاہیے بلکہ بوتل سے بھی دودھ پلانا بند کروا دینا چاہیے۔ اس کے بعد بچہ سمجھدار ہو جاتا ہے اور آسانی سے ماں کا دودھ بند نہیں کرتا۔

بکری کا دودھ

یہ بہت ہی مرغوب مشروب ہے۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق جب نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری ایک صحابی کے گھر ہوئی تو اسنے آپ کی خدمت میں بکری کا دودھ پیش کیا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بکری کا دودھ ہدیہ میں آتا تھا اور نبی ﷺ اسکو بڑے شوق سے نوش فرماتے تھے۔

بکریوں کے دودھ میں فائدہ زیادہ کیوں ہے؟ اسکے تعلق سے ضروری امر یہ ہے کہ بکریاں جنگل جھاڑیوں میں یا چراگاہ میں مختلف قسم کے گھاس اور جڑی بوٹیاں چرتی رہتی ہیں اور وہ تمام چیزیں جسم میں ہضم ہوتی ہیں اور ان کے اثرات دودھ میں مل کر انسانوں تک پہنچ جاتے ہیں انسان کو اس کے ذریعہ قوت وتوانائی ملتی ہے۔

امریکہ کا معروف ماہر غذائیات ڈاکٹر ڈوگلس تھامس اپنی تجربات کی روشنی میں بیان کرتا ہے کہ ''بکری کا دودھ دوسری تمام پینے والی چیزوں کے مقابلہ میں افضل اور مفید ہے''۔

ماہرین غذائیات کے بقول بکری کا دودھ زود ہضم ہوتا ہے اسمیں لطافت، چکنائی اور نمکیات کے اجزاء بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اس میں کیلشیم بھی ہوتا ہے جو جسمانی پرورش کے لئے

بہت ضروری ہے۔ پوٹاشیم کی مقدار بھی زیادہ ہوتی ہے۔ بکری کے دودھ میں فلورین کثرت سے پائی جاتی ہے۔ یہ ہڈیوں کی نشوونما، دانتوں کی مضبوطی اور آنکھوں کی پرورش کے لئے بیحد ضروری ہے۔ بکری کے دودھ میں میگنیشم اور سوڈیم کی مقدار بھی زیادہ پائی جاتی ہے۔ گھروں پر گھاس پھوس کھانے والی بکریوں کے مقابلہ میں جنگلات اور چراگاہوں میں چرنے والی بکریوں کا دودھ سب سے زیادہ مفید خیال کیا جاتا ہے۔ انکے دودھ سے کھانسی، سنگرہنی، تپ دق، سل، یرقان، ورم جگر اور قدیم بخار بواسیر اور قلبی ودماغی امراض سے حفاظت ہوتی ہے۔

بکریوں کا دودھ قدرتی نعمت ہے جسمیں بہت ساری بیماریوں سے نجات دلانے والی قوت ہوتی ہے اور یہ بہت ساری توانائیوں کو فراہم کرتا ہے۔

اونٹنی کا دودھ اور جدید سائنس

اونٹنی کا دودھ بھی بہت زیادہ مفید ہے عہد رسالت میں اکثر اونٹنی کے دودھ پر بھی گزارہ کرنے والے لوگ تھے۔ انکو پالتے تھے اور ان کے دودھ پر گزر بسر کرتے تھے۔ ایک نئی ریسرچ کے مطابق ماہرین اطباء نے یہ تشخیص کیا ہے کہ جو لوگ اونٹنی کا دودھ پیتے ہیں اور اونٹوں کی سواری کرتے ہیں۔ ان میں کینسر جیسا مہلک مرض نہیں ہوتا ہے گویا اونٹنی کے دودھ میں ایسے کیمیاوی اجزاء ہوتے ہیں جو سرطان کو اپنے پہلو میں بھٹکنے نہیں دیتے۔

کچھ دنوں قبل اخباروں میں یہ رپورٹ شائع ہوئی تھی کہ راجستھان کے ان علاقوں میں ماہرین اطباء کی تحقیق جاری ہے جس میں لوگ اونٹوں کی سواری کرتے ہیں اور ان کے دودھ پر گزارہ کرتے ہیں۔ ماہرین اطباء اور ریسرچ اسکالروں کا کہنا تھا کہ راجستھان کے علاقوں میں جہاں لوگ اونٹ پالتے ہیں اور اونٹنی کا دودھ کثرت سے استعمال کرتے ہیں ان میں کینسر جیسا جان لیوا مرض نہیں دیکھا گیا ہے اور نہ کسی کی یہ شکایت رہی ہے کہ وہاں کے اکثر افراد اس مرض کا شکار ہو کر دم توڑ دیتے ہیں۔ اس کا بنیاوی سبب انہوں نے یہی بتایا ہے کہ اونٹنی کا دودھ ہی اس کے لئے تریاق ہے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں قبیلہ عکل اور عرینہ کے چند افراد نے آکر اسلام

قبول کیا تھا اور مدینہ میں ہی قیام کیا تھا کہ اتفاقاً مدینہ کی آب وہوا خراب ہوگئی۔ ان کو کارش ہوگئی۔ آپ ﷺ نے ان کو جہاں صدقہ کے اونٹ رہتے تھے وہاں بھیج دیا اور حکم دیا کہ وہ اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا کریں۔ چند دنوں کے بعد وہ لوگ تندرست ہوگئے۔

ہندوستان ٹائمس : مجریہ، ستمبر:۲۲، ۲۰۰۵ میں ایک بار یہ شائع ہوا تھا کہ آج سائنس داں اونٹ کے دودھ پر ریسرچ کر رہے ہیں: ان محققین کا کہنا ہے کہ:

Do you want to get rid of wrinkles? need a good body lotion?Try camel milk

یعنی کیا آپ جھریوں سے چھٹکارا چاہتے ہیں؟ کیا آپ کو ایک اچھی باڈی لوشن کی ضرورت ہے؟ تو آپ اونٹ کا دودھ استعمال کیجیے۔ سائنس داں کہتے ہیں:

Scientist experimenting with camel milk also claim, It has lower fat and is a helthier option to ordinary milk.

یعنی جو سائنٹسٹ اونٹ کے دودھ پر ریسرچ کر رہے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ اونٹ کے دودھ میں چربی کا مادہ کم ہوتا ہے اس لئے عام دودھ کے مقابلہ میں یہ زیادہ صحت بخش ہوتا ہے۔

سائنٹسٹ یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اونٹ کا دودھ شوگر، ٹی، بی، اور دمہ وغیرہ کے مریضوں کے لئے شفاء ہے۔ اس کے لئے تجربات جاری ہیں:

National Research Centre on camel's research is on to use camel protein powder on diabetic patients.Scientists are also trying to prove that camel milk helps patients suffering from leprosy ,jaundice,tuber culosis,asthama and piles.

یعنی نیشنل ریسرچ سنٹر آن کیمل شوگر کے مریضوں میں کیمل پروٹین پاوڈر استعمال کرنے پر ریسرچ کر رہا ہے۔ سائنس داں یہ بھی ثابت کر رہے ہیں کہ اونٹ کا دودھ جذام، پیلیا، ٹی بی، دمہ اور بواسیر کے مریضوں میں فائدہ مند ہے۔

مصر میں جزیرہ نما سنائی کے بدو زمانہ قدیم سے یقین رکھتے ہیں کہ اونٹنی کا دودھ تقریباً تمام اندرونی بیماریوں کا علاج ہے۔ان کا خیال ہے کہ انسانی جسم میں موجود بیکٹر یا کو ختم کرنے کی صلاحیت ہے۔

اقوام متحدہ کے ادارہ برائے خوراک و زراعت کی ایک رپورٹ کے مطابق روس اور قزاخستان میں اکثر ڈاکٹر اونٹنی کا دودھ کئی مریضوں کے علاج کے لئے تجویز کرتے ہیں ۔ہندوستان میں اونٹنی کا دودھ یرقان، ٹی بی، دمہ، خون کی کمی اور بواسیر کے علاج کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اوران علاقوں میں جہاں اونٹنی کا دودھ خوراک کا باقاعدہ طور پر حصہ ہے، لوگوں میں ذیابیطیس کی شرح بہت پائی گئی ہے۔(راشٹریہ سہارا، نئی دہلی:۱۵ اکتوبر ۲۰۰۹ بروز پیر)

بھینس اور گائے کا دودھ اور جدید سائنس

بھینس اور گائے کا دودھ بھی ایک حد تک مفید ہے اوران کے دودھ کو کثرت سے ہندوستان ہی نہیں دوسرے ممالک میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

بھینس کے دودھ کے مقابلہ میں گائے کے دودھ میں فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ ماہرین اطباء کا کہنا ہے کہ گائے کے دودھ میں ایسے کیمیاوی عناصر موجود ہیں جو بہت ساری بیماریوں کے لیے تریاق ہیں اوران سے جسمانی اعضاء و جوارح اور اعصاب کو تقویت ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مریضوں کو زیادہ تر روٹی کے ساتھ گائے کے دودھ کے استعمال کا مشورہ دیتے ہیں اور یونانی دواؤں کے ساتھ بھی اسی دودھ کے استعمال پر زور دیا جاتا ہے۔

صحیح الجامع میں علامہ البانی نے گائے سے متعلق ایک حدیث یوں نقل کی ہے: "لُحُومُ الْبَقَرِ دَاءٌ اَلْبَانُهَا شِفَاءٌ وَشُحُومُهَا دَوَاءٌ" .

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گائے کے گوشت میں بیماری ہے۔اس کا دودھ شفاء ہے اوراس کی چربی علاج ہے۔

اس سلسلہ میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ دودھ دینے والے جانوروں کو بھی اچھی

غذائیں فراہم کرانی چاہیے تاکہ انکا دودھ خالص بن سکے یہی وجہ ہے کہ نجاست خور جانور کے گوشت کھانے اور ان کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔

سنن ابی داود (۳۷۸۵) کے اندر ابن عمرؓ کا بیان ہے: ''نَھَی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ اَکْلِ الْجَلَالَۃِ وَاَلْبَانِھَا ''۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے نجاست خور جانور کے گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔

دوسری روایت میں (۳۷۸۷) میں ہے: نَھَی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنِ الْجَلَالَۃِ فِیْ الْاِبِلِ اَنْ یُرْکَبَ عَلَیْھَا اَوْیُشْرِبَ مِنْ اَلْبَانِھَا ''۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے گندگی کھانے والے اونٹ کی سواری کرنے اور اسکا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔

ان تمام روایتوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے ایسی چیز موجود ہے جو انسانی صحت کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔

نجاست خور جانوروں کا دودھ پینا اور جدید سائنس

انسان جانوروں کو پالتا ہے۔ ان کی نگہداشت کرتا ہے۔ ان کے لئے چارہ لاتا ہے اور عمدہ قسم کے گھاس اور چاری کا انتظام کرتا ہے۔ دودھ دے سکے اس کو فطری طور پر یہ پسند نہیں کہ اس کے جانور نجاست خور بنیں اور اپنے دودھ کو فاسد بنالیں۔ گائے، بھیس، اونٹ اور بکریاں گندگیاں کھانے لگیں اور گندے مقامات میں رہنے لگیں تو انسان ان سے فطرتا نفرت کرنے لگے گا۔ شرعی نقطہ نظر سے بھی ایسے جانوروں کا دودھ پینا صحیح نہیں ہے۔ اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کی ہدایتیں قابل مطالعہ ہیں۔ ان حدیثوں پر نظر ڈالئے جن میں آپ نے نجاست خور جانوروں کے دودھ پینے سے منع کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: ,,نَھَی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ اَکْلِ الْجَلَالَۃِ وَاَلْبَانِھَا ''۔ (ابوداوٗد: ۳۷۸۵) ترمذی: ۱۸۲۵، بیہقی: ۱۱/ ۳۱۸۵ علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نجاست خور جانور کا گوشت کھانے اور اس کا دوودھ پینے سے منع فرمایا۔

دوسری روایت میں ہے: ,,نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْجَلَالَةِ فِيْ الْإِبْلِ اَنْ يَرْكَبَ عَلَيْهَا ، أَوْيُشْرَبَ مِنَ أَلْبَانِهَا ''۔

رسول اللہ ﷺ نے غلاظت کھانے والے اونٹ کی سواری کرنے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔ نسائی (۴۴۵۳) اور مسند احمد (۱/ ۲۴۱۸۲۲۶) میں بھی اس طرح کی ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکور ہے۔

ان تمام روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے جانوروں کے دودھ میں فساد کا امکان اغلب ہے جونجاست وگندگی کھانے والے ہیں' جدید سائنس نے آپ کی تعلیمات کی تصدیق یوں کردی ہے کہ گندگی کھانے والے دودھاری جانوروں میں ایسے جراثیم پیدا ہوجاتے ہیں جو دودھ کے راستے انسانی جسم میں پہنچ جائیں تو انہیں نقصان پہنچا سکتی ہیں اور کئی بیماریوں میں مبتلا کرسکتے ہیں' ان کی وجہ سے دودھ میں بھی فساد پیدا ہوجاتا ہے اور ان سے انسانی صحت برا برمتاثر ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ ایسے جانوروں کے دودھ اور ان کی صحت سے انسان کو بچنا چاہئے تاکہ صحت وعافیت بحال رہے۔

دودھ کی لسی اور جدید سائنس

گرمی کے موسم میں میوہ جات کے مشروب پائے جاتے ہیں لیکن دودھ کی لسی ایسی مشروب ہے کہ جب بھی چاہیں آپ پی سکتے ہیں۔ دودھ یا دہی کے اندر پانی ڈال کر پینا ہی اصل لسی ہے۔ ڈاکٹروں کے بیان کے مطابق لسی ایسے انسان کو پلایا جائے جو ٹائیفائیڈ کا مریض ہو۔ اس کے معدے میں سوزش وجلن اور تیزابیت ہو یا السر کا مریض ہو۔ طبی تحقیقات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ پیشاب کی نالیوں میں رکاوٹ کی علامتوں میں دودھ کی لسی بہت مفید ہے۔ گرمی کے موسم میں جب پیاس کی شدت بڑھ گئی ہو اس وقت پانی اور دودھ کی لسی ہی ایسی مشروب ہے جس سے پیاس بجھ جاتی ہے۔ انسانی جسم میں بیماریوں سے مدافعت کرنے میں لسی کا بہت بہترین کردار ہوتا ہے۔ پتھری کی بیماری قیمتی دواؤں کے استعمال سے بھی لسی کے بغیر ٹھیک نہیں ہوتی۔ لسی بہت ساری بیماریوں کا تریاق ہے۔

ڈاکٹروں کی صلاح یہ ہے کہ پتھری کے مریضوں کو برابر بکری کے دودھ کی لسی پینی چاہیے۔ لسی میں لیکٹک ایسڈ ہونے کی وجہ سے تیزابیت کی شکایت نہیں ہوتی۔ اس میں پروٹین پانے کے سبب گوشت بھی پیدا ہوتا ہے اور پروٹین جلد ہضم ہوتا ہے اور دوسری چیزوں کو بھی ہضم کرتا ہے۔ طبی ریسرچ کے مطابق لسی میں کیلیشیم، میگنیشیم، پروٹین، سوڈیم، فاسفورس، کلورین، سلفر اور نمک وغیرہ ہوتے ہیں اور یہ تمام گوشت اور ہڈی پیدا کرنے میں اور ان کی نمو و پرداخت میں معاون ہیں۔ لسی پینے سے انتڑیوں کی صفائی ہو جاتی ہے اور جو بھی غلیظ مادے ہوتے ہیں وہ سب باہر آ جاتے ہیں اور پیٹ صاف اور ہلکا ہو جاتا ہے۔

''فرانس کے پاسپورٹ انسٹی ٹیوٹ کے ڈاکٹر سچین نے تجربات سے ثابت کیا ہے کہ لسی کے استعمال سے بڑھاپا جلد نہیں آتا۔ جسم کی پرورش کرنے کے لیے لسی اعلیٰ درجہ کی غذا ہے۔ تازہ اور میٹھی لسی پینے سے انتڑیوں میں زہر پیدا کرنے والے جراثیم فوراً ہلاک ہو جاتے ہیں اور قوت ہاضمہ میں اضافہ ہوتا ہے۔

دودھ پینے کے وقت کی دعا

کسی بھی جانور کا دودھ ہو جب خدمت میں پیش کیا جائے تو اس کو پیتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے۔ ''اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ : اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ وَاِذَا سَقَى لَبَنًا فَلْيَقُلْ :اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ فَاِنَّهُ لَيْسَ شَئٌ يُجْزِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ اِلاَّ اللَّبَنُ''.

(ابوداود: ۳/۳۴۲۳، ترمذی: ۳۴۵۵، ابن ماجہ: ۳۵/۴، علامہ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۴۱۱/۵ میں اسے حسن قرار دیا ہے)

تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو ''اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ'' پڑھے۔ اے اللہ! اس میں ہمارے لئے برکت دے اور اس سے بہتر ہمیں کھانا کھلا جب دودھ پیئے تو ''اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ'' پڑھے کہ اے اللہ اس میں ہمارے

لئے برکت دے اور ہمیں اس سے زیادہ دے، دودھ کے علاوہ اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کھانے سے کفایت کرے گویا دودھ کے اندر ایسی چیزیں اللہ نے رکھی ہیں جن سے انسان کا بھوک و پیاس بھی ختم ہو جاتی ہے اور پھر دوسری چیزوں کی خواہش نہیں ہوتی ہے اس بناء پر یہ کہا جائے تو بجا ہوگا کہ دودھ قدرت کا انمول عطیہ ہے جو غذا بھی ہے اور انسان کو قوت و توانائی فراہم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

پلانے والا سب سے آخر میں پیا کرے

کوئی شخص جب اپنے گھر مہمانوں کی ضیافت کر رہا ہو یا وہ کسی محفل میں شربت یا پانی پلا رہا ہو تو پلانے والے کو سنت نبوی کا خیال رکھنا چاہیے اللہ کے رسول کا معمول تھا کہ آپ سب سے آخر میں پیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا بھی:

حضرت ابو قتادہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سَاقِيَ الْقَوْمِ آخِرُهُمْ يَعْنِيْ شُرْبًا۔'' (مسلم (۶۸۱) ترمذی (۱۸۹۵) ابوداود (۳۷۲۵))

لوگوں کو پلانے والا شخص سب سے آخر میں پیا کرے اس کے اندر حکمت بھی ہے کہ یہ عین ممکن ہے کہ جب پلانے والا میزبان اولا پینے کی کوشش کرے گا اور اس کے گھر والے پینے لگیں گے تو مہمان کی باری آتے ہی مشروب ختم ہو جائے، ہاں ہمیں تمام تر تاویلات سے احتراز کرتے ہوئے اور مفہوم مخالف کی وضاحت نہ کرتے ہوئے سنت رسول پر عمل کی سعی کرنی چاہیے دوسرے حضرات کو پلانے میں مقدم رکھنا چاہیے اور اپنے آپ کو پینے میں آخری درجہ میں یہ جذبہ رکھنا ایک مسلمانی وطیرہ ہے اور یہ ہر ایک کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔

خاتمہ

ان تمام باتوں سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ مسلمانوں کی زندگی میں کھانے اور پینے کے مسئلہ کو کتنی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام نے اس کے لئے زریں اصول و آداب وضع کیے ہیں جن کا مختصر خاکہ میں نے پیش کیا ہے۔ ان تمام اسلامی آداب کے پاس و لحاظ رکھنے کا بنیادی مقصد اللہ تعالی کے فرمان ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (ذاریات:۵۶)'' کے پیش نظر اس وحدہ لاشریک لہ کی عبادت اور رضامندی کا حصول ہے اور بس۔

اللہ تعالیٰ کی نوازشات وانعامات کی تذکیر اوران پر شکر گزاری لازم ہے جو اس نے بندوں پر نچھاور کیا ہے۔انھیں آسودگی کی دولت سے نواز کر حرص وطمع اور کبر وناز سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

اسلام نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اس نے جملہ انسانیت کو نظافت کے زریں اصول، امراض اوران کے اسباب سے حفاظت کی تدابیر، معاشرت وصحبت کے آداب سے روشناس کرانے کی ہر ممکنہ کوشش کی ہے۔ایثار وقربانی اعتدال ومیانہ روی اورلوگوں کے ساتھ احسان مندی کی تاکید کی ہے۔اوران جملہ امور کاتعلق محاسن دین سے ہے اور یہ خصوصیات وامتیازات صرف دین اسلام کو حاصل ہیں۔دوسرے مذاہب کے اندران کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔

چنانچہ مسلمانوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ کتاب وسنت کو اپنا حرز جاں بنائیں۔اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسا حسین عملی گلدستہ پیش کریں جس سے اللہ کی خوشنودی کے گل بوٹے نمودار ہوں اور جنت میں جانے کی راہ ہموار ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو میری سیہ کاریوں کی صفائی کا وسیلہ بنائے۔ زبان وقلم میں توانائی عطا کرے۔فرائض وواجبات کے ساتھ ساتھ مستحبات کی تعمیل کا جذبہ دروں خانہ دل میں پیدا کرے اور تمام مسلمانوں کے دلوں میں قرآن وحدیث کی پاس داری کا جذبہ ودیعت فرمائے۔آمین اللھم آمین

☆☆☆

جملہ ادیان وملل میں مذہب اسلام امتیازی خصوصیات کا حامل ہے۔اس نے جہاں اسلامی معاشرے کو صالح بنانے کے لیے بہترین ضابطے وضع کئے وہیں کھانے پینے کے صحیح آداب کو بھی حسین قالب میں ڈھال کر امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا ہے۔ درحقیقت نظافت وطہارت، صحت وتندرستی کے اصولوں کو برتنے پر اسلام کی خصوصی توجہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مسلمانوں کو محض مادی اعتبار سے ہی قوی دیکھنا پسند نہیں کرتا بلکہ انسانوں کے جسموں کو ایسا دیکھنا چاہتا ہے جن کی رگوں میں دم عافیت کی روانی ہو، لوگ مکمل طور سے نشاط انگیز ہوں، کمزوری اور نقاہت سے عاری ہوں، اور برے امراض کے شکار نہ ہوں۔ یہ اوصاف جن کے اندر پائے جائیں گے وہ معاشرے کی صالحیت کو برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوں گے۔

AP
ALHUDA
PUBLICATIONS
4158, URDU BAZAR, JAMA MASJID
DELHI-110006 TEL.: 011-65577445
E-mail.: alhudadelhi@gmail.com